

و چپ چ پ

فهرست
مغتی کا فن سُور ما
شور ما
ميش لفظ
1، فيلي
2. پپ
2. پپ 3. پُل
4. احسان على
4. احسان علی 5. شائسته
6. باجی
7. دوراپا
8. پریم نگر 9. تین خدا
9. تين خدا
10. ياكل
11. درواژه
12. گهرائیاں
13. سيارا
14. ليدى ۋاكثر
14. ليدْی دُاکثر 15. پيدارا پاڪتو

فکر تونسوی ۱۹۲۷ء

مفتى كافن

جھے متاز مفتی کے افسانوں سے زیادہ اس کی شخصیت میں بی و خم نظر آتے ہیں۔ بیچیدگی کی یہ کئیر گھو متے گھو متے، بھٹلتے بھٹلتے، الجھتے الجھتے ایک ایسے مدرسۂ فکر کی سرحدوں سے جا ملتی ہے جدید جنسی نظریاتی سکول کماجاتا ہے۔ جنسی نظریوں سے محقم گنتا یہ فنکار فی خود بھی آیک دلچسپ محتمی بن کر رہ گیا ہے۔ بہااو قات میں سوچتا ہوں کہ اس کی یہ بل کھاتی ہوئی شخصیت اور پر اسمرار نظریئے، ونیا کے لئے آیک عظیم ترین، خو فناک اور اثوث طلسم گاہ کی تغییر کر رہے ہیں اور جب یہ جادو کا محل اپنی تحکیل کو پہنچ جائے گاتو بھیدوں بحری روحوں کا آیک سمندر سا پھوٹ پڑے گا جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں مفتی کا کوئی نہ کوئی نظریہ ہو گااور وہ چیج کی کر کے گی۔ " بتاؤ! ایک کماں جاؤں؟"

اس کی جسمانی ترتیب اور ذہنی ساخت میں ایک جیرت انگیز متم کی ہم آئی ہے۔ یہ تجر اور بھی استوار ہو جاتا ہے جب ہم اس کے آرف میں بھی اس ہم آئی کو در آتا دیکھتے ہیں۔ اس مثلث میں وضاحت بھی ہے اور عدم وضاحت بھی _ جب اس کا کوئی فنی نظریہ، اس کے جسم و ذہن کو بھول کر صرف مضاحت بھی _ جب اس کا کوئی فنی نظریہ، اس کے جسم و ذہن کو بھول کر صرف منظریہ برائے نظریہ "کی تغییر بنے لگتا ہے تو مفتی کویا ساری کائنات کو بھول جاتا ہے۔ اپنے ماحول، اپنے کر دار، اپنے اسلوب سے ماورا ہو کر افسانہ کی بجائے منطق کی تخلیق کر نے لگتا ہے اور اور کر افسانہ کی بجائے منطق کی تخلیق کر نے لگتا ہے اور فاہر ہے کہ اس مقام نازک پر "عدم واضحیت" ابھر آتی ہے

۔ لیکن جب وہ اپنے آرٹ کی حدود پر اپنے جسم و ذہن کو پسرہ دار کی حیثیت میں بھا رکھتا ہے تو اس کے الجھے ہوئے کر دار ، ماحول اور پلاٹ ، باوجود آرزوئے بعاوت کے دم نہیں مار سکتے اور پھڑ پھڑا کر افسانہ میں زندگی اور تحریک پیدا کرتے رہتے ہیں۔ الیم حالتوں میں مفتی اپنے فن کی پوری شیطانی قوتوں کو کام میں لاتا ہے۔ گرد و چیش کو چوکس شکاری کی طرح اپنی آنکھ میں نمایاں رکھتا ہے۔ اس ماحول سے کھیلا ہے ، ذہر خند کرتا ہے اور جب تک وہ اپنے نظریئے کے پورے نفوش ، پھیلا پھیلا کر ، انتائی نقطوں تک نہیں لے جاتا ، ماحول کے ایک ایک کونے اور کونے کے ایک ایک ورے کو جملکا نہیں دیتا، تب تک کھیلتا رہتا ہے ، نہتا رہتا ہے ، مخرک رہتا ہے۔

جدید دور کے بیشتر فنکاروں کے آرٹ میں فراکڈ کے جنسی سکول اور مارکس
کے معاثی فلف کے تاثرات بیک وقت شامل ہو گئے ہیں اور اس کی دجہ ان دونوں فلسفوں کا زمانی قرب ہے۔ وقت کی ستم ظریفی نے ان دونوں متفاد فلسفوں کو ایسے ماحول اور دور میں روشناس کرایا جو انقلابی کروٹیں لے رہا تھا۔ جیجہ یہ ہوا کہ ان دو مخلف فکری لکیروں نے ادب میں آگر پیچید گیاں پیدا کر دیں۔ نظریات گڈیڈ ہو گئے اور کی لکیروں نے ادب میں آگر پیچید گیاں پیدا کر دیں۔ نظریات گڈیڈ ہو گئے اور کو سرے کا کمال شروع اور اور پچھ پید نہ چل سکا کہ ایک کا تخیل کماں ختم ہوتا ہے اور دوسرے کا کمال شروع اور ان دونوں کی باہمی آمیزش اور نظریاتی میل جول کا تعلق کیونکر برقرار رکھا جا سکتا

مفت بھی اوب کے اس گذی دورکی پیداوار ہے لیکن اس کے ذہنی اور جسمانی عناصر کے طے شدہ رجمان نے اس طوفانِ مشترک کو جلد ہی بھانپ لیا اور مفتی نے اس طوفانِ مشترک کو جلد ہی بھانپ لیا اور مفتی نے اپنا دامن صاف بچالیا۔۔ وہ اشتراکیت سے مطمئن نمیں ہے، اس لئے کہ اس کے سامنے انسان کے بنیادی نفسی تقاضے بار بار ابھر کر اپ نمیس ہے، اس لئے کہ اس کے سامنے انسان کے بنیادی نفسی تقاضے بار بار ابھر کر اپ ربخاناتی تصناد کو عربیاں کرتے رہجے ہیں اور مفتی سرمایی، جاکداد، طبقاتی ساج، مزدور اور قوت کار کے سبھی خارجی شعبوں کو لایعنی تک و دو سیحضے لگتا ہے۔ نفس آ و مؤارون کے بندر سے لے کر کارل مارکس کے بندہ مزدور تک اپنی فطری خویوں اور قارون کے بندر سے لے کر کارل مارکس کے بندہ مزدور تک اپنی فطری خویوں اور

وہ کمتا ہے ہم مجھی مجھی اپنی بنیادوں کو ہلا کر ہنگائی لذت نفس حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جب اس لذ تبیت سے اکتا جاتے ہیں تو پھر اپنے پس منظر کے خول میں آ کر دیک چاتے ہیں۔ ارکس، ہیگل، ڈارون، بدھ، عینی، ہنلر، سائن سب اسی نفسیاتی شطرنج کے مرے ہیں۔ ان مرول کارقص ہمیں بھٹکا نہیں سکتا۔ " ناچنے دو، ناچنے دو انہیں کہ بید ناچ پھر اسی سنسان خاموشی کو مضبوط کرے گا جو ہمارے کا استعور ہیں لا محدود عرصے سے چلی آتی ہے۔ "

میرا خیال ہے اس نظریاتی فیصلہ نے مفتی کے آرٹ کو بچالیا۔ اس ہے ہتگم شور و شغب سے بچالیا جس نے بست سے فنکاروں کی ابدیت کے لئے زہر کا کام کیا ہے۔ جنس اور نفسیات کو اپنے موضوع کی سم حدیں بنا کر اس نے اپنی انفرادیت کو سنجھال لیا ہے۔ یکی دو پنیادی نقاضے اس کے ہرافسانے کے تار و پود بنتے ہیں۔ انہیں سنجھال لیا ہے۔ یکی دو پنیادی نقاضے اس کے ہرافسانے کے تار و پود بنتے ہیں۔ انہیں سے شت باندھ کر وہ کائنات میں بھنکے ہوئے لا تعداد شکاروں کو اپنے دام میں پھنسالا تا ہے۔ اس کی بید کمند شخصی اور اجتماعی، دونوں بلندیوں پر پھینکی جاتی ہے اور یمی انفرادیت ہے۔ اس کی بید کمند شخصی اور اجتماعی، دونوں بلندیوں پر پھینکی جاتی ہے اور یمی انفرادیت شاید مفتی نے آرٹ پر ابدیت کی مریں بھی شبت کر دے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مفتی کے پاس صرف نظریئے ہیں۔ کتابی، عض اور مخمد نظریئے ہیں۔ کتابی، عض اور مخمد نظریئے، ان میں فنکارانہ کیک نہیں ہے۔ ان میں تجربہ اور مشاہرہ کا پھیلاؤ نہیں ہے۔ وہ صرف تھٹے کھٹے، بیجان فقرول سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ لیکن ان فیصلوں کے بعض حصول ہے جھے اختلاف ہے۔ اول توجب یہ ظاہر ہے کہ مفتی فراکڈ مسکول کا طالب علم ہے توہم اس پر یہ الزام کوئکر دھر سکتے ہیں کہ وہ صرف کتابی فنکار

ہے۔ آرٹ ڈندگی کامفرہ اور جس زاویئے سے فراکٹر نے زندگی کی چھان بین کی ہے، ہم اس زاویۂ نظر کو صرف تنفیلی یا غیر مرئی نہیں کہ سکتے اور ڈندگی کے متعلق ان مخصوص بنیادی نظریوں کو فراکٹر، ہواکی امروں پر تو نہیں گو نجائے گا۔ آخر اسے لفظ و بیان کو ہمراز بناتا پڑے گا اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مفتی کے نظریئے صرف کتابی ہیں تو گویا ہم غیر محسوس طریقے پر اس کو "فن برائے ڈندگی " کا مفتر کہ دیتے ہیں۔ تو گویا ہم غیر محسوس طریقے پر اس کو "فن برائے ڈندگی " کا مفتر کہ دیتے ہیں۔

اس کے بعد تجربہ اور مشاہدہ کی سرحد آتی ہے۔ نظریات صرف اس وقت تک مش اور منجد رہتے ہیں جب تک انہیں چھیڑا نہیں جاتا۔ یہ چھیڑ مشاہدہ اور اس کی جزئیات کے پچوکوں سے نظریات کو زندہ اور متحرک بنا دیتی ہے۔ مفتی کے افسانوں میں اس چھیڑے وجود سے منکر نہیں ہوا جا سکتا۔ اس کے بیشتر افسانوں میں داخلی اور خارجی مشاہدہ کی جزئیات پھیلی پھیلی، تکھری تکھری اور ابھری ابھری و کھائی ویتی ہیں لیکن جیا کہ ذکر کر چکا ہوں، وہ مجھی مجھی نظریوں کو پھیلاتے پھیلاتے عدم واضحیت کی " بھول بھلیاں" کارخ کر لیتا ہے۔ اس کی بظاہر وجد اور بظاہر بتیجہ مشاہرے کی کمی اور کتابی انجاد کو تھرالیا جاتا ہے۔ لیکن دراصل اس کی وجہیں مخلف ہیں ایک توبیہ کہ نظریے میں ایک کڑا بن ہوتا ہے جو افسانوی ماحول کامتحمل بین سکتا اور وہ صرف ایک فلسفیانہ اور اوق مضمون ہی میں ساسکتا ہے۔ چونکہ مفتی کے زہن میں اپنے فن کے اظهار کے لئے افسانہ کے علاوہ فلاسفیکل مضامین کے جراثیم بھی موجود ہیں، اس لئے وہ افسانہ لکھتے لکھتے جب نظریئے کی کڑی سرحدوں پر پنچا ہے تواس کا قلم افسانہ کی عنان چھوو كر مضمون كا دامن كر ليتا ہے متيجہ يد ہوتا ہے كہ وہ معتفاد مركب " _ كابير زهريلا كمونث في جاما ب الكيس بندكر كے _افسانه اور مضمون مختم كلتا مو جاتے ہیں اور وہ بچارا مزم بن جاتا ہے۔

دوسری اہم وجہ اس کے انسانہ کی عجیب سی تکنیک ہے ۔۔ آج کل نفساتی انسانوں کا ایک بے ہے کہ تخلیل کی انسانوں کا ایک بے ہتائم ہجوم و کھائی دیتا ہے جن میں انسان کی داخلی کیفیات کی تخلیل کی

جاری ہے۔ ایسے افسانوں کی عام بھنیک ہی ہے کہ کر دار، سوچتے اور مسلسل سوچتے چلے جاتے ہیں اور اس طرح اندرونی گیھاؤں کے تاریک ترین رازوں کو اجالتے چلے جاتے ہیں ۔ لیکن مفتی لاشعور می نفسیات کو اپنے اٹو کھے ڈھب سے دیکھتا ہے اور کیجئے کا بی ذاویہ اس پر عائد کر دہ الزام کو اور بھی استوار کر دیتا ہے اور میرا خیال ہے کہ بی اس کی افرادیت کا سب سے بردا جبوت ہے کہ نفسیاتی افسانوں کے عمومی رق کہ بی اس کی افرادیت کا سب سے بردا جبوت ہے کہ نفسیاتی افسانوں کے عمومی رق کے خوگر قاری، مفتی کی اُن ہوجھی شاہراہوں پر پھیلے ہوئے مہم نفوش کو مجذوب کی برد کہ کر اے مطعون کر دیتے ہیں کیونکہ اگر مفتی نفسیات کے مروجہ کلیوں کی کیروں پر اپنے افسانوں کی محضوص بھنیک نہ پر ایپ افسانوں کی محضوص بھنیک نہ پر ایپ افسانوں کی محضوص بھنیک نہ کہہ سے بلکہ صرف تقلید کا تراش لیبل۔

دراصل __ جب مفتی این کروارول کی لاشعوری تہوں میں پہنے جاتا ہے تو اے سب سے بڑی رکاوٹ یمی پیش آتی ہے کہ وہ ان گفیوں کو کرواروں کی زبان سے براہ راست نہیں کہلوانا چاہتا کیونکہ یہ بھنیک اسے بنیاوی طور پر غلط و کھائی دیتی ہے۔ اگر اس کے کروار کو یہ شعور ہوجائے کہ اس کے اندر کیا کیا مستور ہے تو گویا کروار کے وہ لاشعوری خصائص ختم ہو جاتے ہیں اور کروار میں انفراویت ہاتی نہیں رہتی جو اس کی لاشعوری حالتوں ہیں افسانہ کی جان بھی۔

اور پھرمفتی اپنے بیان سے بھی متعینہ کرداروں کی تحلیل نہیں کر سکتا کیونکہ بیا ایک رجعتی تحکیک ہے۔ اس طرزِ اظہار میں ایک سب سے برا عیب میں ہے کہ بیان کرنے وائے کی خارجی اور غیر ضروری شخصیات افسانہ کی فضا پر اس طرح مجھا جاتی ہے کہ نظریے کی خارجی اور غیر ضروری شخصیات افسانہ کی فضا پر اس طرح مجھا جاتی ہے کہ نظریے کی مرکزیت کو ابھار نے والے کردار پس منظر میں چلے جاتے ہیں، لاشعوری باتوں کے الجھاؤ بدستور قائم رہتے ہیں اور قاری افسانہ ختم کرنے کے بعد بھی وہ مخصوص تلذؤ حاصل نہیں کر یا آجو فنکار کامقعد ہوتا ہے۔

چنانچہ مفتی کے پیچیدہ ذہن نے اپنے لئے ایک نہایت پیچیدہ کمین زیادہ فطری اور منفرد بھنیک کاامتخاب کیا۔ وہ کر داروں کے افعال وحر کات سے الیمی فضاکی تخلیق

کر تاہے اور پہھ اس طرح تخفیوں کو سلجھا کر رکھ دیتا ہے کہ اس کے کر دار تو بدستور اپنے اندھیروں میں ڈوب رہتے ہیں۔ جو ان کے فطری مقامات ہیں ۔۔۔۔ لیکن قاری انہیں حرکات و سکنات سے پیدا کی ہوئی فضا سے مختلف کڑیوں کو خود بخوداس آسانی سے ملاکر نظریے کی مرکزیت تک پہنچ جاتا ہے کہ جیرت ہوتی ہے۔ گویا مفتی اپنے قاری کے ذہن کی پگڈنڈیوں کو فنکارانہ طریق سے اس چوراہے پر لے آتا ہے جمال وہ نظریہ نمایت وسیع ، پھیلا پھیلا اور صاف صاف و کھائی دینے لگتا ہے اور قاری آجیل پڑتا ہے۔ " بیں!!" ۔ اور " بیں" کا یمی تخیر ہی مفتی کی افسانوی تکنیک کا مقصود ہے۔

نظریے کے کڑے پن میں کچک اور تجربہ میں پھیلاؤنہ ہونے کا باعث مفتی کی منظر کے کڑے پن میں کچک اور تجربہ میں پھیلاؤنہ ہونے کا باعث مفتی کے منظر منسیل اور اوق تکنیک ہے جو بسااو قات قاری کو مفتی کے ساتھ شیں چلنے دیتی اور وہ بھٹک کر مفتی پر ہی فتوے لگا دیتا ہے۔

یہاں آکر مفتی کا اسلوب بیان بحث میں شامل ہو جاتا ہے۔ ہمیں یہ تو تشلیم کرتا پڑے گا کہ اسلوب کے اغتبار سے ہربڑے فنکار کی طرح مفتی بھی ایک رنگ خاص کا مالک ہے، لین اس نے جس نظریاتی سکول کو اپنے فن کے لئے مختب کیا ہے، وہ سکول اور مفتی کی بیانیہ قوتوں میں ابھی ایک دوری ہے، ایک افسوسناک بُعدہہ لیک سکول اور مفتی کی بیانیہ قوتوں میں ابھی ایک دوری ہے، ایک افسوسناک بُعدہہ اس کے فن کی جامعیت پراٹر انداز ہوتی ہو۔ کیونکہ اس کا طرز بیان، لیج کا سبک رفتار طنزاور ملکے تھکے فقرات کی زم چجن اس کے نظریے کے ابھار کے لئے منفرد مقام رکھتی ہے۔ وہ صرف اسی اسلوب سے لاشعور کے بھر لیے نظریات کو پھلا سکنا تھا۔ اس نرمی، چجن اور سبک روی ہی سے اس گرد و پیش کے نقوش اجاگر ہو سکتے تھے جو نفسیاتی اور جنسی الجھنوں کے اظہار کے باعث ظہور میں کے نقوش اجاگر ہو سکتے تھے جو نفسیاتی اور جنسی الجھنوں کے اظہار کے باعث ظہور میں آتا ہے۔ اگر وہ معاصرین سے متاثر ہو کر کوئی ایسا پیرائیہ بیان اختیار کرتا جس میں وقار یا عظمت ہوتی تو مفتی اپنے آپ کو جھٹلا دیتا۔ اس کے فکری ماحول کی پیرائش کے وقار یا عظمت ہوتی تو مفتی اپنے آپ کو جھٹلا دیتا۔ اس کے فکری ماحول کی پیرائش کے وقار یا عظمت ہوتی تو مفتی اپنے آپ کو جھٹلا دیتا۔ اس کے فکری ماحول کی پیرائش کے ایک جس اسلوب کی ضرورت تھی، وہ مفتی کے فن کے ساتھ ہی ساتھ ظہور میں آگیا۔

تتبع تخلیق کے لئے ہم قاتل ہے اور کسی بڑے کلاکار کی یمی پر کھ ہے کہ اس کے ذہنی عکس کارنگ پیدائسیں کیا جاتا بلکہ وہ بھی فن کی روح کا ہم رنگ ہوتا ہے اور مفتی کو بیہ اخیاز حاصل ہے۔

اس کی قوت بیان اور فرائٹرین نظریات کی پیچید گیوں میں جو بعد دکھائی دیتا ہے، اس کے لئے مفتی کا وہ خارجی ماحول ذمہ وار ہے، وہ ماضی _ جس نے اسے اگریزی لٹریچر کا متوالا تو بنا دیا لیکن اردو کے کلاسیل ادب سے کماحقۂ روشناس نہ ہونے دیا اور جب مفتی نظری طور پر صلاحیتوں کے اس موڑ پر پہنچا جمال اسے "پیامبری" کے فرائفش سرانجام دینا تھے اور نظریات کو ایک فنکار کی حیثیت سے منظر عام پر لانا تھاتو زبان کی دشوار گزار گھائیاں اس پر بند تھیں۔ یعنی وہ آیک کو نگامفکر تھا جو صرف سوچ سکتا تھا، بیان ضیس کر سکتا تھا۔ تظر اور اظمار کے اس دوراہ پر آکر انجون کا مقرب کا کاناجو انہوں کا یہ مفسر، خود آیک بست بڑی الجھن میں گرفتار ہو گیااور وہ تھی زبان کا کاناجو اس کے حلق سے اتر نے ہی میں نہ آتا تھا۔ اس کا ذہن اظمار کے لئے مغربی تر تیب کا اس کے حلق سے اتر نے ہی میں نہ آتا تھا۔ اس کا ذہن اظمار کے لئے مغربی تر تیب کا آمرالیتا تھائیکن اردو اس تر تیب پر سرا نکار ہلادیتی تھی۔ چنانچہ یہ مجبور فلسفی آج تک اس چین کا فیار ہو اور اس چین کونہ سمجھ کر اسے بھی تو کتابی کہ دیا جاتا ہے اور بھی مشاہدے کے میدان کا ہارا ہوا کھلاڑی۔

وہ بعض تجربوں اور مشاہروں سے صرف اڑتے اڑتے اشاروں کو گرفت میں افسانوی جال میں بنے لگتا ہے تو نظریات کا کڑا ہن، زبان پر ناعبوری، یحنیک کا عجب اوراس کی منطقی مضمون لکھنے کی ترغیبی حس، مل جل کر اس کے افسانے کو بخس اور جامد بنا دیتی ہے۔ وہ جزئیات کی بھول بھیبوں پر واضل لحاظ سے تو قادر ہوتا ہے لیکن خارجی انتبار سے الفاظ اس سے بدکتے ہیں اور وہ انہیں کرنے کی تک و دو میں تھک ہار کر اسی معین کرداروں، افسانویت اور جزئیات کے کھائے کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے اور ان کے بجائے ایس کرداروں، افسانویت اور جزئیات کے حقائق کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے اور ان کے بجائے ایس کردار تقیر کرتا ہے جو اس کے کتاب کا کام دے سکیں۔ خود نہ لمیں بلکہ ہلائے جائیں اور مفتی ان بتوں کو اپنے

بشیرومانی- (احمد بشیر) ۱۹۴۵ء

تعارف

سورما

ممتاز مفتی کے بارے میں پچھ کمنا آسان شمیں۔ آپ کسی اسکول میں چلے جائیں جہاں وہ پڑھاتا رہا ہے اور اس کے متعلق بوچھیں تو اس کے شاگر د کمیں گے "ان کی ہاتیں ؟ کیا بات ہے ان کی ہاتوں کی گر ان کا ڈنڈا توبہ ہے!! اساتذہ مسکرا دیں گے ہاں تھا تو یار آ دی، گر کچھ عجیب ساتھا۔ " ہیڈ ماسٹراطمینان بھرا سائس لے گا " خیر، اب تو یہاں سے چلاگیا، چھوڑ ہے اس بات کو۔ "

آل انڈیاریڈیو کے کسی رکن سے پوچھنے " وہ فخص؟ خصوصیت تو خیر، ویسے خوب آ دمی ہے۔ اچھاہی ہے۔ میرا مطلب ہے آپ سیجھتے ہی ہیں تا....."

مکتبہ اردو میں بات چھیڑئے۔ ان کی آنکھوں میں چک لرا جائے گی۔ "متاز مفتی؟ متاز مفتی ہی ہے۔ بال ذرا پیپول کے معاطع میں۔ لیکن خیر، حاجت مند کون نہیں۔

اس کے والد سے بات کیجئے۔ ایک ساعت کے لئے وہ خاموش ہوجائیں گے۔ مجر حقے کا ایک لمباسائش لے کر کمیں گے.... "اب توجو ہونا تھا ہوچکا۔ ہاں اگر وہ اتنا خود سرنہ ہوتا اور عقل سے کام لے سکتا تو اس کی زندگی سنور ہی جاتی۔ " نظریئے کے شیشے سے تراش تراش کر اپنے ڈھب کا بنالیتا ہے۔ لیکن وہ ساکت و جار بت، مشیق حرکات تو کر سکتے ہیں، فطری نہیں۔ ایسے مقامات پر پہنچ کر مفتی کے افسانوں میں فلوص اور سچائی نامکمل رہ جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں اس معاشی جبر کا ذکر مجمی لازمی ہے جو اس کی تخلیقوں پر پہرے بٹھا بٹھا کر اپنے ہنگامی مقاصد پورے کر اربا ہے۔

لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا جس مقام پر اس کی گرفت میں آئے ہوئے الفاظ اس کے نظریات کو پھھلانے کی قدرت رکھتے ہیں، وہاں اس کی جزئیات میں پھیلاؤ اور تجربہ میں بے بناہ کیکیلا پن بیدا ہو جاتا ہے اور وہ نمایت غضب ناک اور فتح مند شکاری کی طرح بے در بے ایسے نشائے لگاتا چلا جاتا ہے جو بھی شیں چوکتے۔

اس سب بچھ کے ہاوجود مجھے مفتی کے فن سے زیادہ اس کی شخصیت میں چیچ و خم د کھائی دیتے ہیں اور میرایقین ہے کہ اگر اس کی شخصیت میں چیچ و خم نہ ہوتے تو وہ مجھی بھی ایک بڑا فنکار نہ بن سکتا بلکہ صرف ایک سکول ماسٹر۔

اس کی بیوی سے بات کی جاتی تو وہ بنس دیتی۔ "اچھا! تو آپ انہیں مرد سمجھتے بیں؟" اور دوسری بیوی سے پوچھئے تو وہ ہونٹ پر انگل رکھ لے گی۔ "ان کی بات کررہے بیں آپ؟ان کی کیا بات ہے!"

ممتاز مفتی بچپن اور سنجیدگی کا امتزاج ہے۔ چھوٹے قد کا منحنی آ دمی، کموترہ چرہ، گدلی گدلی ہے جان آ نکھیں اور بڑا ساس بات سیجئے تو آپ حیران رہ جائیں گے۔ "ارے! بید تو محض بی حضور بیہ ہے۔ " احساس بر تری کی آیک اسر آپ کی رگ وپ میں دوڑ جائے گی۔ جھاتی قدرے ہاہر کو اینٹھ آئے گی۔

کسی موضوع پر چاہ وہ کتنا ہی مضحکہ خیز ہو، اس کی رائے در یافت سیجے تو نمایت خلوص اور دیانت داری سے آپ کی ہاں ہیں ہاں ملا دے گا۔ اس کی موجود گی ہیں کسی معاطے پر بحث کر دیکھئے، چرکا بیٹھا سنتار ہے گا۔ اس سے استضار سیجئے تو آپ کی ہنسی نکل جائے گی کیونکہ وہ آپ کے اور آپ کے مخالف کے ساتھ بیک وقت انفاق کر رہا ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ نکتہ متناز عہ فیہ آپ کی حیرانی اور ہنسی کے در میان کہیں کو جائے گا۔ اگر آپ ذرا سنجیدہ قتم کے انسان واقع ہوئے ہیں تو آپ کو غصر آنے گا گا یا آپ گا۔ اگر آپ ذرا سنجیدہ قتم کے انسان واقع ہوئے ہیں تو آپ کو غصر آنے گا گا یا آپ اسے مشکوک نگاہ سے دیکھنے لگیں گے۔

متازمفتی کو آپ اس روپ میں صرف اس صورت میں دیکھیں گے جبکہ آپ کی اس سے محض رسمی ملاقات ہو۔ لیکن اگر آپ اس کے دوست ہیں۔ پناہ بخدا۔ کاش کہ میں اور ممتاز مفتی محض شناسا ہوتے۔

جب میں اس سے پہلی مرتبہ ملاتو وہ چار پائی پر بیٹا طبلہ بجارہا تھا۔ رسی
تعارف کے بعد اس نے ایک نظر میری طرف دیکھا "مزاج اچھے ہیں؟ تشریف
رکھے" اور پھرسے طبلہ بجانے میں منهمک ہوگیا۔ توبیہ ہے ممتاز مفتی، میں نے سوچا۔
اب اکثر مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ممتاز مفتی شاید مجھ سے اس اُن کے فقرے کا انتقام
لے رہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آ آ کہ ان دونوں میں سے حقیقی ممتاز مفتی کون ساہے۔
وہ جو پچھ سال پیشتر مجھ سے متعارف ہوا تھا اور مینوں محض واقف کار کی حیثیت سے

ملتار ہا یا یہ جواس وقت میرے پاس بیضا ہے اور دوستی کا دم بھررہا ہے۔

دوستی کی ابتدامیں وہ آپ کی شخصیت میں انو کھے گن دیکھے گاآور ان کا آپ سے
بے تکلف اظہار کرے گا۔ ایسے انو کھے گن جن کے وجود کا آپ کو وہم و گمان بھی نہ
تھا۔ آپ سمجھیں گے کہ وہ نداق کر رہا ہے اور آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ لیکن اثر قبول
کے بغیر اس کی باتوں کے رئٹین جال سے نکل جانا پچھ آسان کام نہیں۔ اس کی دلیل
کارنگ مجیب ہوتا ہے۔

" بے تعلقی، بے تکلفی اور سرراہے " اس کی گفتگو کی تین خصوصیات ہیں۔
بظاہروہ آپ کی شخصیت کی کسی خامی کے بارے میں بات کرے گا۔ لیکن بات کی تہہ
میں آپ کی شخصیت کی کسی انو تھی خوبی کی طرف اشارہ ہو گااور اس رکٹین اشارہ کی وجہ
میں آپ کی شخصیت کی کسی انو تھے پن اور منفرد نقطہ نگاہ کی شکفتگی کی وجہ سے آپ
حیران رہ جائیں گے۔ وہ نیا گن نہ جانے کہاں سے چیکے چیکے آپ کی شخصیت میں ابھر
آگے گا۔ بچھ دیر بعد آپ کو اپنا اندر استے نئے گن محسوس ہونے لگیں گے کہ آپ
ایخ کر دار کے انو کھے بن پر ششدر رہ جائیں گے۔

آپ ہے اندر ایک ٹیا کر دار بیدار ہوجائے گا۔ جب یہ ٹیا کر دار آپ کے معمولات پر چانوں ایک ٹیا کر دار بیدار ہوجائے گا۔ جب یہ ٹیا کر دار آپ کے معمولات پر چھا جائے گاتو مفتی دفعتا آپ کی کمزوریاں دکھانے گئے گا۔ آپ کی ہربات کا تجزیہ کرے گاور آپ کی شخصیت کے کھو کھلے پہلووں کو اس شدت سے اجاگر کرے گا کہ آپ کی شخصیت آپ کی شخصیت سے شخصیت استوار ہوناتو کیا آپ کی پہلی شخصیت بھی کچی دیوار کی طرح بیٹھتی ہوئی محسوس ہوگی اور آپ کے اندر آیک ہے پناہ اور لامحدود خلا پیدا ہوجائے گا۔ آپ اس انمٹ خلا کو سجس سے پڑکر نے کی کوشش کریں گے گر اس سے المجنوں میں اضافہ ہوجائے گا۔ آپ جابیں گے کہ اس کی تھینکی ہوئی کمند کو آثار سے کھیئیس۔ اس کی باتوں کو بے وقعت بناد سے کی کوشش کریں۔ جی چاہے گا کہ آپ اس کے بہن دور بھاگ جائیں گر آپ بے حس ہو بھے ہوں گے۔ آپ اس کی باتوں کو نے وقعت بناد سے کی کوشش کریں۔ جی چاہے گا کہ آپ اس کی باتوں کو نے وقعت بناد سے کہیں دور بھاگ جائیں گر آپ بے حس ہو بھے ہوں گے۔ آپ اس کی باتوں کو نہ

سننے کی کوشش کریں ہے۔ ان کا زاق اڑا تا چاہیں ہے۔ گراس کی باتیں ذہر دسی آپ کے اندر قیام کر پچکی ہوں گی۔ آپ پر چھا پچکی ہوں گی۔

آپ بے حدمظلوم اور مجبور ہوجائیں گے لیکن آپ کی سب سے بڑی بدشمتی ہیں ہوگی کہ اس کا یہ تیارخ آپ کو اور بھی متاثر کر دے گا۔ آپ کے دل میں اس کے لئے ایک خاص مجگہ پیدا ہوجائے گی اور آپ بھر اس کی طرف بھا گنا جاہیں گے۔ آپ کا جی جاہے گا کہ آپ بریہ ظلم ہو آ رہے، ہو آ رہے۔

متاز مفتی آیک حالتیں بدلنے والا کیڑا ہے۔ میں گر گٹ کالفظ جان ہو جھ کر استعال نہیں کرنا چاہتا۔ پہلے پہل تو وہ آپ کو محض آیک کو یا سانظر آ آ ہے پھر آپ محسوس کرتے ہیں کہ وہ کیڑے کی طرح رینگ رہا ہے اور آ گھ کے جھپاکے میں آپ محسوس کرتے ہیں کہ وہ آیک مچھر کتا ہوا سنپولیا بن کر آپ کے گرد منڈلا رہا ہے۔ ان مجیب دیمجیت ہیں کہ وہ آیک مجھر کتا ہوا سنپولیا بن کر آپ کے گرد منڈلا رہا ہے۔ ان مجیب کیفیتوں کی وجہ سے اس کے بارے میں لوگوں کے خیالات بہت مختلف اور دلچسپ

یں اوہ کندھے سکوڑ کر اوہ! میں، یعنی سے اس کے اپنے بارے میں دریافت کریں تووہ کندھے سکوڑ کر کے گا "اوہ! میں، یعنی میرا مطلب ہے آپ میرے بارے میں پریشان کیوں ہوتے ہیں؟" لیکن اگر آپ اس کی ڈائری دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ اپنے بارے میں واقعی پریشان ہوتا رہا ہے۔ اس کی ڈائری کا ایک ورق ملاحظہ ہو۔

"سندباد جمازی کی طرح میرے کندھوں پر بچین کا بڈھا سوار ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ لوگ اس بھید سے واقف ہو چکے ہیں اور مجھ پر ہنتے ہیں۔ مدت تک میں کوشاں رہا کہ لوگ مجھے ایک سنجیدہ آدمی سمجھیں اور مناسب اہمیت دیں۔ اس مسلسل کوشش کا صرف میں نتیجہ ہوا کہ میرے ماتھ پر ایک تنوری سی ابھر آئی۔ اب میں است منافے کی ناکام کوشش میں لگار ہتا ہوں۔

میری طبیعت بے بھکم، بے لگام اور بے صبر ہے۔ اس میں روانی نہیں، توازن نہیں، صبط نہیں۔ میری طبیعت میں بنیادی طور پرجو جذبہ کار فرما ہے، وہ جھجھک اور کمتری ہے۔ جھ میں باقاعدہ چلنے ک جذبہ کار فرما ہے، وہ جھجھک اور کمتری ہے۔ جھ میں باقاعدہ چلنے ک ہمت نہیں۔ ہاں بھی بھی بدک کر بے تخاشا دوڑ پڑتا ہوں۔ میری شخصیت پر عورت کا عضر وضاحت کے ساتھ غالب میری شخصیت پر عورت کا عضر وضاحت کے ساتھ غالب

اگر میرا ذہن ایک کی سڑک ہے تو دل ایک الجھی ہوئی گڈنڈی۔ دونوں میں کوئی مناسبت نہیں جس کی وجہ سے میری طبیعت میں توازن نہیں ربط نہیں، سکون نہیں۔ ہر گھڑی ایک کفکش سی لگی رہتی ہے۔

میں بے حد ڈرپوک ہوں اور بسااو قات اس خوف ہے کہ میرا

پول نہ کھل جائے، احمقانہ دلیری کے کام کر دکھانا ہوں۔ میں خدا ہے

ڈر نا ہوں اور اس لئے اس کی شان میں گستاخی کرنے ہے جھے تسکین ملتی

ہے۔ دل ہی ول میں دنیا ہے از حد خائف ہوں اور اس بات پر جھے

انتقاز آیک عظیم گناہ مجھتا ہوں۔ بلندیوں ہے اس قدر ڈر تا ہوں کہ

انتقاز آیک عظیم گناہ مجھتا ہوں۔ بلندیوں سے اس قدر ڈر تا ہوں کہ

اگر جھے کسی او چی چٹان پر بٹھا دیا جائے تو میں اس ڈر سے نیخ کے لئے

اس لئے کہ اس کی طرف کھنچا جاتا ہوں۔ عشق ہوجائے تو محبوب کو ملنے

اس لئے کہ اس کی طرف کھنچا جاتا ہوں۔ عشق ہوجائے تو محبوب کو ملنے

کی بجائے میری خواہش ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو فناکر دوں۔ میری محبت

کی مجائے میری خواہش ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو فناکر دوں۔ میری محبت

کی مجائے میری خواہش ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو فناکر دوں۔ میری محبت

کی مجائے میری خواہش ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو فناکر دوں۔ میری محبت

میری خواہوں دکھاتی دیتا ہے۔ بھے کنواری لڑکوں سے کوئی دلیہی

تار جھے ابھرا ہوا دکھاتی دیتا ہے۔ بھے کنواری لڑکوں سے کوئی دلیہی

تار جھے ابھرا ہوا دکھاتی دیتا ہے۔ بھے کنواری لڑکوں سے کوئی دلیہی

تار جھے ابھرا ہوا دکھاتی دیتا ہے۔ بھے کنواری لڑکوں سے کوئی دلیہی

تیں۔ کسی شیار کی آیک نظر پر دوشیزگی، نوخیزی، معصومیت اور النزین تج

ویے کو تیار ہوں۔ مجھے بدمعاش عورت سے عشق ہے۔
میرا ذہن توی، مدہی، خاندائی اور رسی تعقبات سے خالی
ہے۔ بین عزت اور خود داری کے جذبات سے قطعی کورا ہوں۔ "
متاز مفتی

اگرچہ آج کا ممتاز مفتی کل کے ممتاز مفتی سے مختلف ہے لیکن بنیادی طور پر
بالکل وہی ہے۔ بجین میں وہ سوتیلی ماؤں کے ذیر سامیہ رہا۔ چنانچہ اس نے عمر کا پہلا
حصہ اس غصے کے فلاف جماد کرنے میں گزار اجواس کے دل میں کثرت از دواج کے
فلاف پیدا ہوگیا تھا۔ اس ماحول میں بجپن گزار نے کی وجہ سے اس کی طبیعت میں ڈر
اور غصہ پیدا ہوگیا اور ان دونوں جذبوں پر اس کی شخصیت کی بنیاد رکھی گئی۔ متجہ بہ
ہوا کہ وہ ہے حد شرمیلا اور جب چاپ ہوگیا جس سے اس کی کالج کی ذکدگی برباد
ہوئی۔ یہ ذمانہ اس نے ایلمودی مائٹی اور پیڈرو بماور کی خاموش فلمیں وکھے کر، سستے
سگریٹ پی کر، مونگ پھلی کھاکر اور کالج سے بھاگ کر گزارا۔ زندگی کا دو مراحصہ
سگریٹ پی کر، مونگ پھلی کھاکر اور کالج سے بھاگ کر گزارا۔ زندگی کا دو مراحصہ
اس نے ایک عورت کے اثر سے آذاد ہونے کی ناکام کوشش میں کاٹا اور زندگی کی
شیری منزل افلاس کے فلاف لڑنے میں بسرکی کیونکہ اسے پیٹتالیس روپ کی حقیر رقم
میں آٹھ پیٹ یالئے بڑتے تھے۔

ممتاز مفتی مجلس آدمی نہیں۔ وہ کسی کو ملنے سے بہت بچکیا آ ہے۔ اسے گھر بیٹے رہنے کا بے حد شوق ہے۔ اگر آپ اسے کچھ کتابیں، چائے، یان، رکچھ کھانے کو اور ایک ریڈیو سیٹ دے کر ایک جگہ مفید کر دیں تواسے بہت دیر تک پنہ ہی نہ چلے گاکہ وہ قید ہے۔ اس کے برعکس اگر اسے کسی ایسی جگہ رکھیں جہاں بہت سے آدمی اور ہنگاہے ہوں تووہ گھراکر کمیں بھاگ جائے گا۔

گھر کا شوقین ہونے کے باوجود وہ فرمانبردار خاوند اور گھر بلومرد نہیں۔ ممتاز مفتی وقت نہیں وہا۔ مفتی وقت کے احساس سے قطعی آزاد ہے۔ اس کا کلاک بھی ٹھیک وقت نہیں دیتا۔ کما جاتا ہے کہ مشینری ہیشہ اپنے چلانے والے کی ذہنیت کے مطابق خصوصیات پیدا

کرلیتی ہے۔ بہت عرصہ ہوا کسی نے اس کے کلاک میں کوک بھر دی۔ عموماً صبح دس بجے سوئیاں نین پر ہوں گی اور گھنٹہ چھ بجائے گا۔ اگر بھی ایسا ہوجائے کہ صبح دس بجے سوئیاں ٹھیک وس پر بی ہیں تویقین رکھیں کہ گھڑی پر رات کے دس بج رہے ہیں، صبح کے نہیں۔

مقولہ ہے کہ شہراس مقام کو کہتے ہیں جمال لوگوں کو روپ کی قیمت کا اندازہ نہ رہے۔ اس لحاظ سے ممتاز مفتی مستقل طور پر شہر میں رہتا ہے۔ اسے فضول خرچی میں بڑی تسکین ملتی ہے۔ خصوصاً جب اس کا ہاتھ تحک ہو تو تسکین کی خواہش اور بھی تیز ہوجاتی ہے۔ زندگی بحر قرض ہی اس کی پونجی رہی ہے۔ لیکن تعجب ہے وہ کمیں نہ کمیں سے او معلم کا انتظام کر ہی لیتا ہے۔ آپ نے کیمائی عزم کیا ہو کہ آپ اسے بچھ نہ دیں گے گروہ آپ سے مائے گائی پچھ ایے انداز میں کہ آپ اپ ملرے ارادوں کو کیمر بھول جائیں گے۔ خوش تسمی سے اس میں خود داری نام کو بھی نہیں اور اس سے وہ اپنی سدا بمار غربت اور بدنامی کے فتیج نتائج سے بچا ہوا ہے۔ وہ خود داری کو ایک بہت بڑی خوبی تور خوبی نہیں آگے۔ بہت بڑی خوبی خوبی آبک بہت

دفتر جاتے ہوئے اے اکثر خیال آنا ہے کہ چڑاسیوں کو سلام کرنے کی عادت آچی نہیں۔ اے اپنی اس کمزوری پر غصہ آنے لگتا ہے اور وہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ آج چڑاسیوں کو سلام نہیں کرے گا اور ان کے سلام کے جواب میں صرف سر ہلا دے چڑاسیوں کو سلام نہیں کرے گا اور ان کے سلام کے جواب میں صرف سر ہلا دے گاجیسا کہ ایک خود وار آدی کو کر ناچاہئے لیکن موقعہ آنے پر اس کا ہاتھ خود بخود اللہ عامل!"

اگراس کاافراس ہے کے " دیکھے صاحب! آپ نہیں بجھتے۔ " تو سوپے سے بغیراس کے مند سے نکل جائے گا، "جی ہاں..... بی ہاں۔ " بھر ملاقات کے بعد دفعتاً اسے احساس ہوگا کہ جاہے وہ افسر ہے لیکن اسے بیہ نہیں کہنا چاہئے تھا۔ "میں نہیں جمتا۔ میں؟"

سکے گا، اس کئے وہ اسے بگسر بھول جائے گا آگہ اسے چھپائے کی زحمت سے چھوٹ جائے۔

وہ ذہنی انجھنوں سے بہت ڈر آ ہے۔ اگر اسے بتایا جائے گہ وہ نوکری سے برخاست کر دیا گیاہے تو وہ ایک لیمے کے لئے پریشان ہوجائے گا گر فور آ بی اپنے آپ کو اس مشکل کے لئے تیار کرے گا اور اس طرح اپنی زندگی سے انجھن اور غم کو منا دے گا۔ تھوڑے بی و تنفے میں وہ اس تبدیلی کے لئے اس قدر تیار ہوچکا ہوگا کہ اگر دوبارہ اطلاع بہنچ کہ وہ بحال کر دیا گیا تو پریشان ہوجائے گا اور اسے اپنی نئی سیموں کے ضائع جلے جانے کا بہت و کہ ہوگا۔

اس کی طبیعت کی افاد ہی پچھ ایسی ہے کہ وہ بڑے سے بڑے حادثے پر بھی سائے میں نہیں آیا۔ عزیز ترین دوست کی موت پر بھی اسے دھیکا نہیں پہنچا۔ ایسی خبر سن کر وہ خالی الذہن ہوجائے گااور اس کے بر تاؤسے مترشح ہوگا کہ وہ غمزوہ نہیں بلکہ کھویا کھویا ساہے۔ پھر دھیرے وہیرے غم اس کے احساسات میں سرابیت کرے گا، قطرہ قطرہ ہوکر۔ اچانک اور فوری خوشی پر بھی اس کا طبی توازن قائم رہتا ہے کیونکہ اس نے اپنے گرد تسکین واطمینان کا ایک خول سابنار کھا ہے۔

وہ ذیادہ بلند امیدیں اور توقعات استوار نہیں کر تا تاکہ پوری نہ ہونے ہر اسے دکھ نہ پنچ۔ کوئی مسرور کن توقع ہوتو وہ اسے بھلا دے گا۔ بھلانہ سکے توزیادہ اہمیت نہیں دے گا اور دل ہی دل ہیں امید رکھے چلا جائے گا کہ وہ توقع پوری ہوکر اسے ایک اور خوشکوار تنجب بخٹے اوراگر وہ پوری نہ ہوتو مایوس کے صدے سے اپنے آپ کو محفوظ کرے۔ اسے چینے دیکھنے کی عادت ہے۔ عام طور پر جب اسے سائیل پر آپ کو محفوظ کرے۔ اسے چینے دیکھنے کی عادت ہے۔ عام طور پر جب اسے سائیل پر کسی دور جانا ہوتورستے کی تکان سے بچنے کے لئے کسی چینے ہیں کھو جائے گا۔ جوانی کسی دور جانا ہوتورستے کی تکان سے بچنے کے لئے کسی چینے ہیں کو جائے گا۔ جوانی کے ذمانے ہیں وہ کر ائیڈن سے کراچی تک ہوائی تیز رفتاری کا ریکارڈ قائم کیا کر تا تھا۔ جب وہ ہوا بازی سے میر ہوگیا تو دنیا کا مشہور کر کٹ باؤلر بن گیا اور بہا او قات تھا۔ جب وہ ہوا بازی سے میر ہوگیا تو دنیا کا مشہور کر کٹ باؤلر بن گیا اور بہا او قات تھا۔ جب وہ ہوا بازی سے میر ہوگیا تو دنیا کا مشہور کر کٹ باؤلر بن گیا اور بہا او قات

وہ اپنی حماقتوں کا اعلائیہ اظہار کرنے سے ذرا نہیں تھبراتا بلکہ اسے اپنی کئی ایک حماقتوں پر ناز ہے۔ وہ دوستی، عبت، ایٹار اور قربائی کو حماقتیں جمعتا ہے اور عام آدمی کو عزت کی نظر سے ویکھتا ہے۔ اس کے خیال میں عوام ذہین آدمیوں سے بمتر مخلوق ہیں۔ اس کے نظر کے مطابق ذہنی قابلیت حاصل ہونے سے انسانیت کی خوبی کم ہوجاتی ہے اس کے وہ علم کو انحراف سجھتا ہے اور جذبہ کو صراط متنقیم۔ اس کی خوبی کم ہوجاتی ہے اس کے وہ علم کو انحراف سجھتا ہے اور جذبہ کو صراط متنقیم۔ اس کی رائے میں زندگی کی تمام تر دلچہی، رنگینی اور خوشی عوام کے دم قدم کا نتیجہ ہے۔

متازمفتی حتی الوسع جھوٹ نہیں ہو آنا گرید خوبی عمدہ اخلاق کا نتجہ نہیں کیونکہ اس کے نزدیک جھوٹ یا ہے ہولئے کا عمدہ اخلاق سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا خیل ہے کہ جھوٹ ہولئے کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب لوگوں کا ڈر غالب ہو یا یہ خوف طاری ہو کہ مخاطب میں سپائی ہر واشت کرنے کی ہمت نہیں۔ چنانچہ متازمفتی محض آپ کے جذبات اور احساسات کے احرام اور اخلاق کی خاطر جھوٹ ہولنا گوارا کرے گااور جھوٹ ہول کر آپ کی ذات پر بہت بردا احسان کرے گا۔ چونکہ ابتدا۔ وہ لوگوں سے از حد خانف تھا، اس لئے اپنی جان بچانے کے لئے جھوٹ ہولئے سے نہیں اوگوں سے از حد خانف تھا، اس لئے اپنی جان بچا ہول دینا لوگوں کو دھوکا دینے کا میاب ترین ڈریعہ ہے۔

اس میں راز داری کی اہلیت ہے جمکہ ہے۔ ممر وہ اس اہلیت کو استعال کرنا پند نہیں کرتا۔ آپ اسے کسی بات کے راز رکھنے کی تاکید کر دیں، وہ بات اس کے سر پر سوار ہوجائے گی، دل پر بو جو سابن جائے گا، حتیٰ کہ وہ راز قاش کر دیتے پر مجبور ہوجائے گا تاکہ اسے سکون مل سکے۔ اگر بیہ بات آپ کے ناموس کے متعلق ہے اور اس کاراز رہنا ضروری ہے تووہ کسی کو اعلانیہ تو نہیں بتائے گا محر چھیا کر بھی نہیں رکھ

بھی کچھ زیادہ در تک دلچسپ نہ رہ سکا، اس لئے اس نے دیبک راگ کی صحیح بندش کھوج تکالی۔ وہ مجمعوں میں اس راگ کا اللب کیا کرتا۔ دیک کی جلتی ہوئی تانوں سے اہل محفل کے دل سلگ سلگ جاتے، بنیاں جل جل اٹھتیں اور لوگ جیرانی ہے بت ك بت ب تكت رئے - آج كل اس كے خواب بين الاقواميت سے تعلق ركھتے ہيں۔ اس نے ایسی عجیب شعاعیں ایجاد کرر تھی ہیں جن کی مدد سے وہ بارود کو بھٹنے ہے روک سكتاب اوران شعاعول كى مدد سے وہ آج كل دنيا كے امن كومحفوظ كرر باہے - محران سپنوں میں اس نے مجھی روپ اور حکومت کے حصول کا بروگرام نہیں ہنایا، اگرچہ اسے یہ بھی پیندہے کہ خرچ کرنے کے لئے اسے روپیے مل جائے۔ لیکن اگر اس کے یاس بہت ساراروپیہ آجائے تواس کی زندگی کا آوھالطف ختم ہوجائے گا۔ آج کل اس کی صرف میں آرزو ہے کہ اس کے یاس ایک ریڈیوسیٹ ہو۔ کاریا بنگلے کامالک ہونے کی خواہش اس میں مجھی پیدا نہیں ہوئی۔ اپنے آپ کوبردا آ دمی یا حاکم تصور کرنا اسے قطعی پند نہیں۔ چند ایک امیرانہ چیس حاصل ہوجائیں تواسے کوئی اعتراض نہ ہوگا بشرطیکہ اس کی موجودہ طالت جول کی تول رہے۔ اس کی موجودہ زندگی بے بروائی اور مقلسی کا امتزاج ہے۔ عمر سراس کے سامان میں ایک چٹائی، ایک بستر آیک ٹرنگ اور دو آیک کرسیاں شامل رہیں ۔ اس کے گھر ادر کر دار کی سب سے بردی خصوصيت بے تربيمي ہے۔

وہ صبح سویرے ہی اٹھ جیٹھتا ہے اور اس جگد سے اٹھ کر جہاں سویا ہوا تھا، کسی اور جگد پر جاکر پھر سوجا آ ہے اور پھر جائے دانی کی گھنگ سے بغیر آ تکھیں نہیں کھولا کیونکہ جائے پینے کی اسے لئے ہے۔ حلق میں پہلا بیالہ انڈیلنے کے بعد اس کے اردگر دکر دکی دنیا بیدار ہونے لگتی ہے آ آئکہ چیزوں کی ماہیت کا تناسب پوری طرح قائم ہوجا آ اسلامی کے دنیا بیدار ہونے لگتی ہے آ آئکہ چیزوں کی ماہیت کا تناسب پوری طرح قائم ہوجا آ

مشرانگ جائے فی فی کر اسے بار بار بیشاب کرنے کی عادت پیدا ہوگئی ہے۔ اس شکایت سے عابز آکر ایک دفعہ اس نے ایک مشہور و معروف ہومیو پیتھک ڈاکٹر

سے ملنے کے لئے دُور وراز کاسفرافقیار کیا۔ اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے اس نے ڈاکٹر کو ہتایا کہ بیاری اس قدر پرائی ہے کہ اسے اس کی ابتدا کی مہیت کے متعلق کچھ یاد نہیں رہااور اب وہ اس کا اس قدر عادی ہوگیا ہے کہ اپنے آپ کو اس کے بغیر تصور ہی نہیں رہااور اب وہ اس کا اس قدر عادی ہوگیا ہے کہ اپنے آپ کو اس کے بغیر تصور ہی نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر جو بیک وقت معالج، قلفی اور درولیش تھا، یہ سن کر خوب ہنسا اور کئے لگا کہ پھر علاج کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مفتی ڈاکٹر کی بات سے اس قدر متاثر اور محفوظ ہوا کہ دوائی لئے بغیر ہی لوث آیا۔ اس دن کے بعد اس نے بھی بھول کر بھی علاج کی ضرورت محسوس نہیں گی۔

اس کی زندگی کا زیادہ وفت چیزیں ڈھونڈنے میں گزرا ہے۔ مثلاً پہل بنائے کے لئے وہ چاتو کی تلاش کرے گا اور اس تلاش کے دوران میں قطعی بھول جائے گاکہ وہ کیا تلاش کررہا ہے۔ بفرض محال جاتواس کے ہاتھ آجائے تواس کی پنسل تم ہوجائے گی اور وہ اس پنسل کو ڈھونڈنے میں کھوجائے گاجواکن جانے میں اس نے کان برا تکالی تھی۔ گھر میں اسے نظے یاؤں ، اُن دھلے منہ اور بالول کے گہنی کے کنجل مجمواتے بریشان پھرتے ہوئے و کھے کر نہ جانے کیوں آپ کے ول میں بدروی کاجذبہ بیدار ہوجائے گا۔ ممکن ہے کہ آپ اس سے بغلگیر ہوکر روویں۔ کام کرنے بیٹھتا ہے تو اس کا سارا وقت اِد حراُد حرکی معمولی ضرور بات کو پورا کرنے میں کنتا ہے اور کام ایک ضمنی چیز ہوکر رہ جاتا ہے۔ چند ہی سطریں لکھ کر وہ یانی کاایک گلاس پتیا ہے اور پھریان کھا آ ہے، پھر پیشاب کر آ ہے اور پھریانی پتیا ہے۔ اس طرح وہ ایک تھنے میں میں سطریں لکھتا ہے، چار گلاس پانی پیتا ہے، وو بان چبا آ ہے، وو دفعہ پیشاب کر آ ہے۔ اکثر وو ایک سگریٹ بھی لی لے تو مضائقتہ شیں سمجھتا۔ اس کے باوجود اگر اس کی بیوی اس جاریائی بر گذار شخص سے جو ہروفت اس سے پانی، پان، سكريث اليي چيزي مانكمار بتاہے، تعلق قائم ركھنا جائى ہے تو تعجب كامقام ہے۔ مكر اس کے علاوہ اس کی بیوی کو اس سے کوئی شکایت نہیں ہو سکتی کیونکہ ممتاز مفتی ایک الچما خاوند ہے۔ لیکن تھمریتے میہ بات ڈرا وضاحت طلب ہے۔

رہا..... اور آج ان جمیلوں سے قطعی طور پر آزاد ہوچکا ہے۔

اس کی روزانہ زندگی میں سستی کا جذبہ بے حد کار فرا ہے۔ وہ اپنی کابلی اور نا کارہ ین کو جانیا اور اعلانیہ سلیم بھی کرتا ہے۔ وہ سارا دن کچھ نہ پچھ کرنے میں مصروف رہنا مگر شام تک مجموعی طور پر مجھ بھی نہیں کر پایا۔ بہت ضروری کام کرنا ہو تواس وقت اس کاول ایک ایک کے ڈرامے بڑھنے کے لئے مچل جائے گا نفیاتی مقالہ لکھنا ہو توراگ کی کتاب لے بیٹے گا۔ کمانی لکھنے کی اشد ضرورت دربیش ہو تو نفسیات یو صفے لکے گا۔ چھوٹی عمر ہی سے اسے راگ سے عشق ہے۔ اس شوق کو بورا کرنے کے لئے وہ آیک مقامی میوزک کالج میں داخل بھی ہوالیکن اسمی دنوں كالح مين أيك مراى أتے جائے لگ كيا جو راك كا ديواند تھا۔ انفاقا وہ مراس ہندوستانی نہیں سجھتا تھا اور راگ مائٹر انگریزی سے بے بسرہ تھا۔ چنانچہ ان دونوں کی تر جمانی کرنے کا فرض مفتی کو اوا کرنا بڑا۔ وہ راگ کا دیوانہ گانے کی وهن راگ ماسرے سکے لیتااور پھر متازمفتی سے گانے کے بول انگریزی میں ترجمہ کروا کر عجیب مفتحكه خيرانداز مين كانا شروع كرويتا- " بليے سف داؤن ان دا ترين كوات لي- "ار آئی ول کونواے سلیب بلیے " اس دلیب راگ سکشا میں مفتی کواس قدر مزا آنے لگا کہ خود سکھنے کی بات بس بشت بڑ گئی۔ بعدہ اس نے راگ کا غائر مطالعہ بھی کیا اور تمرول کے تموجات، ٹمپرڈ سکیل، آر وہی امر وہی سمی معلومات حاصل کرلیں اور اب وہ راگ کو بورے طور پر مجھتا ہے۔ آپ صرف اے اتنا بنا دیں کہ کیدارا گایا جا رہا ہے۔ بھر وہ فورا اسے پہلیان لے گا اور معا اس کی وکر جال اور جذبات بدا كرنے والے امّار حِرْهاؤے مخلوظ ہونے لگے گا۔ نہ سمجے تو بھی وہ راگ ہے ہے حد متاثر ہو تا ہے۔ کچھ دن راگ سفنے کے بعد اس کے دل میں شدید جذبہ پیدا ہو تا ہے کہ مر کھے یا کرے۔ راگ ہے اسے تسکین ملتی ہے، ایسی تسکین جواس میں ایک تغییری اضطراب بيداكرتي ہے۔

متاز مفتی نے اپنے گرد و چیش کی ہرایک چیز میں ایک عجیب سی دور خی کو

ممتاز مفتی آیک ایسا بچہ ہے جو یہ پیند نمیں کر تاکہ اسے کوئی بچہ سمجھے۔ دل ہی دل میں وہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی اس کی دیکھ بھال کرے اور اسے مناسب وقت پر مناسب کام کرنے پر مائل کرے لیکن سے سب پچھاس انداز سے ہو کہ اس معلوم نہ ہو کہ اس کی دیکھ بھال کی جارتی ہے۔ اگر اسے شک پڑ جائے کہ اس سے ایک بنچ کا سالوک کیا جارہا ہے تو اس میں سویا ہوا مرد بیدار ہوجائے گا اور اپنی تحقیر کے خلاف سالسلوک کیا جارہا ہے تو اس میں سویا ہوا مرد بیدار ہوجائے گا اور اپنی تحقیر کے خلاف جماد کرے گا کو دار شرے تو وہ بھاس اگر اس کی بیوی اس سے عام بیویوں کا ساسلوک کرے اور ڈر کر رہے تو وہ بر عکس اگر اس کی بیوی اس سے عام بیویوں کا ساسلوک کرے اور ڈر کر رہے تو وہ بر عکس اگر اس کی بیوی اس میصف کے گا۔ اس گھریلو جھڑوں سے اس قدر نفرت ہے جائل، تکتی اور بے عقل بیصف کے گا۔ اس گھریلو جھڑوں سے اس قدر نفرت ہے کہ بسااو قات وہ جھڑے کے خطرے کو روکنے کے لئے اپنی بیوی سے جھڑا چھیڑ لیٹا ہے۔

متاز مفتی نے زندگی میں دوبار محبت کی ہے۔ پہلی دفعہ جب وہ محص آیک کما
لاکا تفااور اسے اپنا کوئی بہتر مصرف سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اس کے گرد آیک بیگانہ اور
ہ پرواہ دنیا بھری پڑی تھی۔ آیک ایس دنیا جس میں نہ تواس کی کوئی حیثیت تھی، نہ
وقعت۔ اپنی اہمیت ثابت کرنے کے لئے اس نے بیروگ لگا لیا۔ اس کی پہلی محبت کی
نوعیت ہی بچھ ایسی تھی کہ وہ تعمیری نہ ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ اس کا انداز محبت
بذات خود تخربی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عمر بحر کے لئے اس کے ماتھ پر بدنای کا فیک لگ
بذات خود تخربی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عمر بحر کے لئے اس کے ماتھ پر بدنای کا فیک لگ
اقربا کے ساتھ ساتھ اپنے آپ سے بھی بر سرپیکار رہا۔ وہ اپنی محبوبہ سے بیک وقت
محبوبانہ محبت اور نفرت محسوس کر تا تھا۔ اس کی دوسری محبت در حقیقت اپنی پہلی محبت
ہوئیا۔ لیکن حالات ساز گار نہ ہوئے اور وہ اپنے آپ کو آزاد کر انے کی کوئی صورت نہ
ہوگیا۔ لیکن حالات ساز گار نہ ہوئے اور وہ اپنے آپ کو آزاد کر انے کی کوئی صورت نہ
پاکر انتقاباً پھر سے اس پہلے جمیلے میں جا پھنسا۔ تعجب کی بات یہ نہیں کہ وہ شدید ذہنی
کرب اور دسوائی میں کیے زندگی گزار سکا بلکہ سے کہ وہ ان مشکلات کے باوجود جیتا

يبش لفظ

جیپ میرے افسانوں کا تیسرامجموعہ ہے جے مکتبۂ اردونے پہلی بار ۱۹۳۷ء میں تقسیم سے پہلے شائع کیااور اب فیروز سنر لاہور دوبارہ شائع کر رہے ہیں۔ اس مجموعے کے بیشتر افسانے میں نے اس زمانے میں لکھے تھے جب میں سکول میں پڑھاتا تھا۔ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۵ء تک میں مختلف سکولوں میں پڑھاتا رہا۔

۱۹۳۷ء میں، میں نے افسانہ نولی کی ابتدا کی۔ میں نے یہ مجمی نہیں سوچاتھا کہ کیسے کا شغل اپناؤں گا۔ ار دو زبان اور ادب سے میں ناوانٹ تھالیکن حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ لکھٹا مجھ پر عائد ہو گیا۔

تکھنے کے لئے جس موضوع کو میں نے اپنایا، اس دور میں وہ بہندیدگی کی نظروں سے جس دیکھا جاتا تھا۔ خصوصاً ایک سکول ماسٹر کا ایسے موضوع پر لکھنا ناقابی معانی فعل تصور کیا جاتا تھا۔

اساتذه كرام صرف اسلاى يا اخلاقي موضوعات بر لكيف كي اجازت دية

وس سال میں چوری چھے مہتاز مفتی کے نام سے افسائے لکھتارہا۔ سکول میں میرا نام مہتاز حسین تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ مہتاز مفتی کون ہے۔
میرا نام مہتاز حسین تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ مہتاز مفتی کون ہے۔
میں نے دس سال بھی کسی ادبی محفل میں شرکت نہیں کی تھی۔
ان حالات میں میرا مجموعہ جھینے کا کوئی امکان نہ تھا۔
میرا پہلا مجموعہ ان کبی ۱۹۴۳ء میں مکتبہ ار دولا ہور نے شائع کیا۔ یہ بھی آیک حس انقاق تھا کہ تین مجموعے تو چھیے گئے لیکن مصنف گمتام رہا۔

شدت سے محسوس کیا۔ وہ اس بات کو جان کر جران ہوا کہ آوی کے ول میں بیک وقت مختلف اور متفاد خواہشات اور رجانات موجود ہوتے ہیں جس کی دجہ سے وہ فطرت کی عجیب ترین چیز ہے بھی عجیب ترہے۔ اس نے محسوس کیا کہ ار دوادب اس جیران کن دور کی سے قطعاً ناواقف ہے۔ ار دوادب نے نفس لاشعور کی آر ذوول کو ابھی نہیں بچپانا۔ محبت کو محفل آر ذو کے سوا پچھے نہیں سجھااور سے سب پچھے دکھ کر اس کے دل میں لیعنے کا جذبہ بیدا ہوا۔ متاز مفتی زیادہ تر واستاوسکی، یونگ ایدل، بر ٹرینڈ رسل اور فرائد کی تحریروں سے متاثر ہوا۔ نفس لاشعور کی ڈھئی چھپی باتوں کا اظہار کرنا کوئی آسان کام نہیں، اس لئے متاز مفتی کو آج تک اپنی تحریروں کے متعلق بید کین بیدا نہیں ہوا کہ وہ ان ان کی باتوں کا اظہار کامیابی سے کرسکا ہے یا نہیں۔ پھر بیدا نہیں ہوا کہ وہ ان ان کی باتوں کا اظہار کامیابی سے کرسکا ہے یا نہیں۔ پھر بیک اسے تسکین ہے کہ وہ قال کی توجہ تواس طرف مبذول کرسکا ہے۔

میں نے بات کرنے کی کوشش کی۔ فغنول آئیں ہائیں شائیں نہ کر۔ میں نے پوری شختین کر لی ہے اور دیکھ ہم پبلشرز راز ر کھنا جانتے ہیں۔

فیکسٹ بک کے علاوہ جارا ایک ذیلی ادارہ بھی ہے، مکتبہ اردو، جواوبی کتابیں شائع کرتا ہے لیکن خوش فنمی جس نہ رہنا۔ مجموعے کے چھپنے پر تجھے ذیادہ سے زیادہ تمن سورد ہے راکھی طل گیا ورنہ ان تمن سورد ہے راکھی طل گیا ورنہ ان صالات میں میرا مجموعہ شائع ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔

ممتاز مفتی جولائی ۱۹۹۲ء سکولوں میں دری کتابول کے پبلشر آیابی کرتے ہیں۔ جارے ہاں بھی آیا کرتے تھے۔ ان میں آیک صاحب چود حری برکت علی تھے۔ چود حری برکت علی بڑے منفرو کروار کا مالک تھا۔ بڑا خود اعتماد تھا۔ مند مجھٹ تھا، دلیر تھا، اساتذہ سے ڈانٹ کر بات کرنے کا عادی تھا۔

ایک روزوہ مجھے انگلی لگا کر ایک طرف لے گیا۔ کمنے لگامیں تجھے ایک آفر دیتا ہوں۔ تو ہمارے لئے ار دو ہے انگریزی میں ترجے کی ایک کتاب لکھ دے۔ بول کیا کتا ہے۔

میں نے کماچود حری کسی لائق استاد سے لکھوا۔ وہ غصے میں بولا۔ کس سے کون سی کتاب لکھوائی ہے، اس کا قیصلہ ہم خود

کرتے ہیں۔ ہم پبنشرز برے ویل انفار فر ہوتے ہیں۔ تیری تنخواہ کیا ہے؟ اس نے اوجھا۔

بینتالیس روپے۔ میں نے جواب ویا۔

ہم منہ میں نین ہزار روپ معاوضہ دیں گے۔ تیری چھ سال کی تنخواہ۔ ڈیڑھ ہزار ابھی معاہدہ کرتے پر اور ہاتی جب تو مسودہ دے گا۔ بول کیا کتا ہے۔

میں خاموش بیشارہا۔

تيرا وماغ تو تھيك ہے مسٹر۔ وہ چلايا۔

میرا دماغ تھیک نہیں۔ میں نے کما۔

تو پاگل ہے۔ وہ چلایا۔ ہم ایسی آفر کسی کو نہیں دیتے لیکن تو یا تواحق ہے اور میں میں میں میں ایس میں ایس میں میں میں میں ایس کے ایس کا میں میں ایس کے ایس کا میں میں میں میں میں میں میں می

یا پاکل۔ یہ کمہ کر وہ چلا گیا۔ جید ماہ کے بعدوہ مجر آگیا۔

انگلی سے بھے اشارہ گیا۔ میرے ساتھ چل۔ وہ ایک ہوٹل پررک گیا۔ بولا پہلے طعام پھر کلام۔ کھانا کھاتے ہوئے اس نے سرسری انداز میں کہا ممتاز مفتی میں نے تیری چودہ کمانیاں حاصل کرلی ہیں۔ تین کمانیاں تو دے دے اور ہم تیرامجموعہ شائع کر دیں گے۔ نیلی

پائے ری کیسا پیادا بچ تھا آپا کا ۔ بھورا بھورا ۔ جیسے ڈرد روئی کا کال ۔ بھورٹے چھوٹے چھوٹے گھوٹے کائے بھروں ۔ پر توبہ ! بھائی جان کی اتماں نے کتنا پاکھنڈ مچایا تھا ۔ بڑی آئی تھی تھے کی مالکہ ۔ بونہہ ! کویا اپنی گرہ سے خریدا تھا اُسے ! توبہ اس بڑھیا کی باتیں ! مجھے تو بنسی آ جاتی اُن کر ۔ وائت بول تو کوئی بات بھی کرے ۔ یول بولتی تھی جسے بگڑی بوئی چکی بھیچ ۔ بولی "پھیٹہ کو نہ دو ۔ گرا نہ دے " ۔ بڑی آئی جسے بگڑی بوئی چکی بھیچ ۔ بولی "پھیٹہ کو نہ دو ۔ گرا نہ دے " ۔ بڑی آئی جسے بگڑی بوئی چکی بھیچ بھیچ ۔ بولی "پھیٹہ کو نہ دو ۔ گرا نہ دے " ۔ بڑی آئی بول ۔ ہونہہ ! بھائی جان نے بہتیرا کہا ۔ لینے وو فیضو کو ڈرا ۔ کیا حرج ہے ۔ بول سے بول ۔ ہونہہ ! بھائی جان نے بہتیرا کہا ۔ لینے دو فیضو کو ڈرا ۔ کیا حرج ہے ۔ لیکن وہ بڑھیا ! ! ۔ اس وقت میرا جی چاہا کہ تھے کو اٹھا کو تھے پر چڑھ جاڈل اور ۔ اور ۔ ۔ بائے میں کیوں پھیٹنگی اسے ، کلیج سے نہ لکائے رکھتی ۔ ایسا یہ ایسار پی ہے نہیں بال ۔ ۔ ۔ اس وقت اس کی آنگھیں ! ! ۔ ۔ ۔ اس وقت اس کی آنگھیں ! ! ۔ ۔ ۔ اس وقت اس کی آنگھیں ! ! ۔ ۔ ۔ اس وقت اس کی آنگھیں ! ! ۔ ۔ ۔ اس وقت اس کی آنگھیں ۔ جسے کوئی صورت بنائی بونٹ شائے اور آنگھیں ! ! ۔ ۔ ۔ اس وقت اس کی آنگھیں ۔ جسے کوئی سے بھول کھول دیا ہو ۔ اور پھول سی آنگھیں ۔ جسے کوئی سے بھول کھول کیا ہو ۔ دونا تو جاتنا ہی نہ تھا ۔ ۔ ۔ ۔ اس وقت اس کی آنگھیں ۔ جسے کوئی سبز پھول کھول کھا ہو ۔ اور پھول سی آنگھیں ۔ جسے کوئی سبز پھول کھول کھا ہو ۔ اور پھول سی آنگھیں ۔ جسے کوئی

تنجے گی آنگوں تو اک تاشا بئی حوثی تحییں ۔ جو کوئی آتا اس کی آنگوں کی طرف دیکو دیکو دیکو کر کہتا ۔ ث جانے کس پر گیا ہے یہ شما ۔ ہمارے خاندان میں تو کسی کی آنکو ٹیلی نہیں اور پھر ایسی نیلی ۔ ۔ ۔ یہ بات بھی سچی تھی ۔ آیا کا بیاد اپنے ہی خاندان میں ہوا تھا ۔ بحائی جان ، آیا اور میرے پھو بھی ذاد تے ۔ اور ہمارے گروں میں تو سب "کل نینے "تھے ۔ بعائی جان کی آنکو کبھی شربتی ہمارے گروں میں تو سب "کل نینے "تھے ۔ بعائی جان کی آنکو کبھی کبھی شربتی جملک مارتی تھی وہ بھی صرف مسکراتے وقت ، مگر وہ مسکراتے ہی کہاں تھے ۔

آیا کی تو گھور کالی تھیں سیاہ ! اور توبہ ! ۔ ۔ ۔ کیسی موٹی موٹی ا! آکھ پھر کر ویکھتی تو دوسرا گھڑا کا گھڑا رہ جاتا میں تو ویکھنا مشکل ہو جاتا تھا ۔ آپ نظر پھر کر دیکھتی تو دوسرا گھڑا کا گھڑا رہ جاتا میں ہے۔ ہم پر شن ہو جاتی تھی ۔ ہم پر تو دکھایا کرو آنکھیں ۔ اس بات پر بھائی جان مجھے چھیڑتے ۔ "نہ بھٹی صفی ۔ فیضو کو نہ دکھایا کرو آنکھیں" ۔ "واہ آپ تو مذاق کرتے ہیں" ۔ میں کہتی ۔ اور وہ بن کر کہتے توبہ فیضو تمہاری آیا نظر بھر کر ویکھتی ہے تو اندھیرا گھپ ہو جاتا ہے ۔ اور تم ! تم دیکھتی ہو تو پھواد پڑنے گئی ہے ۔ "اوں" میں چڑ کر کہتی ہمبال پڑتی ہے پھواد ۔ میں جاتتی ہوں بناتے ہیں آپ " پر بھائی میں چڑ کر کہتی ہمبال پڑتی ہے پھواد ۔ میں جاتتی ہوں بناتے ہیں آپ " پر بھائی جان کا اور معامد تھا ۔ ان کی بات مجھے بری نہ گئی تھی ۔ اور وہ صرف مجھ ہو تو میں بی مذاق کیا کرتے تھے ۔ گھر میں تو انہیں چپ گئی رہتی تھی ۔ آبا ہے کبھی یوں بیتی تھی دولہا واہن سے کیا کرتا ہے ۔ پھر وہ کچھ اور کہتے تو میں بینی بیتی تو میں دیکھتے تو میں اور میں منہ موڑ لیتی جسے ۔۔۔۔ پر نہ جانے وہاں سے چلے آن کیوں میرے لئے اس قدر مشکل ہو جاتا تھا ۔ میں جانوں ۔ ۔ ۔ مجھے ٹہیں پت کیوں میرے لئے اس قدر مشکل ہو جاتا تھا ۔ میں جانوں ۔ ۔ مجھے ٹہیں پت

توپہ إبحائ جان كى المال نے تتھے كى آكھوں پركيا پاكھنڈ مجايا تھا ۔ يولى "يہ الكريج كہاں ہے آكيا ۔ اوئى المال ديكھو تو" نجمہ چلاتى "اب تو برى ہوئى جا ري بيس ۔ توبہ ۔ ۔ ۔ ۔ ! اور آيا بولتى "آنكھيں يہ ہوئيں گرگٹ ہوا" ۔ اور ہمارى مدازمہ بانو شور مي تى "ديكھو تو بى بى كيسا جافرانى رنگ ہے ۔ اور بال تو سونے كى مدرس بيل" ۔ "اونہوں" برھيا بربراتى ۔ "يہ تو لاکھ سنہرى بيل" ۔ آيا ان كى بات ہى كيا تھى اس ميں ۔ آفر سبھى كے بال بي ہوئة تھى ۔ شرمائے كى بات ہى كيا تھى اس ميں ۔ آفر سبھى كے بال بي ہوئة بيل ۔ پر آيا كا پہلا تھا تھا نا ۔ اس وقت آيا كى آئكھيں اور بھى گھود ہو جاتيں جيے گھٹا چھا جائے ۔ پھر وہ منہ موڑ ليتى وقت آيا كى آئكھيں اور بھى گھود ہو جاتيں جيے گھٹا چھا جائے ۔ پھر وہ منہ موڑ ليتى يا چہرے پر دوبتہ ڈال كر چھپ جاتى ۔ آيا بھى عجيب ہے ۔ پر ميں جانوں يا چہرے پر دوبتہ ڈال كر چھپ جاتى ۔ آيا بھى عجيب ہے ۔ پر ميں جانوں يا چہرائے كے ساتھ ساتھ وہ مسكراتى بھى تھى ۔ ليكن چھپ جمپ كر ۔ پھركوئى ديم المور بي عائم جي اللہ تھا تھا ۔ پورا انگریج ہے انگر جے " يا الكر جھپ ہوئى ۔ ايا بيم جي اللہ تھا تھا ۔ پورا انگریج ہے انگر جے " يا اللہ تھا تھا ۔ پورا انگریج ہے انگر جے " ۔ يا

کوئی ناواقف آتی تو وہ ننھے کو دیکھ کر غور سے آپاکی طرف دیکھتی ۔ اور پھر شھے کی طرف جیسے جیران ہو رہی ہو جبھی تو آپا کو لوگوں کا آنا جانا پسند نہ تھا ۔ اور وہ بات بات پر کہد اٹھتی "توہہ یہ میرا سر کھا جاتی ہیں " ۔

تھے کی آنکھوں ۔ رنگ اور بالوں کے بارے میں اگر کوئی ظاموش تھا۔ تو وہ بھائی جان تھے ۔ ۔ کسی نے نتھے کی آنکھوں یا صورت کا ذکر چھیڑا اور وہ بہانے بہانے اٹھ کر وہ گئے ۔ جیسے کچھ وہ لیس بہی نہ ہو اس بات میں ۔ بات سن کر آن سنی کر دیتے تھے ۔ اور گھر میں تو بس یہی آک بات چلتی تھی ان وٹوں تھے کی آنکھیں رنگ اور بال سبھی اسی بات کے دیوائے ہو رہے تھے ۔ بھائی جان ئے تو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا تھے کی طرف ۔ اے پیار بھی کرتے تو وصیان کسی اور طرف ہوتا ۔ میری طرف یا جیسے دیوارے پارکسی چیز کو دیکھ رہے ہوں ۔ مجھے تو یوں معلوم ہوتا تھا جی وہ ان آنکھوں کا بحید جانتے ہوں ۔ یا جیسے اے اپنے اسے اپنے آپ سے چھیا رہے ہوں ۔ یہ بات نہ تھی تو پھر وہ ہماری باتیں سُن کر دکھی کیول ہو جائے ۔ اور اس وقت مسکراتے بھی تو وہ جائے ۔ اور اس وقت مسکراتے بھی تو وہ کیا مسکراتے بھی ہوئی !!

اس روز وہ کس قدر گھبرائے جب امال کہنے لکیں "پھیضہ کس پر کیا ہے تھا" ۔ اور کنکھیوں سے بھائی کی طرف دیکھ کر مسکرائی ۔ یہ سن کر بھائی جان گھبرا کر اٹھ بیٹھے ۔ پھر آیا بولی ۔ "مجھے کیا معلوم انہیں سے پوجھیٹے" ۔ اس نے بھائی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور لکی مسکرانے ۔ بھائی جان کا رنگ اڑ گیا ۔ بڑی امال کب چھوڑنے والی تھی ۔ بولی ویکیوں جلیل کس پر گیا ہے تنھا ۔ دیکھ تو ڈرا" بھائی بولے "امال میں پوچھتا ہول وہ میرا بن کہال گیا ۔ جائے کس نے اٹھا لیا بھائی بولے تو ڈرا اپنے ہوئے کو تو درا اپنے ہوئے کو تو لے ۔ دیکھ تو دیری طرف بی دیکھ دہا ہے" ۔ "لیکن گیا کہال میرا بن " ۔ تو ڈرا اپنے بھائی بڑبڑائے ہوئے و دیری طرف بی دیکھ دہا ہے " ۔ "لیکن گیا کہال میرا بن "

" توبہ یہ آج کل کے لڑکے" ۔ بڑی امال بربڑاتی ۔ "بیٹے کے نام سے

تو چڑے انہیں اور اس کی امال کو چاہے کندھوں پر اٹھائے پھریں ۔ آپا تڑپ کر مڑی ۔ اس نے مجاہ بحر کر بڑی امال کی طرف ویکھا ۔ توبہ وہ ایک مجاہ ! جیے بچین بھری ہوں ۔ پھر آپا نے منہ موڑ لیا ۔ بھلا بڑی امال کی طرف یوں ویکھٹے سے فائدہ ۔ آپا بھی تو پھی ہے ۔ وہ بڑھیا تو مٹی کی بنی ہوئی ہے مٹی کی ۔ وہ تو کہی ہوئی ہے مٹی کی ۔ وہ تو کہی ہوئی ہار ڈھولک کی طرح نہ وہ تو کہی ہوئی بار بار ڈھولک کی طرح نہ پیٹو ۔ نہ چائے ہمی بوڑھی ہو کر مٹی کی کیوں ہو جاتی ہیں ۔ بائے ۔ مجھے تو پیٹو ۔ نہ چائے بڑھایا نہ آئے ۔ میں تو چیتے جی مرجاؤں ۔ یوں مرکر چینے کا مڑہ ؟

آیا کے دکھ کو کون تہیں جاتنا ۔ اب کوئی جان بوجھ کر آنگھیں بند کرے تو ؟ پر جاتنے سبھی ہیں ۔ کو آیا نے تبھی ہونٹ تک نہیں بلائے ۔ بس یہی ہے نا ، کسی نے ایسی ویسی بات کہد دی تو آیائے اس کی طرف دیکھا اور پھراس کھور کھٹا کو چھیا یہ ۔ اور کسی نہ کسی طرف اکیلے میں جا مینتھی ۔ یا بھائی جان نے آیا کے شوق بھرے سوال کے جواب میں یوں مند پھیر کر کسی معمولی سی بات کو چھیر ویا اور آیا کا سوال اُن سن کر دیا ۔ اور پھر بے اعتمالی سے باہر محل مجتے ۔ تو ایک آن کے لئے آیا کی آنگھیں چھلکیں اور پھر تیرنے لگیں ۔ اور اُس نے منہ مور کر اس چھوٹی جوڑے کو چھیا لیا ۔ اور تو اور مجھ سے بھی چھیاتی تھی ۔ وہ مجھتی ہو کی میں بچہ ہوں ۔ مجھے ان باتوں سے کیا ۔ کیوں میں کیا بچہ ہوں ۔ اتنی بڑی ہو گئی ہوں اور ابھی بچہ ۔ وہ تو خود بچہ ہے ۔ ایک ڈرا سے میال کو اپنا ند سکی ۔ ۔ ۔ سبھی اندھے ہیں ۔ ۔ ۔ کیا آیا اور کیا کوئی اور ۔ ای بھی تو چھیایا كرتى ہے مجھ سے بات ۔ ليكن ميں بھى بات جائے بنا تہيں رہتى ۔ كيول رہوں ؟ پھر وہ چھیاتے کیوں ہیں مجھ سے ؟ وہ نہ چھیائیں تو میں بھی نہ كريدوں ۔ آيا تو جان بوجھ كر آنكھيں بند كر ليتى ہے ۔ جبھى تو لرا كرتى ہے مجدے ۔ فیضو تو بھی کریدے بنا نہ رہ سکی ۔ توبہ یوں کسی کو بحرے گھر میں سے خارج کر دینا ۔ نہ جانے کیسے بیں یہ لوگ ۔ کیا امی اور کیا ابا ۔ کہتے بین کھاؤ پیو ہنسو کھیلو سکن گھر میں کوئی بات ہو تو بہرے بن جاؤ یہ اندھے ہو جاؤ ۔ اور سُن بھی لو تو سن کر یوں بھیکی بلی بنی بیٹھ رہو ۔ جیسے کچھ جاتتی ہی نہ ہو ۔

نابھٹی ۔ ہم سے تو نہیں بنا جاتا بھیگی بلی ۔ اس سے تو ویرائے میں چا رہنا ہی اچھا ہے ۔ فہ بھٹی ہم سے تو جیتے جی مرافہ جائے گا ۔ کہ ویکھ بھی لو اور پھر جیسے ویکھا ہی فہ ہو ۔ شن لینا پر فہ جاتنا! تو بھی !! یہ بھی ہو سکتا ہے کیا ۔ یاوں سننے کو تو ہاری چزی مرغی بھی سنتی ہے ۔ مزا تو جب ہے کہ بات شن کر اسے جان لیا جائے جیسے وہ آپ مثنی ہو ۔ پھر پتہ چلتا ہے بات کا ۔ اور وہ بات ہی کیا جو اندر جاکر ناچنے فہ کی ۔ یا کچھ توڑ پھوڑ فہ وے ۔ یا کہیں آگ فہ لگا دے ۔ وہ بخر ہی ہے ۔ منا کہیں گی نہ ہو۔ مناتی بھی رہتی یوں ہے جیسے کچھ جاتی ہی نہ ہو۔ مناتی کی رہتی یوں ہے جیسے کچھ جاتی ہی نہ ہو۔ منار کہیں کی !! ہونہ !!

کیا میں نہیں جانتی کہ بھائی جان آپا سے بیاد کرٹے پر راضی نہ تھے۔ ان کے ابا اور اس بڑھیا نے زبردستی انہیں آپا سے جوڑ دیا ۔ جیسے ہا گئے میں سٹو جوڑ ویتے ہیں ۔ جارے ابا کو تو پتہ ہی نہ تھا کہ بات یوں ہے ۔ وہ تو یہ سمجھتے تھے ۔ جیسے دوسری شادیاں ہوتی ہیں ویسی ہی ہے یہ شادی ۔ بھائی جان بھی تو ابا کے سامنے جاکر یوں میاٹھ رہتے منہ میں گفتگھنیاں ڈال کر ۔ جیسے بڑے اصیل ابا کے سامنے جاکر یوں میاٹھ رہتے منہ میں گفتگھنیاں ڈال کر ۔ جیسے بڑے اصیل

ہوں ۔ توہ ! کیے مکار ہوتے ہیں مرد ۔ گئے بہروپ وھار سکتے ہیں ۔ پر اُرْتی اُرْتی یہ بات ہم تک پہنچ ہی گئی تھی ۔ آخر چھپتی کہاں ہے چھپانے ہے ایسی بات ۔ جو بھی آتی ای کے کان میں منہ دے کر بیٹھ جاتی ۔ اور جب بھی کوئی اُتی ہے منہ جو رُ کر میٹھتی اور پھر چورول کی طرح ادھر دیکھتی ۔ اور مجھ سے کہتی "اے ہے لئی تم اب کھیاو ٹا چاکر" ۔ اور ای فو راُ یہ کہتے ہوئے اس کی بال میں بال ملا دیتی ۔ "فیضہ بیٹی اب دو لفظ پڑھ لو ٹا بیٹھ کر" تو میں جھٹ تاڑ جاتی کہ کوئی بات ہوگ ۔ بس پھر تو میرے "ن بدن میں چیونٹیال چلنے کا تاڑ جاتی کہ کوئی بات ہوگ ۔ بس پھر تو میرے "ن بدن میں چیونٹیال چلنے کہتی اور دل یوں بہتا ۔ بس بات رہنگ رہی ہو ۔ سُر سُر کر رہی ہو ۔ بات، بات ، بات ، اور دل یوں بہتا ۔ سن! سن! سن! سن ! پھر نہ سننا کس قدر مشکل ہو جات بات ، اور دل یوں بہتا ۔ سن! سن! سن! سن اورچی خانے کی ڈولی کے بیٹے کے گرکے میں ہو تھا میرے کے ۔ بھائی جان کے کرے میں میز کی اوٹ میں ۔ اور آپا گے گرے میں ہو تو کہنے والی کامنہ بھی وگھتا تھا ۔ ۔۔۔ ہائے تو کہنے والی کامنہ بھی وگھتا تھا ۔ ۔۔۔ ہائے تو کہنے والی کامنہ بھی وگھتا تھا ۔ ۔۔۔ ہو ہاں سے تو کہنے والی کامنہ بھی وگھتا تھا ۔ ۔۔۔ ہائے اُس کے کرے میں ہو کہنے والی کامنہ بھی وگھتا تھا ۔ ۔۔۔ ہائے اُس کے کہنے میں سے ۔ وہاں سے تو کہنے والی کامنہ بھی وگھتا تھا ۔ ۔۔۔ ہائے

بات سن لینا پر کہنے والی کو تہ دیکھنا !! تہ جی ہم تو کہمی تہ سنیں روکھی بات جو ضرف کان میں بھنبھنائے اور بس ۔ یہ تو ایسا ہوا جیسے کوئی بغیر کھائے حلوہ شکل لے ۔ جب وہ ہاتھ چلاتیں ۔ مشہ بناتیں آنکھیں چمکاتیں اور اتحلی ہونگ پر رکھ لینیں تو بات میں جان پر جاتی تھی ۔ اور بن دیکھے سوکھی بات ۔ جیسے مری ہوئی ہو ۔ جیسے کھٹائی بنا چننی !

ایک بولی ۔ "لو سناتم نے بی بی ۔ یہاں تو یہاہ کی شیاریاں ہو رہی ہیں ۔ لیکن وہاں ۔ دسنا ہے لڑکا لیکن وہاں ۔۔۔۔۔۔۔ آئے ہائے ۔ توبہ کیا ڈمانہ آیا ہے ۔ شنا ہے لڑکا تو مانتا ہی نہیں ۔ کہتا ہے میں تو ساری عمر کنوارا ہی رہوں گا ۔ لو بی بی بحلایہ بھی سنا ہے کہتی ساری عمر بھی کنوارا رہ سکتا ہے کوئی ۔ توبہ بی بی آج کل کے لڑکے اب تک بیاہ نہ ہو "تو کنوارا رہوں گامیں" اور ہو جائے تو سکم کے بغیر وم شکتا ہے "

دوسری نے کہا۔ "چاہے تم برا ہی ماتو پر سبھی کہتے ہیں لڑکے کو کسی کے میت بین لڑکے کو کسی کے میت ہیں لڑکے کو کسی کے محبت ہے ۔ اسکول کی ہے کوئی ہے کوئی ۔ ہائے دی یہ اسکول کی ۔ توبہ ان کے ستھے نہ چڑھے کوئی لسوڈی کی گھلی کی طرح چیک جاتی ہیں " ۔

تیسری ہونٹ پر انگئی رکھ کر بولی ۔ "میں تو سچی کہوں کی ہے فوئی مانے و مانے ۔ ہاں میں نے تو نمخ ذیا ہے اس گھر فا ۔ لڑنے نے پچھن اچھے نہیں دفیں ہیں مجھے"۔

اور ای کہتی ۔ "اچھا جو لڑکی کے تصیب میں لکھا ہو گا ہو جائے گا۔ اب تو ہم نے ہاں کہد دی ہے بہن ۔ اُکلی بات کو پھر کیسے شکل جاؤں ۔ اب بس اللہ ہی کارساڑ ہے بہن" ۔

ہونہد کارساز! جیے اللہ کو کوئی اور کام ہی نہ ہو۔ توبہ ایسے سے ای یوں بن جاتی تحی ۔ جیے کسی فرشتے کے پر اکھڑ گئے ہوں ۔ بڑی حاجن تو دیکھو ۔ اور ویسے آیا سے بات ہو تو پنچے جھاڑ کر چیچھ پڑ جاتی ہیں ۔ اس وقت اس کے کارساز اللہ مہاں ہوتے ہیں ۔ توبہ کیا مکر بنائے آتے ہیں بڑوں کو ۔

آیائے بھی سن لی تھی بات ، نہ جائے کیے پند چل جانا تھا اسے بیٹیے بخصائے ۔ پر سن بھی لی توکیا ۔ اس کے منہ میں ڈبان بھی ہو ۔ بس آنگھیں چھلکانا ہی جانتی ہے ۔ ویوار کی طرف منہ پھیر لیا اور آنبو گرا دیا یا پی گئی ۔ اور پھر اٹھ کر کوئی کام لے میٹھی جیسے کام بھلا سکتا ہو بات کو ۔ ہم سے تو نہیں بھولتی چاہ ہزار کام لے میٹھیں ۔ اور ہزار تو کیا ایک بھی لے میٹھیں تو بھولتی چاہ ہزار کام کے دکھ دیں ۔ بھر کام کیسے ستیاناس کر کے دکھ دیں ۔ بھی تو بات کا بخار چڑھ جاتا ہے ۔ ہم کام کیسے کروں ۔ کام کوئین تو ہے نہیں اگرچہ کڑوا ضرور ہوتا ہے ۔ پر کام کیسے کروں ۔ کام کوئین تو ہے نہیں اگرچہ کڑوا ضرور ہوتا ہے ۔ پر آیا!

ابا بو لے ۔ "آپ ہی ٹھیک ہو جاتے ہیں یہ لڑکے ۔ بیاہ ہو لینے دو" ۔

ابا تو بس مو پھوں کو تاؤ دینا ہی جانتے ہیں ۔ تاؤ دیا اور سکار سلکا کر بیٹھ گئے ۔

یا ہم پر رعب چھانٹ لیا اور ای کے سامنے چوہ کی طرح دبک گئے ۔ وہاں چلے بحی رعب ان کا ۔ اور ای ! توہ اسے کیا کیا گریاد ہیں ۔ صبح و شام بیسیوں سنی اور یوں پی گئے جیسے شربت کے گھونٹ ہوں ۔ اور پھر چوٹ تبھی لکائے گی ۔ اور پوں پی گئے جیسے شربت کے گھونٹ ہوں ۔ اور پھر چوٹ تبھی لکائے گی ۔ جب لوبا لال ہو ۔ جب موقعہ آیا تو سکم بن ٹھن کر بیٹھ گئی ۔ بائے کیسی ہیاری گئتی ہے ای جب وہ بن ٹھن تیار ہو کرمیٹھ جاتی ہے ۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ باتھ چوم لوں اُس کے ۔

پہلی مرتبہ جب آیا سسرال آئی تو ای نے مجھے بھی بھیج دیا ساتھ ۔ آئی تو ای بڑی چاؤے تھی بہتی دیا ساتھ ۔ آئی تو بڑی چاؤے تھی پر توبہ ہے پرائے گر میں یوں آ بیٹھنا ۔ میرا جی چاہتا تھا چینیں مار کر رو پڑوں ۔ میں تو پھر بھی نجمہ سے کھیل کر وقت کاٹ لیتی ۔ اور دن میں چار چار بار اپنے گر ہے ہو آئی پر آیا !! یوں کٹھڑی بن کر پڑی رہی گویا جان علی چکی جو ۔ کسی نے پلد اٹھا دیا تومنہ دیکھ لیا ۔ کسی نے باتھ یہاں ہے اٹھی کر وہاں رکھ دیا تو وہیں پڑا دیا ۔ جیسے مسالے کی بٹی ہوئی جا یائی گڑیا ہو ۔

توبہ! اس روڑ گر میں ایک قیاست دبی ہوٹی تھی ۔ بڑی اماں بھائی جان کے ابا کے کان میں منہ ویئے میٹھی تھی ۔ نجمہ بانو سے پوچھ رہی تھی اور بانو مسکرا کر کہتی "چپ کوئی سن لے کا ۔ اور بھائی جان چارپائی پر بڑے تھے ۔ اور اس کے بڑے بھائی جو ڈاکٹر بیں دبی زبان میں چیخ رہے تھے ۔ "اگر تمہیں گھرکی ان کے بڑے بھائی جو ڈاکٹر بیں دبی زبان میں چیخ رہے تھے ۔ "اگر تمہیں گھرکی

لاج كا خيال نبيس تو يحريبال ريغ كا مطلب" _ يحريرى امال واكثر بحالى كى منتیں کر رہی تھی۔ "آپ ہی سمجھ جائے کا ۔ سب ٹھیک ہو جائے كا _ _ _ الم بين جوان لركا ب _ اكر _ _ _ !!" يحر مال يلي ك ياس محنی ۔ منتیں کرتی رہی ۔ پھر ان کے ابا اندر سطے کئے ۔ اور کیکے کھورنے ۔ بہت چھیا چھیا کر کر رہے تھے بات ہونہد! ساری دنیا جاتتی تھی کہ بھائی بکڑے ہوئے ہیں اور کوئی سم ادا کرنے کو نہیں ماتے ۔ میں سب مجھتی تھی ۔ آیا کو زبر دستی اس و هول پر منده دیا تھا ۔ اور آیا ۔ دم پخت دیگ کی طرح و هنگی ہوئی بيتمي تھي ۔ جينے لحائي ہوئي ہو ۔ ہونبد لحائي ۔ ۔ ۔ ميں كيا جاتتي نہيں ۔ سجمي یو نہی بھیکی بلی بن کر بیٹھ جاتی ہیں سسرال میں ۔ جیسے بہت لجا رہی ہوں ۔ برمی نجائے والی !! جانب دل میں چوہ ناچ رہے ہوں اور بدن پر چیونتیاں ر بنگ رہی ہوں! اس کتے تو نہیں بیٹھ رہتیں کہ بیٹھنے میں مرا آتا ہے انہیں ۔ میں جانوں ڈرتی ہیں کہ کہیں اٹھ کر ناچنے نہ لکیں خوشی ہے ۔ ۔ ۔ پر آیا !! آیا کس بات پر لجاتی ۔ میں نے ایک بار پلہ اٹھا کر دیکھا تو آنو! اتنا بڑا تنو ۔ ۔ ۔ بائے میرا دل بیٹھ کیا اور میں بیٹ کئی آیا سے ۔ اینے استے انداز بیں کوئی شرم کی اوٹ میں مسکراہٹ چھیاتی ہے اور کوئی آنسو کی اوٹ میں ۔ آیا سبحی کچھ جانتی تھی ۔ نہ جانے آیا کو بات کیسے معلوم ہو جاتی تھی اور پھر منتھے بٹھائے ! میں سارا سارا دن ماری ماری پھرتی کبھی ڈولی کے چیجھے کبھی میزکی اوٹ میں تب کہیں و کر پتہ جات کہ بت کیا ہے ۔ مگر آیا ایک جگد سٹھے سٹھے جان جاتی جبیے کان میں ریڈیو لکا ہو ۔ خوشی کی بات ہو تو مسکراتی پھرتی اور ایسی ویسی ہو تو چھنکی ہونی آنکھیں چھیاتی پھرتی ۔ بیٹیے بٹھائے بات یا لینے میں اے کمال حاصل تھا ۔ ایک دن مجد سے بولی ۔ "فیضی یہ کیا عادت سے تیری ۔ بول لوگوں كى باتوں پر كان الكائے ركھنا _ كسى كى بات ميں دخل دينا اچھا نہيں ہوتا" _ مجئے غصہ آئیا میں نے کہا۔ "پحرتم کیوں دیتی ہو میری بات میں وفل ۔ میں جانوں اور میرا کام جائے۔ بڑی مکے سے آئی ہوئی تو دیکھو" اور میں نے آیا کا

بیلے بہل تو بھائی جان آپا سے برالوں کی طرح میش آئے ۔ ایک جگ بھی

تو در پیٹھتے تھے وہ دونوں ۔ آیا اندر ہے تو وہ باہر جا بیٹھے ۔ اور وہ باہر آگئی تو یہ کمرے میں چلے گئے ۔ بہانے بہانے ۔ بائے بیچاری آیا کیے منہ ویکھتی رہ جاتی تھی اس کے بعد آیا کو چپ لگ گئی نہ جانے کیا ہو گیا اسے ۔ جب بھائی کسی کام کو کمرے میں آئے تو وہ آپ ہی آپ بڑبڑائی ۔ "اوہ ۔ میں تو بھول ہی گئی ۔" اور باہر شکل گئی ۔ اور وہ باہر آئے تو ادھر ادھر ہو گئی ۔ لیکن کیا مجال جو پہرے سے ظاہر ہو ۔ پیلم میرا خیال تھا کہ آیا جل گئی ہے اور بس ۔ بھٹی ایسا چو تو ہا جاتی ہے اور بس ۔ بھٹی ایسا چو تو ہا تی ہے اور بس ۔ بھٹی ایسا تو بہی نہی شظر سے دیکھتی جاتی انہیں ۔ جسے بی جی نے ہو کوئی ۔ اٹھتی اور چل پڑتی لیکن نیچی شظر سے دیکھتی جاتی انہیں ۔ جسے جی چاہتا ہو ۔ اب بھی بلا لیس تو بیٹھ جاؤں ۔ نہ جانے کے لئے بہانہ وہونڈتی تھی ۔ بائے یہ بھی کیا مصیبت ہے ۔ عور تیں کیوں مر مشتیں ہیں ۔ دیجھ جاتی تھی ۔ بائے یہ بھی کیا مصیبت ہے ۔ عور تیں کیوں مر مشتیں ہیں ۔ دیجھ جاتی میں ۔ اور ویسے دیکھنے میں چھوٹی موئی ۔ بیٹو ہمیں شرم آتی ہے ۔ نفرو ۔ بھئی میں تو کبھی نہ یوں مر مثوں کسی پر ۔

آخر بھائی جان کی اکر فوں ٹوٹ ہی گئی ۔ اگرچہ وہ بات تو پیدا نہ ہو سکی ۔ جسے بڑی آپا کے گر میں تو میلا لگا رہتا ہے جسے بیٹنی کا ڈبو کھلا ہو ۔ یہ آئی ۔ وہ گئی ۔ اور وہ دونوں یوں کندھے سے کندھا جوڑ کر بیٹھے رہتے ہیں جسے میاں بیوی تو ہیں ہی نہیں ۔ اک تاشا لگا رکھتے ہیں ۔ اس نے چھیڑا اور اٹھ بھائی اب وہ پکڑ رہے ہیں ۔ اب چوٹی سے پکڑ کر کھسیٹ رہ ہیں ۔ اور اُس نے چیخ ماری ۔ جب کوئی مر رہا ہو ۔ اوھر پڑوس میں دیوار بر سے امال نصین جمائی اور چوبارے کی کھڑی میں ملک صاحب کی مال آگوئی ہوئی ۔ کیا ہوا کیا ہوا ۔ اور یہ ہیں کہ ہنتے ہنتے اوٹ پوٹ ہوئے جا رہے ہیں ۔ یا کہیں کے نزوانہ ہیں گئے کیوں پسند ہیں ۔ اور پھر بڑی آپا کے کندھے پر ہاتھ پھیڑنا شروع کر دیں کے ۔ اور وہ چلائے گی کیوں میں کیا تکیہ ہوں ۔ یہ ہیں نہیں گاؤ تکیہ نہیں میں تو چھوٹے سے تکئے کی بات کر رہا ہوں ۔ اور پھر بہیں میں آپا کا کندھا چھل نہیں نہیں گاؤ تکیہ نہیں میں تو چھوٹے سے بھی پھر اس روز جب بڑی آپا کا کندھا چھل کیا تھا ۔ اور میں ان کے کہنے پر شخر کی پھریری لائی تھی تو ہولے ۔ "فیضی یہ گیا تھا ۔ اور میں ان کے کہنے پر شخر کی پھریری لائی تھی تو ہولے ۔ "فیضی یہ

کیا بذاق ہے۔ اس پھربری سے کیا بنے کا۔ بیٹی بوتل ہی اٹھا لاتی ۔ "
"بوتل ۔ کیوں ؟" میں نے ویسے ہی پوچھا ۔ بولے "اوہ نہیں مجھتی یہاں تو
یہاڑ لینا ہے یہاڑ" ۔ اور بڑی آیا غرائی ۔ ۔ ۔

توبہ اُس کر میں قبقہوں کے پٹانے چھوٹتے ہیں ہروقت اور یہ کمر ۔ بس برف پڑ رہی ہے ہر وقت اور وہ ٹوٹی ہوئی بیکی پھپ پھیج ۔ پھیج ۔ پھیج ۔ اور بس ب آیا نے منہ موڑ کر دیوار سے پوچھا مٹر کوشت بنا لوں ۔ اور وہ کھری ے باہر دیکھتے ہوئے بڑبڑائے ۔ بنا او ۔ یا انہوں نے صندوق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا یہ رومال تو بہت میلا ہوگیا ہے ۔ اور آیا ہولی "ابھی وحوثے دیتی ہوں" - پر ہزار شور ہو ۔ چاہے نجمہ باتو اور بڑھیا التھی باتیں کر رہی ہوں ۔ لیکن بھائی نے ہونٹ ہلائے اور آیا کے کان کھڑے ہوئے ۔ وہ آپس میں بات کر بھی ليتے اور جميں پت بھی نہ چلتا ۔ آيا تو شائد اسی بلت پر خوش تھی کہ چلو زبان تو بلی بات کرنے کو ۔ بولنا تو سیکھ لیا ۔ اور آیا ۔ ۔ ۔ حد کر دی آیا نے تو ۔ بھائی نے بات کر دی تو سن لی ۔ نہ کی تو نہ سبی ۔ ان کے بو شوں کی طرف تکتے رسنا ۔ ہائے کیا علامی ہے ۔ آیا توبس آئی گئی ہو کر رہ کئی تھی ۔ آیا کی اس بات پر بانہ جانے کیوں کئی بار بھائی جان تھ تھک جاتے اور پھر آک بحرپور شکاہ ڈالتے اس پر ۔ یوں چونک کر دیلھتے اسے کویا پہلی مرتبہ دیکھ رہے ہوں اور آیا مسکراتی ۔ چیسی چھیی مسکراہٹ ۔ ایسی ایسی باتیں سن کر ہنس دیتی وہ یا جی بال کہد دیتی جو كوئى اور ييوى سن ك تو قياست بى كردى كردك بس بال جى - جى بال -اور جی کے سوائے کچھ کہنا ہی نہ جانتی تھی ۔ بہت غضہ آتا تھا مجھے آیا پر ۔ اور یوں مسکرائے جاتی جیسے کوئی چشمہ یہاڑی کے اندر ہی اندر راستہ بنا رہا ہو ۔ ہائے ری مکار آیا ۔

اس روز بھائی جان کسی قدر پریشان تھے۔ میں نے انہیں کبھی یوں میقرار نے دیکھا تھا۔ کبھی لیٹ جاتے پھر گھبرا کر اٹھ بیٹھتے پھر آپا کے کمرے میں جھانگتے اور ادھر اور پھر جھینپ کر چلے جاتے یا اندر آتے بھی تو دو ایک ساعت کے لئے ادھر ادھر دیکھ کر لوٹ جاتے یا چونک کر کہتے "تم ہو فیضو ۔ اچھا ۔ اچھا" ۔ اور پھر چلے دیکھ کر لوٹ جاتے یا چونک کر کہتے "تم ہو فیضو ۔ اچھا ۔ اچھا" ۔ اور پھر چلے

جائے ۔ آپا بھی تو حیران تھی ۔ ۔ ۔ آخر شام کے قریب وہ بولے "صفی کل مہمان آئیں گے ۔ نہیں نہیں کوئی سکلیف نہ ہوگی ۔ ویسے ہی کہہ رہا ہوں ۔ اچھا میں پھر بات کروں کا تم سے " ۔ اور وہ چیے گئے ۔ آپ لے آکھیں کھولیں ۔ میرا مطلب ہے اس نے شکاہ بھر کر دیکھا اور مسکرا دی ۔ عجیب مسکراہٹ تھی وہ ۔ تعجب خوشی اور غم میں بھیگی ہوئی مسکراہٹ وہ چلے گئے تو آپا برٹرائی ۔ "بول ۔ ۔ ۔ میں جائی تھی کہ ایک و ایک دن آئیں گے ۔ آبی جائیں تو اچھا ہے " ۔ پھر وہ مجھے دیکھ کر شمھی ۔ "تو بہیں میٹھی ہے فیضو" ؟ "کون آئیں ۔ وہ کے " میں نے بن چوہا" ۔ "بول کے ناکوئی ۔ تم بھی دیکھ لینا" ۔ وہ مسکرائی ۔ میں نے بن جانے بوجھا کہ دیا ۔ "ہول شہاری سہیلی ہوگی کوئی" ۔ گیا بہت بنسی ۔ بنستی ہی گئی ۔ تو بہ ایسا بھی کیا ہے خواہ مخواہ دوسرے کو شرمندہ کر دینا میں نے کوئی بری بات تو نہ کہی تھی ۔ پھر بولی "بال میری ہی تو آپا بہت بنسی ۔ میں چر گئی تھی ۔ میں سے کوئی ہو تہا ہو بان کی ۔ کہنا "چاہے کوئی ہو تہدری سہیلی ہویاان کی جو ہوئی ہو ہوئی گھی ۔ بو ہوئی ہو تہا ہو ہوئی ہو ہوئی گھی ۔ بو ہوئی سو ان کی بھی تو ہوئی گھی ۔ میں اس سے مطلب" ؟ اور آپا پھر بننے گئی ۔ کہنے گئی "میری سہیلی ہویاان کی جو ہوئی سو ان کی بھی تو ہوئی گھی ۔ بھی اس سے مطلب" ؟ اور آپا پھر بننے گئی ۔ کہنے گئی "میری سہیلی ہو یاان کی جو ہوئی سو ان کی بھی تو ہوئی گھی ۔ بھی اس سے مطلب" ؟ اور آپا پھر بننے گئی ۔ کہنے گئی "میری سہیلی جو ہوئی سو ان کی بھی تو ہوئی ہوئی گھی ۔

رات کو بھائی جان نے دو ایک مرتبہ جارے کرے میں جھائی اور تھے میں آپا اور میں سوتے تھے پہلے بانو بھی سویا کرتی تھی یہیں آپا کی چارپائی اور تھے کے کھٹولے سے پرے اس کونے میں ۔ ان دنوں وہ آپا کو دبایا کرتی تھی ۔ پھر آپا سنے کہا ۔ "بانو اب میں اچھی ہوں ۔ جب ضرورت پڑے کی بلا لیا کروں کی" ۔ بس پھر ہم دونوں رہ گئے یہاں ۔ ساتھ ہی بھائی صاحب کا کمرہ تھا ۔ دروازہ میرے سربائے کھلتا تھا ۔ بھائی جان نے جو جھائیا تو میں بولی ۔ "بھائی جان کہ جو جھائیا تو میں بولی ۔ "بھائی جان کہ ہو تھا تو میں اور تبھی مسکراتی ہوئی ۔ پھر بھائی جان بولے فیضو کو الہام بھی ہونے لگا اب ۔ بڑی مشکل ہوگئی" ۔ "میں کے بہا ۔ میں کیا جائتی ٹہیں آپا کی سہیلی آئی" ۔ "تو پھر پوچھ ہوگئی" ۔ "میں نے کہا ۔ میں کیا جائتی ٹہیں آپا کی سہیلی آئی" ۔ "تو پھر پوچھ اپنی آپا سہیلی آئی" ۔ "تو پھر پوچھ اپنی آپا سہیلی آئی" ۔ "تو بھر پوچھ اپنی آپا سے بولے ۔ "صفی تمہیں نیند تو ٹہیں آئے گئی آئی ہو کہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ اور مسکرائی ۔ اور وہ بولے ۔ "نہیں آگر تمہیں اگر تمہیں گئی ہو کے شکا سو جاؤ ۔ میرا مطلب ہے میں ذرا سا کام کر لوں " ۔ نیند آئی ہے تو بے شک سو جاؤ ۔ میرا مطلب ہے میں ذرا سا کام کر لوں " ۔

اور انہوں نے کھبرا کر میری طرف دیکھا پھر آپاکی طرف میں سمجھ گئی ۔ کہ بس اس بات کی انتظار میں ہیں وہ کہ میں سو جاؤں ۔ پھر کیا تھا ابھی دو منٹ ہی ہوئے ہوں گئی انگرائیاں اور جائیاں لینے اور پھر پتھر سی پڑ گئی جسے کل کی مری ہوئی تھی ۔ توبہ ! ایسے سے کیا مجال کہ ذراسی بھی بل جاؤں ۔ چاہ لکہ چیونٹیاں رینگیں ۔ توبہ ! ایسے سے کیا مجال کہ ذراسی بھی بل جاؤں ۔ چاہ لکہ چیونٹیاں رینگیں ۔ تھجلی ہو ۔ اونہوں ۔ ۔ ۔ ۔

بھائی جان نے آکر سیلے میری طرف دیکھا۔ میں تے سیلے سے رضائی میں ورز رکھ لی تھی ۔ جس میں سے دیکھ بھی سکول ۔ وہ بولے ۔ "فیضو سو کئی" ۔ "فيضو" آيا تے مجھے آواز دي اور پھر مسكرا دي _ ميں چپ _ بھائي نے اطمينان كا سائس ليا _ بوك "يبال بيش جاذل مين" آيا ذرا پرے سرك كئى _ كي وير وہ چپ جاپ سٹیے رہے ۔ میں جانوں وہ کھبرا رہے تھے ۔ شائد اس کے کہ لیے شروع کریں بات ۔ بات کرنے سے ڈرتے ہوں کے ۔ آیا بھی تاڑ گئی ۔ اور آپ ہی چھیر وی اس نے ، بولی جمل آئیں کے مہمان فیضی کی بات پر نہ جائیں آپ" "نہیں نہیں محیک ہے" وہ بولے ۔ "تم نے سچ کیا تھا ۔ وہ کل آ ری ہے ۔ کل رات کو ۔ میں تمہیں وھوکے میں تدر کھوں کا صفی ۔ ۔ ۔ تہ جائے وہ کیوں آ رہی ہے" ۔ وہ آپ ہی آپ بربرائے گئے ۔ "کسی کاؤں میں جانا ہے ۔ ضروری کام ہوگا ۔ کل رات بہاں پہنچ کی ۔ پھر صبح سویرے موثر سے چلی جائے کی اور شام تک لوٹ آئے گی ۔ پھر رات بہاں رک کر صبح کی گاڑی سے واپس چلی جائے گی ۔ لیکن وہ ویٹنگ روم میں ٹھبر سکتی تھی ۔ نہ جانے کیوں یہاں گر آکر تھہرنے پر ضد کر رہی ہے ۔ اف اس کی ضد ۔ ۔ !!!" بھائی نے کہا ۔ "اس کی ضد کون توڑے کا ۔ اس کی ضد نے تو کیا کیا توڑ کر رکھ دیا۔ أے بھی توڑ دیا۔ لیكن "وہ غصے میں بربرائے "اب آئے كا مطلب - يه میں پسند نہیں کرتا ۔ نہ جائے کیوں آ رہی ہے وہ"۔ "بلکہ اچھا ہوا" ۔ آیا بولی ۔ " مجھے تو کب سے ملنے کی آرڈو تھی" ۔ یہ سن کر بھائی جان حیران رہ كئے _ "تم نہيں جانتيں صفى " _ " ميں جانتي ہوں " _ وہ يولى " حجم معلوم تھا وہ آئے گی ۔ ضرور آئے گی ۔ تجھے کتنی خوشی ہوگی " حتم " بھائی جان نے آپا

کی طرف ویکھا۔ جیسے پہلی مرتبہ دیکھ دہ ہوں آپاکو۔ وہ گھبرائے۔ "صفی۔ تم جاتی نہیں ۔ "ہاں ہاں میں جاتتی ہوں" میں تم سے کچھ نہ چھپاؤں گا۔ میں تم باتتی نہیں وھوکا نہ دوں گا صفی"۔ "میں جاتتی ہوں" آپا بولی ۔ اسنے شکاہ بحر کر ان کی طرف دیکھا اور مسکرائی ۔ "صفی" بھائی نے حیرانی سے دیکھا ۔ ان کی شکاہ تشکر سے لبریز تھی ۔ "کچھ دن کیلئے یہاں ۔ ۔ ۔ "وہ زیادہ کچھ نہ کہ سکے ۔ آپا بولی ۔ "انہیں دوک لیجئے گا"۔ کچھ دیر اکٹھ رہیں کے ۔ مجھے مدت سے آرزو تھی"۔ "دیہ جانے تم کیا سمجھ رہی ہو صفی ۔ وہ ایسی ویسی لؤگی نہیں ۔

بس وہ تمہاری طرح ہے۔ تمہاری طرح" بھائی ہولے "میری طرح - - - ؟ ميرى طرح"! آياكي اس مسكرابث مين كيانه تحا - طنزكي وهار تھی اور چیخ پکار بھی ۔ ہائے ۔ آیا کی وہ بنسی ۔ میں تو کانب کانب گئی ۔ "ہاں" بھائی بڑبڑائے ۔ "تمہاری طرح بے واغ ۔ اجلی ۔ ہم کالج میں التھے پڑھا كرتے تھے ۔ وہ سب سے الك تھى ۔ باقى لڑكياں تو جاؤ چونچلے كرنے ميں لكى رہتیں ۔ لیکن نیلی اس کا نام ہے عیسائی ہے نا وہ ۔ میں اسے فیلی کہا کرن ہوں ۔ نیلی "۔ بھائی مسکرائے ۔ معا آیا نے تنصے کی طرف دیکھا ۔ "نیلی کسی سے ته ملتی تھی اس میں اک آن تھی ۔ " بھائی نے پھر بربرانا شروع کر دیا ۔ "مجھے اس كى يہي بات بحاكثى ۔ ہم أكثر الشح بيٹي رہتے ۔ ميں ان كے كر جايا كرتا تھا ۔ کھنٹوں اکٹھے بیٹھے رہتے لیکن کیا مجال جو کوئی حرکت ہو ۔ فضول بات ۔ ۔ ۔ ميرا مطلب هي - "ميل مجمعتي بول" - آيا في كما - بهائي بنت ك - "ايك وفعد میں نے کچھ کہد دیا تھا۔ ویسے ہی مذاق میں اُف کس قدر بکڑی ۔ بولی ۔ مسٹر جلیل ۔ میرے خیال میں آپ یہاں آ کر اپنا وقت ضائع کرتے بیں ۔ ۔ ۔ بفتہ بحر تک اس کا غصہ نہ کیا ۔ بھر میں نے ڈرتے ڈرتے اسے بیغام دے دیا ۔ شادی کرنے میں تو اسے اعتراض نہ تھا ۔ لیکن برمی کرمی شرط تھی اس کی ۔ کہنے لکی ۔ "مسٹر جلیل "پروپوزل" وینے سے پہلے یہ جان سینے که میں شادی اینے ہم مزہب ہی سے کروں کی ۔ ۔ ۔ ۔ میں اس کے لئے وہ کام بھی کر سکتا تھا جو کسی کے لئے کرنے کو تیار نہ ہوتا ۔ لیکن مذہب ہدلتا! یہ مجھے

گوارا نہ تھا۔ ہزار منتیں کیں ۔ کہا ''نیلی تم میری ہی نہیں اپنی زندگی بھی برباد کروگی'' ۔ پر ۔ ۔ ۔ اس کی بات اٹل تھی ۔ کہنے لگی ''میں جاتتی ہوں ۔ اس سے زیادہ جاتتی ہوں ۔ شائد ۔ شائد میں کبھی کسی سے بیاو نہ کر سکوں ۔ لیکن مسٹر جنیل محبت سبھی کچھ نہیں ہے اس دنیا میں ۔ محبت ایب بہن سرور ب

لیکن اس کائٹات میں اس سے بڑے بڑے جہاں بھی ہیں۔

چھ مہینے کے بعد جب میں پھر اس سے ملا تو کہنے آئی ۔ "بہتر ہے کہ اب

یہ چنکاری یا تو بجر جائے یا بحسم کر ڈالے ۔ اب بار بار مل کر اس بھڑکانا اچھا

نہیں ۔ ان دنوں وہ کس قدر لاغر ہو رہی تھی ۔ اس کی مال کہتی تھی اسے دق نہ

ہوا تو کہنا ۔ لیکن اپنی ضد کی پکی ہے ۔ یہ بات اس نے سن لی ۔ کہنے آئی ۔

"امال ۔ وق نہ بھی ہو تو کیا اور اگر ہو بھی جائے تو کیا ۔ ۔ ۔ ۔ بس ایک ہی

افسوس ہے مجھے ۔ صرف ایک پچ" ۔ یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھیں بھر آئیں "بھائی

افسوس ہے مجھے ۔ صرف ایک پچ " ۔ یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھیں بھر آئیں "بھائی

ہو رہی تھی ۔ نہ جائے توکوں کو آپ جائے اور کسی کو جائے میں کیوں مزہ آتا

ہو رہی تھی ۔ نہ جائے توکوں کو آپ جائے اور کسی کو جائے اب وہ کیوں آ رہی

ہو رہی تھی ۔ نہ جائے اس قدر دکھی ہیں ۔ "نہ جائے اب وہ کیوں آ رہی

ہے ۔ مجھے معلوم نہ تھا بھائی اس قدر دکھی ہیں ۔ "نہ جائے اب وہ کیوں آ رہی

ہو ہو ہے ۔ بھائی اٹھ سٹھے ۔ "ضد ۔ اور کیا ۔ لیکن صفی ۔ یہ نہ بھولنا کہ اب ۔

اب بے سوو ہے ۔ اب میں تمہارا ہوں ۔ صرف تمہارا ۔ اب ہمارے ورسیان

کوئی نہیں آ سکتا" ۔

برسی اماں نے سنا تو پھپر پھپر کر کے بولی ۔ "نہ جی میں نہیں جاتتی سہیلی وہیلی ۔ "نہ جی میں نہیں جاتتی سہیلی وہیلی ۔ توبہ ۔ ۔ ۔ کیا زمانہ آیا ہے" " ویسے ہی چھیڑ رہے ہیں سہیلی تو میری ہے" ۔ آیا بولی جائے کسی کی ہو" ۔ برسی اماں بولی ۔ "پر ہے تو کافر میں تو کسی کافرہ کو منہ نہ کلنے دوں کی بچہ زچہ کے ۔ نہ بھٹی ۔ یہ شکن اچھا نہیں ہوتا ۔

اس روز میں نے روبہر کو جی بھر کر سولیا ۔ جاتنی تھی ناکہ رات کو وہ آنے والی ہے ۔ ہائے کس قدر چاف تھا مجھے اسے دیکھنے کا ۔ دل بلیوں اچھل رہا تھا ۔ دیکھوں تو کیسی ہے ۔ بڑی چھبن ہوگی ۔ کالج کی جو ہوئی ، ہائے میری تو جان

جاتی ہے ان کالج والیوں پر۔ کس طرح ہات کرتی ہیں۔ جیسے شربت کے گھونٹ بی رہی ہوں اور پھر ان کا چلنا پھرنا۔ ہربات میں لے ہوتی ہے لے اور رنگ !! رنگوں کے چناؤ میں تو صد کر دیتی ہیں۔ مجھے تو ان کالج والیوں سے عشق ہے عشق ۔

ا پنا کرہ خالی کر دیا ۔ وہاں اس میکم کی چارپائی ڈلوا دی اور اپنی چارپائی ہمارے کرے میں لے آئے ۔

توبہ کتنا استظار کرنا پڑا مجھے ۔ بھائی تو اسٹیشن کئے ہوئے تھے ۔ اور آپا کروٹیں لے رہی تھی ۔ جیے کسی پہلو قرار نہ ہو ۔ ۔ ۔ نہ جائے کیا وقت تھا جب وہ آئے ۔ اور میرا دل لگا دھک دھک کرئے ۔ میں نے رضائی میں سے دیکھا ۔ پر ۔ ایسی جگہ پر تھی میری چارپائی کہ وہ نظر نہ آئی ۔ میں تو تڑپ کر رہ گئی ۔ لیکن ہلتی کیسے ۔ میں تو کب کی یوں پڑی تھی ۔ جیسے نیند میں بیہوش ہو کوئی ۔ بلتی تو آپا کو پتہ چل جاتا ۔ ۔ ۔ ۔ اُدھر اُن دونوں کا جھکڑا شروع بو کھا ۔ ہائے کیسی پیاری آواز تھی ۔ کیسا لوج تھ ۔ یوں گول کول لفظ نکلتے تھے منہ دس میلے ہوں ۔ پر تھی وہ اس طرف دیوار کی اوٹ میں اور سامنے منہ جان کرسی پر مبٹیے تھے ۔

وہ بے کو دیکھنے کی ضد کر رہی تھی اور بھائی جان کہد رہے تھے۔ "اگر کچھ ہو گیا اسے تو سب سمجھیں گے کہ بس تم ہی کچھ کر گئی ہو" وہ بھائی جان کی ہاتوں کو مائتی تو تھی پر میں جانوں اسے آیا اور نتھے کو دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ توبہ ! اس قدر دبی دبی بائیں کر رہے تھے وہ کہ سنی نہ جائیں ۔ کبھی کوئی لفظ کان میں پڑ جاتا ۔ آیا بھی تو بار بار کان سے بال ہٹاتی تھی ۔ کو دیکھنے میں چپ پڑی تھی وہ یوں کھوئی ہوئی تھی کہ شھے کو تھیکنا بھی بھول گئی تھی ۔

"ہاں" ۔ اس کی آواڈ آئی ۔ "اب میں نے جان لیا ہے" ۔ اس نے اک آہ بھری ۔ "اس بات میں ذہب کو لانا یہ میری بھول تھی ۔ لیکن ۔ ۔ ۔ " "نہیں نہیں ہمائی جان تڑپ کر بولے ۔ "اب اس بات کو ۔"

کاٹ رہی ہو ۔

"بال - اب النه وه بنسي - وهارسي سيز بنسي - كويا وه وهار اين آپ كو

"يه تم نے كيا كيا" بھائى اٹھ سٹيے ۔ "اگر اب جان بھى ليا تھا تو كينے سے فائدہ ۔ اوہ ۔ یہ تم نے گیا کہ دیا نیلی ۔ پھرے مجھے ۔ ۔ ۔ " " پھرے" وہ ہنسی ۔ "ہاں ۔ آپ کے لئے تو پھرے ہے ۔ ۔ ۔ لیکن بہاں جب اور اب سب ایک تار سے بندھے ہیں ۔ پھر تو ہوا ہی نہیں " ۔ "نيلي" بهائي چلائے _ "تم اب آرام كرو _ تحكى بوئى بو" _

"بال _ پُور ہوں پُور _ _ _ لیکن میں مسز جلیل سے ضرور ملول کی چاہے کچے ہو ۔ میں آپ اندر چلی جاؤں گی"۔

"نبيس نبيس آج نبيس" _ بھائی بولے "اگر صفی کو اعتراض نہ ہوا تو کل بڑی اماں سے چوری ۔ ۔ ۔"

"اور بچه - وه تو مجھ دے ديئي - وه ميرا ہے - مسٹر جليل !!" " يه كيسے ہو سكتا ہے" ۔ بھائی بولے ۔ "آفر میں کیسے گذار سکوں کی" ۔ «لیکن _ وہ نہ مانے گی" _ "میں منا لوں کی آسے" ۔ بحاثی جان گھبرا کر کرے سے باہر تکل آئے ۔

صبح جب میں جاگی تو مہمان جا چکی تھی ۔ بھائی جان اے پہلی موٹر میں

سارا ون میں وعائیں مانگتی رہی کہ بھائی جان اسے آپا سے ملاتے پر راضی ہو جائیں ۔ وہ آپا سے دیکھتے کے لئے ہو جائیں ۔ وہ آپا سے نہ ملتی تو میں اسے کیسے دیکھتی اور اسے دیکھتے کے لئے ترشپ مرسی تھی میں ۔

شام کو میں اندر آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آیا بگڑی سیٹھی ہے ۔ غصے میں

کہد رہی تھی دومیں ضرور ملول کی ۔ جاہے آپ مائیں نہ مائیں میں آپ اوھر چلی جاؤل كى" _ بھائى جان نے سجھ ديكو كر اشارہ كيا اور آياكو چپ كرا ديا _ ميں بھى وہاں سے سرک کئی ۔ جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو ۔ لیکن بی ٹی جان کی میز کے چیکھے ييته كرينني لكي _ وه مجھ ميں باہر چلي گئي ہوں _

آیا پھر چک کر بولی ۔ اف ۔ آیا ۔ اس روز آیا لا مری تھی ۔ مجھے تو اپنے کانوں پر یقین نہ آتا تھا۔ آیا اور بھائی جان سے لڑے ۔ وہ آیا جو جی ہاں کے سوا کچھ کہنا جاتتی نہ تھی بولی "اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ آخر لوگ چار چار کرتے ييں - ميں اس كى خدمت كروں كى - ايان سے مجھے كوئى كلد نہ ہو كا" -

"لیکن کیوں" ہمائی نے بات کاٹ دی ۔

"بس میرا جی کہتا ہے" ۔ آیا بولی ۔ "ایسی اچھی ہے وہ ۔ اس کی زندگی کیوں برباد کر رہے ہیں آپ ۔"

"لیکن تهباری زندگی" بھائی بولے _۔

"میری زندگی" آیا نے دہرایا ۔ جیسے کوئی ٹوٹا ہوا پیالہ بجتا ہے ۔ "میری انندكى كو جائے ويجيئے _ كئى آئى چيز كاكيا ہے" _

"نبيس نبيس" - بحاثى غصے ميں الله سنتي "يه نبيس بوسكتا اب تم اور مجه میں کوئی حائل نہیں ہو سکتا" ۔ یہ کبد کر وہ چلے گئے ۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ آیا کا چہرہ ہی کچھ اور ہو گیا ۔ جسے کوئی بیماری کے بعد سکھ کی نیند سوجان ہے ۔ آپ ہی آپ مسکراتی تھی ۔ ایسی جیسے نیا نیا سہاک ملا ہو ۔

شام کو ٹیلی لوٹ آئی ۔ ہم سب اس انتظار میں سٹیے تھے کہ کب بڑی امال عشاء کی غاز شروع کرے اور نیلی ہم سے ملے ۔ چونکہ بھائی جان نے کہ دیا تھا کہد امال نماز شروع کرے کی تو ملا دیں کے تم سے! امال کی نماز بھی تو ایسی ویسی نه تھی ۔ نہ جائے کیا کیا پڑھتی رہتی وہ ۔ نماز ختم ہوتی تو کھڑی ہوکر کچھ پڑھتی ۔ پھر بیٹھ کر بونٹ ہلاتی رہتی اور پھر ایک لمباسجدہ ۔ یوں معلوم ہوتا جیسے سجدے میں ہی وم نکل گیا ہو ۔ توب اس روز وقت تھا کہ رک گیا تھا ۔ ۔ ۔ نہ جانے

کس وقت اماں نے تماز شروع کی ۔ اس نے کچھ ڈیادہ ہی دیر لکا دی ۔ چونکہ نتی پروسن سیدانی کو آنا تھا نا ۔ بچے کو دیکھنے کے کئے ۔ لیکن سیدانی نہ آئی ۔ آخر امال نے انتظار کے بعد شروع کی نماز ۔

بائے ری ۔ وہ نیلی ۔۔۔ کیا پھبن تھی ۔ کس شان سے وہ اندر آئی کویا میم ہو میم ۔ سشم سے آیا نے نکاہ بحر کر میم ہو میم ۔ سنہرے بال ۔ زرو مخملی رنگ اور نیلی آنکھیں ۔ آیا نے نکاہ بحر کر ویکھ اور یوں چونکی جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو ۔ بھر بے اختیار پلا اٹھا کر شخے کی طرف ویکھ کر بنس پڑی "آئیے طرف ویکھ کر بنس پڑی "آئیے مینٹھینے" ۔

آیا نے نتھ کو اٹھا کر نیلی کی گود میں ڈال دیا۔ اور مسکرا کر بولی۔ آپ بی کا تو ہے۔ چاہے ابھی لے لیں یا جب جی چاہے۔ میں تو دایہ ہوں اس کی" اف آیا کی وہ بات ۔

نیلی پہلے تو حیران بت بنی بیٹھی رہی پھر چونک کر بولی ۔ "آپ کے مزاج تو اچھے ہیں" کیا ٹیک نے ہیں آپا ہنسی ۔ بھائی جان گھبرا گئے ۔ نیلی نے کہا ۔ کیسا پیارا نئھ ہے ۔ اور اس نے تنھے کی طرف دیکھا ۔ اف ۔ اس کا تو دنگ اڑکیا ۔ شرم سے یا نہ جانے کیوں پائی پائی ہو گئی ۔ پھر بھائی بولے ۔ "فیلی ۔ اثر گیا ۔ شرم سے یا نہ جانے کیوں پائی پائی ہو گئی ۔ "آپا کہنے لگی ۔ "کہ گھر والی گھر آگئی" "نہیں نہیں نہیں نہیں ہیں ہے کیا فرق گئی " " ہیں نہیں نہیں انتھی دیا کریں گی ۔ " میں خدست کروں گی ۔ "آپا گی آواز بھراکئی" ۔ نہیں نہیں بھائی جان چینے گئے ۔ " میں خدست کروں گی ۔ "آپا گی آواز بھراکئی" ۔ نہیں نہیں بھائی جان چینے گے ۔ " میں خدست کروں گی ۔ "آپا گی آواز بھراکئی" ۔ نہیں نہیں بھائی جان چینے گے ۔ اس خدست کروں گی ۔ "آپا گی آواز بھراکئی" ۔ نہیں نہیں بھائی جان چینے گے ۔

عین اس وقت دروازہ گھلا اور آیک بڑھیا اندر آگئی "میں پڑوس سے آئی ہوں بیٹی" ۔ وہ بولی ۔ "برا نہ ماتنا ۔ میرا بی چاہتنا تھا تنصے کو دیکھ آؤں" ۔ بھائی سرک کر کونے میں ہو گئے ۔ نیبی نے کرسی تھینچ کر بڑھیا کو بھا لیا ۔ میں جانوں وہی سیدانی تھی ۔ بڑی اتاں استظار کرتی رہی تھی جس کا ۔ سلام کے جواب میں وہ دعائیں ویٹے گئی ۔ بھر بوئی چہاں ہے تنھا ۔ تنھے کو دیکھا اور پھر غور سے نیلی

کی طرف دیکو کر مسکرائی ۔ اس وقت اس کی گود میں تھا نا وہ ۔ "اللہ عمر دراز کرے" وہ بولی تحکیسا پیارا ہے ۔" نیلی کی طرف غور سے دیکو کر کہنے لگی ۔ بالکل اپنی ماں پر گیا ہے ۔ بھائی جان کا مند فق ہو گیا ۔ نیلی تو تصویر بٹی بیٹھی تھی ۔ پر وہ اپنی ہی دھن میں بولتی رہی ۔ اے ہے لڑکی ۔ اس نے نیلی سے کہا ۔ پر وہ اپنی ہی وھن میں بولتی رہی ۔ اے ہے لڑکی ۔ اس نے نیلی سے کہا ۔ یوں کرسی میں میٹھنا ۔ توبہ آج کل کی لڑکیاں تو زچہ بننا جاتتی ہی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ بیاں کرسی میں میٹھنا ۔ توبہ آج کل کی لڑکیاں تو زچہ بننا جاتتی ہی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ بیاں کرائی پر لیٹ جانا چاہئے !!

میں نے کہا ۔ "نائی ۔ نتھے کی اماں تویہ رہی" میں نے آپاکی طرف اشارہ کیا ۔ بڑھیا نے غور سے آپاکی طرف دیکھا پھر وہ ہنسی ۔ "اسے ہے لڑکی ۔ مذاخ کرتی ہو ۔ یہ بال دھوپ میں تو نہیں سفید کئے ۔ پھر وہ نتھے سے مخاطب ہوئی ۔ "چاہ نتھے سے بوجھ لو ۔ کہ کون ہے اس کی اماں ۔ ۔ ۔ نیلی بت بنی بیٹھی تھی ۔ ادھر آپاکنکنانے لگی ۔ نہیں اب ہمارے درمیان کوئی حائل نہیں ہو سکتا" ۔ وہ پاکلوں کی طرح ہنسی ۔

بڑھیا اپنی ہی دھن میں بولتی گئی ۔ "کہتے ہیں ۔ سچ کہتے ہیں سیانے ہاپ کی شظر میں جو دلھن کی صورت بچ جائے تو بیچ کو تو ماں پر جانا ہی ہوا ۔ "

بڑھیا بولی ۔ "کیا ہنستی ہے میٹی ۔ بچہ حائل کہاں ہوتا ہے ۔ وہ تو بلخ دونوں میں بندھن بن جاتا ہے " ۔ بڑھیا نے بھائی اور نیلی پر معنی خیز شاہ ڈال کر کہا ۔ "اور پھر جب ماں پر شکل ہواس کی ۔ "

و چپ

" چي

جیناں نے چی کی نظر بچا ماتھ پر بیاری تیوری چڑھا کر قاسم کو کھورا ۔ اور پھر نشے کی شلوار کے اٹھائے ہوئے پاٹنے کو مسکرا کر نیے تھینی لیا اور ازسرنو چی سے ہاتوں میں مصروف ہو گئی ۔ قاسم چونک کر شرمندہ سا ہو گیا اور پھر معصومانہ انداز سے جاریائی پر پڑے ہوئے رومال پر کاڑھی ہوئی میل کو غور سے دیکھنے لکا ۔ اس کا دل خواہ مخواہ دھک دھک کر رہا تھا ۔ اور وہ محسوس کر رہا تعا ۔ کویا اس نے کسی جُرم کا ارسکاب کیا ہو ۔ قاسم کئی بار یوں چوری چوری جیناں کے جسم کی طرف ویکھتا ہوا پکڑا جا چکا تھا۔ جیناں کے مسکرا دینے کے باوجود وہ شرم سے یانی یانی ہو جاتا اور اس کی تکابیں تھینے کے لئے کونے تلاش كرتيں ۔ نہ جائے كيوں يول ان جانے ميں اس كى مظر جينال كے جسم كے چيج و خم يا أبحار پر جا پرتی ۔ اور وہیں کر جاتی ۔ اس وقت وہ قطعی بحول جاتا کہ کدهر دیکھ رہا ہے یا کچھ دیکھ رہا ہے مصیبت یہ تھی کہ بات تبھی وقوع میں آتی جب جیناں کے یاس کوئی نہ کوئی ہمسائی میتھی ہوتی ۔ پھر جب جیناں اکیلی رو جاتی تو وه مسكراكر پوچيتى _ الكيا ديكت رہتے ہوتم قاسى" ؟ ميں "ميں نہيں تو" وه كحبرا جاتا اور جینال ہنستی مسکاتی اور پھر میارے کہتی ۔ "کسی کے سامنے یوں یا کلوں كى طرح نبيس ديكها كرت بأو" - أكريد اكيلي ميس بحى جينال كا يا تتحد أكثر اوبر أثحد جاتا اور دویشہ یار بار چھاتی سے یوں شیح ڈھلک جاتا کہ سائٹل میں ملبوس ابحار غایاں ہو جائے ۔ لیکن اس وقت قاسم کو ادھر دیکھنے کی ہمت نہ پڑتی حالانکہ جیناں بظاہر شدت سے کام میں منہمک ہوتی ۔ لیکن قاسم بیقرار ہو کر اٹھ بیٹھتا ۔ اب میں جاتا ہوں ۔ وہ نظر اٹھاتی اور پھر لاڈ بھری تیوری چڑھا کر کہتی ۔ "میٹھو بھی ۔ جاؤ کے کہاں" ۔

"کام ہے ایک" قاسم کی شخامیں کوتوں میں تھینے کی کوسٹش کر تیں ۔ "کوئی نہیں کام وام پھر کر لینا" ۔ لیکن وہ چلا جاتا جسے کوئی جائے پر مجبور ہو اور وہ آپ ہی آپ مینٹھی مسکاتی رہتی ۔

اس روز جب وہ جانے لگا تو وہ مشین چلاتے ہوئے بولی ۔ "قاسی ڈرا یہاں
تو آنا" ۔۔۔۔۔ ایک بات پوچموں بٹاڈے ۔ "کیا ہے" وہ دک گیا ۔ "یہال
آؤ میٹھ جاڈ ۔ " وہ اس کی طرف دیکھے بٹا بولی ۔ وہ اس کے پاس زمین پر بیٹھ
گیا ۔ وہ ٹیرِ لب مسکرائی ۔ پھر دفعتاً اپنا بازو اس کی گردن میں ڈال کر اس کے
سرکو اپنی دانوں پر رکھ کر تھپکنے گئی ۔ "سچ سچ بتان قاسی" ۔ دو ایک مرجہ قاسم
نے سر اٹھانے کی کوشش کی ۔ لیکن نشے کی ریشمیں ٹری ۔ خس کی ہلکی ہلکی
خوشبو اور جسم کی مرجم مخملی گرمی ۔۔۔۔۔ اس کی توت حرکت شل ہو
کئی ۔ "تم میری طرف اس طرح کیوں گھورتے رہتے ہو ۔ ہوں" ؟ اس نے ایک
بیاد بھرا تھپڑ ماد کر کہا ۔ بتاؤ بھی ۔۔۔۔۔۔۔ ہوں"۔ قاسم نے پورا ژور
کاکر سر اٹھا لیا ۔ وہ انجائے جذبات کی شدت سے بھوت بٹا ہوا تھا ۔ "ہمیں ایک اٹکارہ ہو رہی تھیں منہ جات کی طرح شرخ اور سائس پھولا ہوا تھا ۔ "ہیں! یہ
اٹکارہ ہو رہی تھیں منہ جات کی طرح شرخ اور سائس پھولا ہوا تھا ۔ "ہیں! یہ
کر کہا ۔ "خفا ہو گئے ہو کیا" ؟ اس نے ازسرِنو مشین چاتے ہوئے پوچھ اور
دوبٹہ منہ میں ڈال کر ہنسی دوکئے گئی ۔ "نہیں نہیں کچھ بھی نہیں" وہ ہو گولا وہ بولا
دوبٹہ منہ میں ڈال کر ہنسی دوکئے گئی ۔ "نہیں نہیں کچھ بھی نہیں" ۔ وہ بولا
دوبٹہ منہ میں ڈال کر ہنسی دوکئے گئی ۔ "نہیں نہیں کچھ بھی نہیں" ۔ وہ بولا

اس کے بعد جب وہ اکیلے ہوتے قاسم اٹھ پیٹھنا۔ " اچھ اب میں جانا ہوں ۔ لیکن اس کے باوجود منہ موڑ کر کھڑا رہتا اور وہ مسکراہٹ بھینچ کر کہتی ۔ "اچھا ۔ ایک بات تو سنو" ۔ اور وہ معصوم انداز سے پوچھنا ۔ ایک بات تو سنو" ۔ اور وہ معصوم انداز سے پوچھنا ۔ ایک بات او سنو یکا کر کے کہتی ۔ وہ اس سکے پاس ریٹھ کر ہے " ۔ یہاں آؤ ۔ بیٹھ جاڈ وہ منہ پکا کر کے کہتی ۔ وہ اس سکے پاس ریٹھ کر اور بھی معصومانہ انداز سے پوچھنا ۔ "کیا ہے" معا حنائی ہاتھ حرکت میں آ جاتے اور قاسم کا سر محملی ، معطر تکیہ پر جا تکتا اور وہ حنائی ہاتھ اس تھیکے گئے ۔ اس اور قاسم کا سر محملی ، معطر تکیہ پر جا تکتا اور وہ حنائی ہاتھ اس تھیکے گئے ۔ اس کے تن بدن میں پھلجوں چلنے گئتیں ۔ نسوں میں وہنگی بجٹے گئتی ۔ آبکھوں

میں سرخ ڈورے دوڑ جائے سائس پھول جاتا ۔ لیکن وہ زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکتا ۔ ایک رنگین اضطراب اسے میقرار کر دیتا اور وہ اٹھ میٹھتا ۔ "اب میں جاتا ہوں" ۔ اور وہ نیچی شکاہ کئے مسکاتی ۔۔مسکائے جاتی ۔

پر نجائے اسے کیا ہوا ۔ ایک رنگین بیقراری سی چھاگئی ۔ وہ چارپائی پر بیٹھا دھائیں مانگتا کہ وہ اکیلے ہوں ۔۔اس وقت آنگھیں یوں چڑھی ہوتیں جیے پی کر آیا ہو ۔ جسم میں ہوائیاں چھوٹنیں جینال نیچی ننظر سے اسے دیکو دیکو کر مسکراتی ۔ اور پھر آنکو بچا کر کوئی نہ کوئی شرارت کر دیتی مثلاً جب چچی یا بڑی پی مسکراتی ۔ اور پھر آنکو بچا کر کوئی نہ کوئی گرا اپنی گود میں ڈال لیتی اور نیچی شاہ ادھر ہوتی تو جینال جیے بے خبری میں کوئی کپڑا اپنی گود میں ڈال لیتی اور نیچی شاہ سے قاسم کی طرف دیکو کر اسے تھیئے گئتی اور قاسم ۔ اُف وہ بے چارہ تربی اٹھتا اور جینال منہ میں دوپٹہ ٹھونس کر بنسی روکنے کی کوشش کرتی ۔ یا وہ دونوں ہاتھ قاسم کی طرف بڑھا کر پھر اپنی کود کی طرف اشارہ کرتی گویا بلا رہی ہو ، اور جب چی یا بڑی بی کا دھیان ادھر ہوتا تو جینال بڑی سرگرمی سے کپڑا سینے میں اور جب چی یا بڑی بی کا دھیان ادھر ہوتا تو جینال سے اپنے دھیان بیٹھی پوچھتی ۔ قاسم مصروف ہو جاتی اور مزید چھیڑئے کے خیال سے اپنے دھیان بیٹھی پوچھتی ۔ قاسم مصروف ہو جاتی اور دیب بٹھے ہو ۔ لاگر تو نہیں آئے اساں سے ؟

پر جب وہ اکیلے رہ جاتے تو قاسم چیکے ہے اٹھ کر آپ ہی آپ جیناں کے
پاس آ میٹھتا ۔ دو ایک مرجہ ملتی شاہوں سے اس حنائی پاتھ کی طرف ویکھتا ۔ جو
شدت سے کام میں مصروف ہوتا اور پھر آپ ہی آپ اس کا سر جمک کر اس معطر
سرپانے پر فک چاتا ۔ یا جب وہ اس کے پاس آگر میٹھتا تو وہ منہ پکا کر کے
کہتی ۔ 'کیوں ؟ کیا ہے " اور پھر جب اس کا سر وہاں فک جاتا تو بلکا سا تھیہ مار کر کہتی ۔ 'نبہت شریر ہوتے جا رہے ہو ۔ کوئی دیکھ لے تو ۔ کچھ شرم کیا
مار کر کہتی ۔ 'نبہت شریر ہوتے جا رہے ہو ۔ کوئی دیکھ لے تو ۔ کچھ شرم کیا

ایک دن جب وہ سر محائے پڑا تھا وہ بولی ۔ قاسی کیا ہے تمہیں ۔ یوں پڑے دہ رہے ہو ۔ کم سم ۔ مزہ آتا ہے کیا" اس روز سر اٹھا لینے کی بجائے د جائے کہاں سے اسے ذبان مل گئی ۔ بولا "مجھے تم سے مجبت ۔۔۔۔۔ معاً جینال نے اس کا سر دباکر اس کا منہ بند کر دیا ۔ "جیب" وہ بولی ۔ کوئی سن لے جینال نے اس کا سر دباکر اس کا منہ بند کر دیا ۔ "جیب" وہ بولی ۔ کوئی سن لے

تو ۔ بیابتا سے بیبار نہیں کرتے ۔ انہیں پتہ چل جائے تو میری ناک چوٹی کاٹ ، گھرسے تکال دیں ۔ سنا بلو" ۔ وہ اٹھ بیٹھا لیکن اس روز دوڑتے ڈوروں کی بجائے اس کی آنکھیں چھلک رہی تھیں ۔ "اب میراکیا ہوگا" ۔ آندوڈں نے اس کا گلا دیا ۔ اور جینال کے بلائے کے باوجود وہ چلاگیا ۔ اور حسبِ معمول چوری چوری غسل طائے میں منہ پر ٹھنڈے یائی کے چھینٹے دینے لگا ۔

نہ جانے ان مخملی ، معطر رانوں نے کیا کیا ۔ چند ماہ میں ہی وہ قاسی سے قاسم بن گیا ۔ گیا کیا ۔ چند ماہ میں ہی وہ قاسی سے قاسم بن گیا ۔ گردن کا منکا آبھر آیا ۔ آواز میں گونج پیدا ہو گئی ۔ چھاتی پر بال اگ آئے ۔ اور دونوں جانب کلٹیاں سی ابھر آئیں ۔ جن پر ہاتھ لکانے سے میٹھا سا ورو ہوتا ۔ منہ پر موٹے موٹے وائے فکل آئے ۔

پھر ایک دن جب وہ ادھر جانے کی خاطر اٹھا تو ماں بولی ۔ "کدھر جا رہا ہے تو ؟ کہیں بھی نہیں ۔ وہ رک کر بولا ۔ "ادھر جینال کی طرف اور کہاں منہ پر داڑھی آ چکی ہے پر ابھی اپنا ہوش نہیں تجھے ۔ اب وہاں جا کر بیٹھنے سے مطلب نہ جائے لوگ کیا سمجھنے لگیں ۔ مانا کہ وہ اپنی ہے پر بیٹر اس کی عزت ہماری عزت ہے اور لوگوں کا کیا اعتباد' قاسم دھک سے رہ کیا اور وہ چپ چاپ چاریائی پر جا لیٹا ۔ جی چاہتا تھا کہ چیخیں مار مار کر رو پڑے ۔

شاید اس لئے کہ قاسی نہ آیا تھا یا واقعی اسے کالے وھاکے کی ضرورت تھی ۔ جینال مسکراتی ہوئی آئی "ہما بھی" اس نے قاسم کی ماں کو مخاطب کر کے کہا ۔ " کالا وھاکا ہوگا تھوڑا سا" ۔ اور پھر باتوں ہی باتوں میں ادھر ادھر دیکھ کر بولی ۔ قاسم کہاں ہے مظر نہیں آیا آج ۔ کہیں گیا ہو گا ۔ "اندر بیٹھا ہے" ۔ قاسم کی ماں نے جواب دیا ۔ "ادھر نہیں آیا آج" ۔ جینال نے جمجک کر بوچھا ۔ "خیر تو ہے" میں نے ہی منح کر دیا تھا ۔ بھا بھی بولی " دیکھ بیٹی گئی اللہ دکھے اب وہ جوان ہے ۔ نہ جانے کوئی کیا سمجھ لے ۔ بیٹی کسی کے منہ پر اللہ دیکھ ابات نہیں رکھا جاتا اور محلے والیوں کو تو تم جانتی ہو ۔ وہ بات نکالتی ہیں جو کسی کی سمھ بدھ میں نہیں ہوتی ۔ اور پھر تمہاری عزت ہوئی ۔ کیوں بیٹی ۔ کیا برا کی سمھ بدھ میں نہیں ہوتی ۔ اور پھر تمہاری عزت ہوئی ۔ کیوں بیٹی ۔ کیا برا کیا میں نے جو اسے جانے ہے دائے ۔ اور پھر تمہاری عزت ہوئی ۔ کیوں بیٹی ۔ کیا برا کیا میں نے جو اسے جانے ہے دوگ دیا ۔ ایک ساعت کے لئے وہ چپ سی ہو

گٹی ۔ لیکن جلد بی مسکراکر بولی ۔ " ٹھیک تو ہے بھابھی ۔ تم نہ کرو میرا فیال تو کون کرے تم سے زیادہ میرا کون ہے ۔ تم بڑی سیانی ہو بھابھی" ۔ یہ کہ وہ اٹھ کھڑی ہوئی ۔ "کہاں چھیا بیٹھا ہے"! اور اندر چلی گئی ۔ قاسی کامنہ زرد ہو رہا تھا اور آنکھیں بھری ہوئی تھیں اے یوں چپ دیکھ کر وہ مسکرائی اور اس کے پہلو میں کہ کہ کہ کر کرتے ہوئے بولی ۔ "چپ" پھر بآواز بلند کہنے لگی ۔ " جمجے ڈی ۔ ایم سی کا ایک ڈب لا دو قاسی! سبحی رنگ ہوں اس میں" اور پھر اس کی زئی جرام ہوگئی پکڑ کر کاٹ لیا ۔ قاسی بنسنے لگا تو منہ پر انتخلی دکھ کر بولی ۔ "چپ" اب تو زندگی حرام ہوگئی ۔ " قاسی نے اس کے کان میں کہا ۔ اب میں کیا کروں کا میرا کرندگی حرام ہوگئی ۔ بس اتنی سی بات پر گھرا گئے" پھر وہ بیان بند کہنے گئی ۔ " ڈندگی حرام ہوگئی ۔ بس اتنی سی بات پر گھرا گئے" پھر وہ بیان بند کہنے گئی ۔ " ڈندگی خرار آئے" ۔ ایک آن کے لئے وہ حیران رہ گیا ۔ " شرور جیسری کھڑی کھٹی ہوگی ضرور آنا" ۔ ایک آن کے لئے وہ حیران رہ گیا ۔ " شرور آنا" ۔ ایک آن کے لئے وہ حیران رہ گیا ۔ " شرور آنا" ۔ وہ اس کا سر اپنے بدن سے مس کرتے ہوئے بوئی ۔ اور پھر بآواز بلند اس کے کان سے مس کرتے ہوئے بوئی ۔ اور پھر بآواز بلند اس کے کائیہ کرتی ہوئی باہر عمل آئی ۔ " آج نہ سہی ، کل ضرور انا" ۔ یہ کہ کر وہ چلی گئی ۔ اس کا سر اپنے بدن سے مس کرتے ہوئے بوئی ۔ اور پھر بآواز بلند اسے ڈب کے کئیکھی گئی ۔ "آج نہ سہی ، کل ضرور انا" ۔ یہ کہ کر وہ چلی گئی ۔ اس کا سر اپنے بدن ہوئی باہر عمل آئی ۔ "آج نہ سہی ، کل ضرور انا" ۔ یہ کہ کر وہ چلی گئی ۔

اس رات محلے بحری آواندس کلی میں آکر گونجتیں اور پحر قاسم کے دل میں دھک دھک بہتیں عجیب سی ڈراؤنی آواندس اس رات وہ آواندس ۔ ایک نہ فتم ہوئے والے تسلسل میں پہاڑی نالے کی طرح ہری تھیں ۔ بہج جا رہی تھیں ۔ مج جا رہی تھیں ۔ محلہ ان آوازوں کی مدد سے اس سے استقام لے زیا تھا ۔ بہے کھیل رہی تھیں ۔ محلہ ان آوازوں کی مدد سے اس سے استقام لے زیا تھا ۔ بہے کھیل رہینے تھے ، ان کا کھیل اسے برا لگ دبا تھا ۔ فہ جائے مائیں استی دیر پچوں کو باہر رہینے کی اجازت کیوں دیتی بیں ۔ پھر آبستہ آبستہ ان کی آواندس مرہم ہوتی گئیں ۔ پھر دور محلہ کی مسجد میں ملاکی اذان کونجی ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ۔ جیبے کوئی چینیں مار مار کر رو رہا ہو ۔ کس قدر اداس آواز تھی جسے وہ بحیانک تر بنا رہا تھا ۔ ایک مار مار کر رو رہا ہو ۔ کس قدر اداس آواز تھی جسے وہ بحیانک تر بنا رہا تھا ۔ ایک ساعت کے لئے خاموشی چھا گئی ۔ کراہتی ہوئی خاموشی ۔ دروازے کھل رہے ساعت کے لئے خاموشی چھا گئی ۔ کراہتی ہوئی خاموشی ۔ دروازے کھیل رہے ساعت کے لئے خاموشی تھی کہ تھی کراہتی ہوئی خاموشی ۔ دروازے کھیل رہے ساعت کے لئے خاموشی جھا گئی ۔ کراہتی ہوئی خاموشی وہ دروازے کھیل رہے سے وہ دروازے کھیل رہے تھے یا بند ہو رہے تھے ۔ اف کس قدر شور بچا رہے تھے وہ دروازے کویا رہنگ رہنگ کر شکایت کر دہے ہوں ۔

کیا کھڑکی بھی گھنتے وقت شور مچائے گی ۔ وہ سوچ میں پڑگیا ۔ نازی واپس
آ رہے تھے ۔ ان کے ہر قدم پر اس کے دل میں "دھک" سی ہوتی توبہ! اس
گلی میں چلنے سے محلہ بحر گونجتا ہے "چرد" ۔ چول ۔ "وروازے ایک ایک کر
کی میں چلنے سے محلہ بحر گونجتا ہے "چرد" ۔ چول ۔ "وروازے ایک ایک کر
کے بند ہو رہے تھے ۔ نجائے کیا ہو رہا تھا اس روز گویا تیم محلہ تپ دق کا ہیم رہنا ہو ایک تھا ۔ "اکھڑ کھڑوم" اہم ۔ اہم ۔ آبہیم ۔ تھو ۔ "یا شاید وہ سب تنفریجاً کھانس رہے تھے ۔ تسخر بحری کھانسی جسے وہ سب اس بھید سے واقف تھے ۔

ور اس نے دھر کتے ہوئے ول سے سنا ۔ لیکن آوازیس تھیں کہ تھمتی ہی نہ تھیں ۔ کبھی کوئی بچہ بلبلا اٹھتا ۔ اور مال لوری دینا شروع کر دیتی ۔ کبھی کوئی بڑھا کھانس کھانس کر محلے بھر کو انسرنو جگا دینا ۔ نہ جائے وہ سب بونہی پیدار رہنے کے عادی تھے ، یا اسی رات حالت بگڑے ہوئے دینا ۔ نہ جائے وہ سب بونہی پیدار رہنے کے عادی تھے ، یا اسی رات حالات بگڑے ہوئے تھے ۔ دوسرے کمرے میں امال کی کروٹوں سے چارپائی بٹنی نہ حالات بگڑے ہوئے گئے ۔ دوسرے کمرے میں امال کی کروٹوں سے چارپائی بٹنی نہ رہی تھی ۔ کبیں وہ اس کا بھید جانتی نہ ہو کہیں ۔ کبیں وہ اس کا بھید جانتی نہ ہو کہیں ۔ کبیں وہ اس کا بھید جانتی نہ ہو کہیں ۔ جینال نہ آئے اور وہ مضطرب ہو جاتا ۔ اف وہ کئے کیسی بھیانک آواز میں رو رہے تھے ۔

شاید اس گئے کہ وہ جیناں کی گود میں سر رکھ کر روتا رہا ۔ مجھے تجھ سے محبت ہے ۔ میں تمہارے بغیر جی نہ سکوں گا ۔ اور وہ حنائی ہاتھ بیارے اے تخیہ کتا رہا ۔ اور وہ آواندی گونجتی رہیں یا شاید اس کئے کہ وہ سارا سارا دن آہیں بحرتا ۔ کروٹیں بدلتا ۔ اور چپ چاپ پڑا رہتا رات کو علیمدہ کرے میں مونے پر ضد کرتا اور پر جیناں ڈی ایم سی کا گولا منگوانے آتی تو اس کے کان گورے ہو جائے ۔ آنگھیں جھومتیں اور وہ بھول جاتا کہ امال کے پاس محملے والیاں میں تھی اس کے والیاں میں میں اس کی میاں روز بروز یہوی ہے بیل میں ۔ یا ویسے بی جیناں کا ذکر چھڑ جاتا تو اس کے کان گورے ہو جاتے یا شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ جیناں کا ذکر چھڑ جاتا تو اس کے کان گورے ہو جاتے یا شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ جیناں کا اتنا رکھ رکھاؤ کرتی تھی پھر ان دنوں تو وہ اور بھی دلچسپی حالانکہ جیناں بظاہر ان کا اتنا رکھ رکھاؤ کرتی تھی پھر ان دنوں تو وہ اور بھی دلچسپی طالانکہ جیناں بظاہر ان کا اتنا رکھ رکھاؤ کرتی تھی پھر ان دنوں تو وہ اور بھی دلچسپی صوف دکھاؤا تھی اور وہ روز بروز ان سے بے پروا ہوتی جا رہی تھی ۔ مکن ہے

شکوه کرتا رو رو کر محله کرتا به لیکن وه باته تھیک تھیک کر اسے خاموش کر دیتا ۔

ادھر قاسم اور جینال کی باٹوں سے محلد کو تجنے لگا۔ مرہم آوائیس بسد ہوتی گئیں ۔ سرگوشیاں و ممکی کی صورت میں ابھر آئیں ۔ اشارے کھلے طعنے بن کئے ۔ "میں کہتی ہوں چاہی ، رات کو دونوں ملتے ہیں ۔ مسجد کے ملا نے اپنی آنکھ ے دیکھا ہے ۔" تم اس کے میاں کی بات چھوڑو بی بی "آنکھ کا اندھا نام چراغدین " اسے کیا پتد ہے گاکہ بیوی غائب ہے ۔ سنا ہے جاجی ایک روز میال کو شک پڑگیا پر جیناں ؟ توبہ اس کے سرپر تو حرام سوار ہے نہ جانے کیے معاملہ رفع دفع اور ایسی بات بنائی که وه بدهو ، ڈانٹنے ڈیٹنے کی جگه الٹا پریشان بوگیا پیٹ میں درد ہے کیا تم چلو ، میں ڈھونڈ لاتا بول دوا ۔ اب طبیعت کیسی ہے ہونہہ! ویاں تو اور ہی درد تھا بھابھی ۔ جبھی تو پھابا رکھوائے آئی تھی ۔ مسجد کا ملاکہت ہے بڑی بی ۔۔۔۔ اے ہے اس کا کیا ہے ، اپنی حمیدال کہتی ہے بی بی ا میں تو ان کی آوازیں سنتی رہتی ہوں کان یک کئے ہیں ۔ پڑوسن جو ہوئی ان کی اور پحر دیوار بھی ایک ایٹٹی ہے ۔۔۔۔۔ توبہ ، اللہ بچائے حرام کاری کی آوازوں ے ۔ نہ جانے کیا کرتے رہتے ہیں دونوں ؟ تبھی بنتے ہیں ، تبھی روتے ہیں ۔ اور تبحی یوں و محا کرنے کی آواز آتی ہے جسے کوئی کبٹری کھیل رہا ہو ۔" "پر مامي !" اينا كحر والا موجود بوتويون جحك مارق كا مطلب - "تو چيور اس بات کو _ میں کبوں چوری کا مزہ چوری کا _ سر پر حرام چڑھا ہے" _ "پر مامی تو چووڑ اس بات کو دلین ! مجھے کیا معلوم کیا مرد ہے اس "چپ"، میں اللہ بچائے ۔ الله اپنا فضل و كرم ركح ، پر ميں كبول يه "چپ" كها جاتى ہے بس اب تو سمجھ کے آپ بی ۔" پھر یہ باتیں مرہم پڑتی گئیں ، مرہم تر ہو گئیں ۔ سطے کہ بات عام ہو کر شظروں سے او جھل ہو گئی ۔ غالباً لوگوں نے اسے ایک کھلا راز مسلیم کر لیا ۔ اور ان کے لئے مزید تحقیق میں ولچسپی نہ رہی نہ جانے جینال کس مٹی ہے بنی تھی اس کی ہربات نرالی تھی ۔ جوں جوں اوگ اے مشکوک شکاہوں سے ویکھتے گئے ۔ اس کی مسکرایسی اور بھی رواں ہوتی کئیں ۔ سے کہ وہ محلے والیوں سے اور بھی

ہنس ہنس کر ملنے لکی ۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ وہی اس کی پیٹھ چیکھے باتیں کرتی

اس کی وجہ محلے کی دیواریں ہوں جو اس قدر پرانی اور وفادار تحییں کہ جیناں کا یہ رویہ برداشت نہ کر سکتی ہوں ۔ اس لئے انہوں نے وہ راز اچھال دیا ۔ بہر حال وجہ چاہ کوئی ہو بات محل گئی ۔ جیسا کہ اسے محل جانے کی بری عادت ہے ۔ پہلے دبی وبی سرگوشیاں ہوئیں ۔ "یہ اپنا قاسم ، نواب بی بی کا الڑکا ا اب ہے ایسا تو نہیں دکھے تھا" ۔ "پر چاچی جیناں تو راہ چاتے کو لپیٹ لیتی ہے ۔ " یہ برٹی بی امیرے من تو نہی گئی یہ بات ۔ ابھی کل کا بچہ ہی تو ہے اور وہ اللہ رکھے ، بھری مثیار ! اونہوں " ۔ "میں کہتی ہوں بی بی ، جب بھی جاؤاتنی آو ہمگت ہے ملتی ہے کہ کیا کہوں ۔ لوگوں کا کیا ہے جے چاہا اچھال دیا" ۔ پر ہما بھی ! ذرا اسے دیکھو تو ، اللہ مارے نئے کی شلوار ہے ۔ سائٹل کی قیض ہے اور کیا عجال ہاتی ہوں بر مہندی خشک ہو جائے ۔ "ہاں بہن رہتی تو بن ٹھن کر ہما ہو بائے ۔ "ہاں بہن رہتی تو بن ٹھن کر سے ۔ یہ تو مائتی ہوں میں ۔ اللہ جائے "چی بات منہ پر کہہ دینا میری عادت ہی ایسی ہے " ۔ تو اس کے میاں کی بات چھوڑ ، میں کہتی ہوں ۔ وہ تو بدھو ہے ایسی ہے " ۔ تو اس کے میاں کی بات چھوڑ ، میں کہتی ہوں ۔ وہ تو بدھو ب بہت ۔ تو اس کے میاں کی بات چھوڑ ، میں کہتی ہوں ۔ وہ تو بدھو ب بہت ۔ " و اس کے میاں کی بات پھوڑ ، میں کہتی ہوں ۔ وہ تو بدھو ب

قاسم نے محسوس کیا کہ لوگ اس کی طرف مستقسراتہ بھابوں سے دیکھنے لگے ہیں پہنے تو وہ شرمندہ سا ہوگیا ۔ پھر اسے فیال آیا ۔ کہیں بیٹھک کی تیسری کھڑکی ہیشہ کے لئے بند نہ ہو جائے ۔ اس کا دل ڈوب گیا ۔ لیکن جُوں جُوں محلہ میں بات بڑھتی گئی ۔ اور اسکی "چپ" بات بڑھتی گئی ۔ اور اسکی "چپ" بات بڑھتی گئی ۔ اور اسکی "چپ" اور بھی دلنواڑ ! "بس ڈر گئے" وہ بنستی ۔ ہم کیا ان باتوں سے ڈر جائیں گے ؟" اس کا حنائی ہاتھ اور بھی گرم ہوتا گیا ۔ اور اس کا سنگار اور بھی معطر ۔ لیکن ان باتوں کے باوجود قاسم کے دل میں ایک پھانس سی کھنگنے گئی ۔

جب کبھی کسی وجہ سے بیٹھک کی تیسری کھڑگی نہ کھلتی تو معاً اسے فیال آتا کہ وہ اپنے میاں کے پہلو میں پڑی ہے اور وہ معظر کود کسی اور کو گھیرے ہوئے ہے ۔ وہ حنا آلود ہاتھ کسی اور کے ہاتھ میں ہے ۔ اس فیال سے اس کے ول پر سانپ لوٹ جاتا اور وہ تڑپ ترب کر رات کاٹ دیتا ۔ پھر جب کبھی وہ ملتے تو

بیں اور قاسم ؟ قاسم سے ملئے کی خواہش اس پر حاوی ہوتی گئی ۔ ہنس ہنس کر اسے ملتی ۔ اس کی ریشمیں گود اسے ملتی ۔ اس کی ریشمیں گود اور بھی گرم اور معطر ہوتی گئی ۔

مگر جب بات عام ہوگئی اور لوگوں نے اس میں ولچسپی لینا ہند کر دی ۔ جیے لوگوں نہ جانے اے کیا ہوا؟ اس نے دفعتاً قاسم میں دلچسپی لینا بند کر دی ۔ جیے لوگوں کی چپ نے اس کی "چپ" کو بے معنی کر ویا ہو ، اب میٹھک کی تیسری کوئی اکثر بند رہنے گئی ۔ آدھی رات کو قاسم اے انتخی سے ٹھوکتا ۔ اور بند پاتا تو پاکلوں کی طرح واپس لوٹ آتا اور پھر بار بار جا کر اے آزماتا ۔ اس کے علاوہ اب بیناں کو ڈی ۔ ایم سی کے تاکے کی ضرورت بھی نہ پڑتی ۔ اس لئے وہ قاسم بیناں کو ڈی ۔ ایم سی کے تاکے کی ضرورت بھی نہ پڑتی ۔ اس لئے وہ قاسم بیناں کو ڈی ۔ ایم سی کے تاکے کی ضرورت بھی تہ پڑتی ۔ اس لئے وہ قاسم بینا ہوا کہ گزار رہتا ۔ اور جیناں کا میاں تو ایک طرف ، اے ہر چلتا پھرتا راہ گیر جیناں کے نشے کی شلوار کی تہوں میں گیند بنا ہوا دکھائی وبتا ۔ تعجب یہ تعالی کہ اب جب اے جیناں کی لاپروائی کا شکوہ کرنے کا موقع ملتا تو وہ بے پروائی کہ اب جب اے جیناں کی لاپروائی کا شکوہ کرنے کا موقع ملتا تو وہ بے پروائی کے گہتی "کوئی دیکھ لے کا تبھی چین آئے کا تمہیں ۔ مجھے گھر سے شکوانے کی شان رکھی ہے گیا ؟ کیا کرون میں وہ ساری دات جاگ کر کا اختے ہیں " ۔

وو ایک مرتبہ ڈھیٹ بن کر کسی نہ کسی بہائے وہ جیناں کی طرف گیا بھی ۔
اول تو وہاں کوئی نہ کوئی بیٹھی ہوتی اور جب نہ ہوتا تو بھی جیناں سینے کے کام میں اس قدر مصروف ہوتی کہ آنکہ اٹھاکر بھی نہ ویکھتی ۔ ایک دن جب وہ ادبر کی سے تو دیکھتی ۔ ایک ون جب وہ ادبر کیا ۔ تو دیکھا کہ جیناں کے پاس اس کا اپنا ماموں زاد بھائی مومن بیٹھا ہے بالکل اسی طرح جس طرح جمجی وہ خود بیٹھا کرتا تھا ۔ اس نے محسوس کیاکہ مومن کا سر بھی کسی ریشمیں ، معطر تکیہ سے اٹھا ہے ۔ اس پر ویوائلی کا عالم طاری ہوگیا اور جیناں کے بلائے کے پاوجود چلا آیا اس وقت اس کا جی چاہتا تھا کہ کسی فیم ہے جیناں کے بلائے کے پاوجود چلا آیا اس وقت اس کا جی چاہتا تھا کہ کسی فیم ہے۔

نا گاہ وہ واقعہ پیش آیا۔ نہ جائے ہوا کیا ؟ آدھی رات کو جیناں کی چیخیں سن کر محنے والیاں اکٹھی ہو گئیں۔ درو سے

ر با ہے اور وہ پاس منتھی آنو بہا رہی ہے ۔ ڈاکٹر بلوائے گئے کیم آئے ۔

مگر ہے سود صبح دس ہے کے قرب سیاں نے جان دے دی ۔ اور جینال کی پُر

ورد چیخوں سے محلہ کانپ اٹھا ۔ لیکن اس کے باوجود دپی ہوئی سرکوشیاں اڈسرنو

جاک پڑس ۔ کوئی بول ۔ "اب قدر جانی ہے جب وہ مرکبا" ۔ کسی نے کہا ۔

"ابھی کیا ہے ابھی تو جانے گی ۔ بیچارہ ایسا نیک تھا ۔ اُف تک نہ کی اور یہ پی

بی ہولی کھیلئے میں مصروف آئی رہی" ۔ چاچی نے سرپیٹ لیا کہنے آئی ۔ "آئے

بائے ری ۔ تم کیا جانو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے پھن ، میں کہتی ہوں ۔ فہ

جائے کچھ دے کر مار دیا ہو ۔ "بین چاچی بس" تو چپ رہ ۔ بائے دی ، جوان

جائے کچھ دے کر مار دیا ہو ۔ "بین چاچی بس" تو چپ رہ ۔ بائے دی ، جوان

میاں کو ترٹیا مزیا کر مار ڈالا ۔ وہ کیا منع کرتا تھا ۔ اسے ۔ اس کے سائے تو

گیلتی رہی اپنے کھیل ۔ پھر جان لے لینا ! ؟" یاللہ تو ہی عزت رکھنے والا ہے ہم

تو کسی کو منہ نہیں وکھا سکتے محلے کی ناک کاٹ دی ۔ میں کہتی ہوں اگر سرکار کو

پتد چل گیا تو ۔ وہ تو قبر بھی کھود لیں گے ۔ "دبس بحابھی بس تو چھوڑ اب اس

بتد چل گیا تو ۔ وہ تو قبر بھی کھود لیں گے ۔ "دبس بحابھی بس تو چھوڑ اب اس

جب قاسم کی ماں نے سناکہ بیٹا جیناں سے بیاہ کرنے پر تلا ہوا ہے تو اس نے سر پیٹ لیا ۔ اپنا سر پٹنے کے سوا وہ کر ہی کیا سکتی تھی ۔ قاسم اب جوان تھا ۔ اپنی نوکری پر تھا ۔ ہر ماہ سو پچاس اس کی جھولی میں ڈالٹا تھا ۔ البتد اس نے دو ایک مرتبد اسے سمجھانے کی کوشش ضرور کی ۔ مگر بیٹا تو گر بار چھوڑنے کے دو ایک مرتبد اسے سمجھانے کی کوشش ضرور کی ۔ مگر بیٹا تو گر بار چھوڑنے کے لئے تیار تھا ۔ اس لئے وہ چپ ہوگئی ۔ اگرچہ اندر ہی اندر کھنے لگی اور جیناں کے متعلق ایسی دعائیں مائلنے لگی کہ اگر وہ پوری ہو جاتیں تو قاسم سر بیٹ کر گر سے باہر شکل جاتا ۔

جب محلے والیوں نے سناکہ قاسم کا پینام کی طرف کیا ہے تو چاروں طرف پر سے چرچا ہوئے لگا۔ "کچھ سنا تم نے چاچی ۔"۔۔۔۔۔۔۔ "بس تو چپ کر رہ ۔ آج کل تو آنگھوں سے اندھے اور کانوں سے بہرے ہو کر بیٹھ رہو جب کر رہ ۔ آج کل تو آنگھوں سے اندھے اور کانوں سے بہرے ہو کر بیٹھ رہو جب گزارہ ہوتا ہے ۔" پر چاچی کہتی سننے میں نہ آیا تھا ۔ کہ بیوہ کو کنوارہ لڑکا پیغام کھیجے ۔۔۔۔۔۔۔ ۔ میں کہتی ہوں بیوہ مر جاتی تھی ، مگر دوسری شاوی کا نام نہ لیتی تھی ۔ اور اگر کوئی پیغام فاتا بھی تو اس کا منہ توڑ دیتی ۔ شاوی کا نام نہ لیتی تھی ۔ اور اگر کوئی پیغام فاتا بھی تو اس کا منہ توڑ دیتی ۔

لیکن آج نہ جانے کیا زمانہ آیا ہے۔ پر چاچی وہ تو لڑکے سے ساتھ آٹھ سال بڑی ہوگی ۔ اسے اپنی فاطمہ سے دو ایک سال ہی چھوٹی ہے ۔۔۔۔۔۔ " آئے بائے کیا کہتی ہوتم ۔ دکھنے کا کیا ہے بہن ۔ ہار سنگار کر کے بیٹھ جاڈ ۔ منہ پر وہ اللہ مارا کیا کہتے ہیں اسے آفا لکا لو۔ تو تم بھی چھوٹی دکھوگی ۔ دکھنے کا کیا ہے ۔ اس سے تو عمر چھوٹی نہیں ہو جاتی ۔

اس کے بخاح پر محلے والیوں نے کیا کیا نہ کہا۔ کوئی بولی۔ لو "یہ یوسف زلیخاں کا قصد بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ "کسی نے کہا۔ "ابھی نہ جانے کیا کیا دیکھنا ہاتی ہے۔ ابھی تیل دیکھو، تیل کی دھار دیکھو۔"

کسی نے کہا۔ "اے ہے جیناں کیا اے کود میں کھلائے گی۔ میال نہ ہوا ۔ ان کہا ۔ آج کل جوا ۔ آج کل ہوا ۔ آج کل کے لاکوں کو کود میں پڑے دہنے کا چسکا پڑا ہوا ہے ۔ جورو کو ماں بنا لیتے ہیں ،

ہاں! ۔۔۔۔۔۔۔ "کوئی کہنے لگی ۔ "خیر چاچی حرام سے تو اچھا ہے کہ شاح کر لیں ۔ کیوں بڑی بی اس بہن نہ اس کر لیں ۔ کیوں بڑی بی ! ہے نہ یہ بات ؟ میں تو سچی کہوں گی ۔ ہاں بہن نہ جانے کہ سے کئے ہوئے تھے ایک دوسرے سے ا

کئی مرتبہ وفتر میں کام کرتے ہوئے یہ شک سانپ کی طرح ڈسنے لکتا کہ دونوں سیٹھے ہیں ۔ وہ اور مومن اور اس کا سر ریشمیں تکئے پر قمکا ہوا ہے ۔ یہ خیال آتے ہی وہ کائپ اٹھتا اور واپسی پر جیناں کو ڈھونڈ تا تو دیکھتا کہ جیناں یوں مگن میٹھی ہے ۔ گویا پرانے خواب دیکھ رہی ہو ۔ کسی رنگین ماضی کے دھیان میں مگن بو یا شاید کسی متوقع مستقبل کے ۔ وہ چپ ہوجاتا ۔ اسے یول دیکھ کر جیناں مسکرا کر کہتی 'گیا ہے آج سرکار کو ؟" اور وہ مسکرانے کی کومشش کر تا ۔ "ہماری جیناں کحو گئی اب کیا ہوگا ؟" اور وہ بننے گئتی "پائی ہوئی چیز کو کون کو وہ بنتا ۔ جے رنگین خواب میسر کو وہ بنتا ۔ جے رنگین خواب میسر کو وہ بنتا ۔ جے رنگین خواب میسر ہوں وہ بھا تلخ حقیقت کو کیوں و کھے ۔ اسے جاگنے کی کیا ضرورت ۔ جاگ کر دکھتا ہوں وہ بی ہیں بہت مزہ جوں وہ بھا تلخ حقیقت کو کیوں و کھے ۔ اسے جاگنے کی کیا ضرورت ۔ جاگ کر دکھتا تھا ۔ اب ہماری چپ بھی پسند نہیں ۔ اور وہ چڑکر جواب وہ بتی انہاں وہ "چپ "میں بہت مزہ شما ۔ اب ہماری چپ بھی پسند نہیں ۔ اور وہ چڑکر جواب وہ بتی انہاں وہ "چپ "

اور کہاں یہ ۔۔۔۔۔۔۔ وہ قصہ میں آجاتا سی جانے کس کس سے "چپ" كا كھيل كھيلا ہو كا" "بس" كھا ليا شك نے "وہ جل كر كبتى "جى !" قاسم طنزاً جواب ربتا ۔ "بہم تو ٹھبرے شکی اب مومن کیسے بنیں! ؟"

یا کسی روز وفتر سے واپسی پر وہ کہتا "کس کے استظار میں مینمی تحی ؟ اور وہ جل کر بولتی "کوئی بھی جو آ جائے" اوبو! وہ سنجیدگی سے چھیرتا "ہم تو علطی ے آ کے" "تو واپس لوث جاؤ" وہ جل کر کہتی ۔

اس طرح مذاق ہی مذاق میں وہ ایک دوسرے سے دور ہوتے گئے ۔ جیناں کام میں منہمک رہنے گئی ۔ لیکن شاید کام تو محض ایک دکھاوا تھا ۔ ایک پس منظر ، ایک اوث جس میں ماضی کے خواب ویلفتی تھی ۔ اس کے خواب قاسم کو اور بھی پریشان کرتے اے اس بات پر غصہ آتا کہ وہ خوابوں کو حقیقت پر ترجیح دے رہی ہے ۔ پھر اے خیال آتا کہ شاید کوئی اور خواب ہوں ۔ جن کا اس سے تعلق نہ ہو ۔ اس خیال پر اے جینال کے خوابوں میں مومن کی تصویر مظر آئے لکتی ۔ البت ان دنوں جب قاسم کے ماں باپ چند دین کے لئے ان کے پاس آئے

تو قاسم نے محسوس کیا کہ جیناں وہی پرائی جیناں تھی ۔ اس روز جب امال سے باتیں کر رہا تھا تو جیناں نے آکر اندھیرے میں اس کی کر پر چٹکی بحرلی ۔ اور جب وہ گھبرا کر کچھ بولنے لگا۔ تو بولی "جب" اور ایک حنائی باتھ نے بڑھ کر اس کا منہ بند کر ویا ۔ پھر اس ون جب وہ ایا کے یاس دیوان خانے میں سویا ہوا تھا كسى ئے اس كے كان ميں سكا چبھو كر اے جكا ديا ۔ ابھى وہ انتھنے ہى لكا تھاك دو ہونٹ اس کے ہونٹوں سے مل کئے ۔ اور پھر ایک بلکا سا میارا تحیر کال پر پڑا ایک حنائی انکلی اس کے ہوشوں پر آ رہی ۔ "چپ" اس معطر اندھیرے میں سے میاری سی آواز آئی ۔ میشتر اس کے کہ قاسم اسے پکڑ سکتا وہ جا چکی تحتی ۔۔۔۔۔ پھر ایک روز غسلخانے میں جب وہ نہانے لگا تو معا کوئی دروازے کی اوٹ میں سے تکل کر اس سے چمٹ گیا۔ وہ کھبرا کر چلانے لاا۔ مگر وو حنائي باتھوں كے اس كا مند بند كر ديا - "جيب" وه ويواند وار ان حنائي باتھوں كو چوے لکا پھر جب اس نے جیناں کو پکڑنے کی کوسٹش کی تو وہ منہ یکا کر کے

بولی ۔ "شور محا دوں کی ، تو ابھی امال آکر سمجھ لے کی تم سے ۔"جب اس کے والدین نے جانے کی تیاری کی تو قاسم نے اس خیال سے انہیں نہ رو کا کہ ان کے چلے جانے پر اس کی کھوٹی ہوٹی جیٹاں مکمل طور پر اسے مل جائے گی ۔ حالانکہ جیناں نے ہر مکن طریقے سے انہیں روکنے کی کوششیں کی ۔ اس کی منتیں سن کر يوں كمان ہوتا تھا _ صبي كوئى دورتا تنكے كاسبارا دھوند رہا ہو _ مكر وہ سلے كئے _ اور جیناں بار کر میٹھ گئی ۔

ان کے چلے جانے کے بعد قاسم نے ہزار کوششیں کیں ۔ لیکن اپنی جینال کو پانے کی جگہ اور بھی کھوٹے چلا گیا ۔ اس بات پر قاسم کے شکوک ازسر نو میکے ۔ ان شکوک نے جیناں کو اور بھی چڑا دیا ۔ جیناں کے چڑنے نے اس کے شبہات کو ہوا دی اور وہ چپ چپ رہنے لگا ۔ حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے سے اور بھی بیگانہ ہو گئے ۔ پھر ایک ون جب وہ وفتر سے لوٹا تو اس نے دیکھا کہ جینال بن تھن کر مشین پر کام میں لکی ہوئی ہے اور پاس مومن میشا ہے ۔ جیسے اس نے ابھی اس معطر کود سے سر اٹھایا ہو ۔ اس کی مظروں میں دنیا اندھیر ہو کئی ۔ مومن كے جائے كے بعد وہ غزايا _ مومن اس مكان ميں نہيں آئے كا سنا تم في ! اس مكان ميں كوتى جوان لڑكا نہ آئے ؟" تمبارا ہى لكتا ہے كچھ ۔ ميں كيا جالوں كون ب ؟" ود بولى _ "اينى كود ب پوچد لوكه كون ب _" اس في غص ب كما "بس جي!" _ وه غضے ميں اٹھ كورى ہوئى _ "بحر نه كمنا يه بات" _ كہنے ك كيا ضرورت" وه بولا - "اب ك آيا تو بديان تور دون كا -" وه شيرني كي طرح ببعر كئى _ " ذرا باته لكاكر تو ديكهو _ تم مجه پر باته المحافے والے كون بو؟" قاسم كى شكابوں تلے اندهيرا چھا كيا ۔ اس كا باتھ اٹھا ۔۔۔۔۔ محلے والوں في جیناں کی چیخیں سنیں ۔ کوئی گرج رہا تھا ۔ "موسن! مومن"!! وہ چیخ رہی تھی ۔ "بس میں اس کھر میں ایک منٹ نہ رہوں کی" ۔ الناتم نے اب مومن کا جھکڑا ہے ۔ توب " یہ عورت کسی لاکے کو لیتے بنا چنووے کی بھی" ۔۔۔۔۔۔ میں کہتی ہوں اس کے سر پر حرام سوار ہے ۔

ہاں ۔" "میں کہتی ہوں ، اچھا کیا جو میاں نے ہڈیاں سینک دیں ذرا" ۔۔۔۔۔ پر چاچی ، کہاں مومن کہاں جیناں ۔ مومن تو اس کے بیٹے

بحرچرچا ہونے لگا۔ محلے والیاں بڑے اشتیاق سے دلہن کو ویکھنے لگیں۔ اُکرچہ ان کی سبار کباو طعنہ آمیز تھی ۔ لیکن آخر مومن کی مان کو مبارک تو دینا ہی تھی۔ انتفاق کی بات تھی کہ جب مومن اور جینال محلے میں واخل ہوئے ۔ عین اس وقت قاسم گلی میں گھڑا جاچی ہے بات کر رہا تھا ۔ اس روز وہ ایک سرکاری کام پر ایک ون کیلئے باہر جا رہا تھا اور چاچی سے کہد رہا تھا۔ "ہال چاچی سرکاری كام ب كل رات كى كارى سے لوٹ آؤں كا ۔ " ليجھے آبث سن كر وہ مرا، توكيد ویکھتا ہے ۔ جینال کوئی مسکرا رہی ہے ۔ اس کا ول دھک سے رہ کیا ۔ پھر آنکھوں ستلے اندھیرا چھاگیا ۔ اور وہ بھاگا ۔ حتی کہ اسٹیشن پر جاکر دم لیا ۔ اس روز دن بحر وہ جینال کے بارے میں ٹہ سوچنے کی کو مشش کری رہا ۔ دل میں ایک اضطراب سا کھول رہا تھا ۔ مگر وہ تیزی سے کام میں مصروف رہا ۔ جیے ڈوبتا سکے کا سہارا لینے کے لئے بے تاب ہو ۔ کام ختم کر کے وہ رات کو کاڑی پر سوار ہو ہی گیا ۔ کاڑی میں بھیڑ بہت تھی ۔ اس کہما کہمی میں وہ قطعی بھول گیا کہ وہ کون ہے ۔ کہاں جا رہا ہے اور وہاں کون آئے ہوئے ہیں ۔ جب وہ محلے کے پاس پہنچا تو ایک بحنے کی آواڑ آئی 'دھن'' معاً وہ ربے یاؤں جینے لگا۔ محویا ہر آبٹ اس کی وشمن ہو ۔ کلی میں پہنچ کر اس نے محسوس کیا جیسے وہ وہی پرانا قاسی تھا ۔ وفعتاً ایک ریشمیں معطر گود اس کی محاد تلے جھنمداتی ۔ دیکھوں تو بھلا ۔ اس کے دل میں کسی نے کہا ول وطر کئے لگا ۔ بھاد بیٹھک کی تیسری کھراکی يرجاكر عكى _ المحلى سے دبايا تو يت كحل كيا _ اور وہ اندر چاكيا _ معا سامنے سے اس پر ٹارچ کی روشنی پڑی ۔ وہ گھبرا کر مونے ہی لگا تھ کہ وہ روشنی ایک حسین چېرے پر جا پرى - "بال وبى" سيزهيول ميں جينال كورى مسكرا ربي تھى المجتم بالم وو غصے سے چلایا ۔ ایک ساعت میں اسے سب باتیں یاد آ چکی تحمیل ۔ اس كا جسم مفرت سے كھولنے لكا تھا ۔ "چپ" بينال نے منه پر شكلي ركولي ۔ قاسم کا جی چاہتا تھاکہ اس حسین چہرے کو نوچ کے ۔ ور کیڑے پھاڑ کر بہر محل آئے ۔ لیکن اچانک حنائی ہاتھ بڑھ ۔ "میں جانتی تھی تم آؤ کے ۔ میں تمہاری راہ دیکھ رہی تھی" ۔ قاسم کا سر ایک رنگین معظر کود پر جا ٹھا ۔ جس کی مدہم کری حنائی ہاتھ کے ساتھ ساتھ اسے تھیکنے لکی ۔ قاسم نے ایک دو مرتبہ جوش سمان ب - " "الله تيرا بهلاكرے إجبهي چهاتي پر اثار كفتي بوكي نا" ؟ "اب خاورد سے لڑ کر اپنے بھائی کے پاس چلی گئی ہے" ۔ ۔ ۔ "نہ جانے وہاں کیا کل كالسئ كى ؟ --- "مين جانون اچا بوا - خس كم جبان پاك مرد بوتا تو جانى نه ربتا - كرك ميل بندكر ديتا - اجها نهيل كياجوات جلف ويا -" "بلك وه تو اور بھی آزاد ہو گئی" ۔۔۔۔۔۔ سنا ہے چاچی خط آیا ہے ہاں! طلاق مانگتی ہے" "بڑی آئی طلاق مانکنے والی" میری مانے تو ۔۔۔۔ ساری عمر بٹھا رکھے" ---- "خير بي بي بارائے كے بياه كا مزا تو يا ليا" - ميں پوچھتى ہوں - اب اور کے پھنسائے گی ۔ تمہیں کیا معلوم ۔ اسی روزے اپنا مومن غائب ہے ۔" "جبھی تو قاسی سر جھکائے ہمرتا ہے ۔ دنیا کو مند کیسے دکھائے" ۔۔۔ میں کہتی ہوں بس ایک طلاق نہ دے اور جو جی چاہے کرے" ۔۔۔۔۔ ہوئیہ ! ان تلول میں تیل نہیں ۔ ابی فاطر بتا رہی تھی کہ کاغذ خرید لیا ہے"۔ اس و، قعہ پر قاسم کی زندگی نے ایک بار پھر پلٹا کھایا ۔ اسے عورت سے مفرت ہو گئی ۔ محبت پر اعتبار نہ رہا "عورت ؟" وہ دانت بریس کر کہتا "عورت كيا جائے محبت كے كہتے ہيں ۔ ناكن صرف وسنا جاتتى ہے صرف وسنا ! اكر اس نے طلاق لکھ بھیجی تھی ۔ تو صرف اس لئے کہ محلہ کے لوگ اسے مستفسرانہ مکابوں سے دیکھتے تھے ۔ اور عورتیں صبح و شام اس کی باتیں کرتیں تحییں ۔ وہ جابتا تھا کہ اس قصہ کو جیشہ کے لئے تتم کر دے اور اپنی زندگی ازسر تو شروع كرے _ ليكن جب اس نے سناكہ جينال نے مومن سے شكاح كر ليا ہے _ تو وہ اس بظاہر بے تعلقی کے باوجود جو وہ جیناں کے متعلق محسوس کرنا چاہتا تھا۔ مر رو کیا ۔ حامانکہ وہ ہر وقت جینال سے مفرت بیدا کرنے میں لکا دہنا تھا ۔ اے برا بھلا کہتا ۔ بے وفا فاحشہ سمجھتا ۔ لیکن تبھی تبھی اس کی آنکھوں تلے ریشمیں معطر کوو آ کر کھل جاتی اور اس کا جی چاہتا کہ وییں سر کا دے ۔ وہ حنائی باتھ اسے تھیکے اور وہ تام دکھ بحول جائے پھر کسی وقت اس کے سامنے ایک مسكراتا ہوا چېره آگرا ہوتا ۔ دو ہونٹ كہتے "چپ" اگرچه اس وقت وه لاحول پڑھ كر اينے آپ كو محفوظ كر ليتا تھا _ ليكن يه تصافير اے اور بھى پريشان كر ويتيں اور وہ اور بھی کھو جاتا ایک سال کے بعد جب جیناں اور مومن محلے میں آئے تو يُل

آپ پُل کو نہیں جائے ۔ بھلا جائیں بھی کیے جب کہ نہ تو وہاں کوئی شہر آباد ہے ۔ اور نہ ہی کوئی کاؤں ۔ ہس دریا پر آک عام سا پل بندھا ہے ۔ جس پر ریل کی لائن پُھی ہے جو سرحدی پہاڑیوں کی طرف تکل گئی ہے ۔ وہ آیک عام سا پل ہے ۔ ایک ایسے غیر معروف سے دریا پر جو دیکھنے میں نالا ننظر آتا ہے ۔ البتہ اگر غور سے دیکھیں تو پانی کا بہاؤ اتھاہ گہرائی کا غاز ہے ۔ لیکن غور سے دیکھنے کی فرصت بھی ہو ۔ جب تک آپ کاڑی کی کھڑی سے سر تکالتے ہیں کاڑی پل کے پار جا چکی ہوتی ہے ۔

اول تو کوئی پال کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا ۔ دیکھ بھی پائے تو یہ داز نہیں کہ کنتا کہ پل ایک ریلوے سٹیشن ہے ۔ سٹیشن کے آثار ہی فائب ہیں ۔ نہ آہنی جنگلہ نہ پلیٹ فارم ۔ نہ وہاں سے کوئی مسافر سوار ہوتا ہے اور نہ کوئی اشرتا ہے ۔ وہ دو باتوں کے اورود ایک اہم سٹیشن ہے ۔ یہ اہمیت سیاسی نوعیت کی ہے ۔ وہ دو حدود کا «سنگم" ہے ۔ گاڑی رکتی ضرور ہے چاہے دکتے ہی چال دے ۔ گاڑی وہاں یوں کوئی ہوتی ہے کہ آپ محس تک نہیں کرتے ۔ ہفرض محال آپ محس بھی کرلیں تو آپ سمجھیں گے۔ گاڑی محض رک گئی ہے کھوئی نہیں ہوئی ۔ نہ جانے کیوں ۔ کوئی بات ہو گئی ہے ۔ اور پھر آپ زیادہ ضروری امور ہوئی ۔ نہ جانے کیوں ۔ کوئی بات ہو گئی ہے ۔ اور پھر آپ زیادہ ضروری امور ہمتیتی سوئی ۔ وہ امور جنہیں آپ زیادہ ضروری امور سمجھتے ہیں ۔ میرا مطلب ہے وہ امور جنہیں آپ زیادہ ضروری

مصیبت یہ ہے کہ شیشن ایک بڑے جنکشن کے قریب ہے ۔ اس قدر قریب کہ آپ کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ ایک سٹیشن دوسرے سٹیشن سے اس قدر قریب ہو سکتا ہے ۔ تو آپ قریب ہو سکتا ہے ۔ تو آپ افرائنفری کے بعد جب گاڑی چلتی ہے ۔ تو آپ اطمینان کا سانس لیتے ہیں اور جگہ بنانے یا نہ جانے کب تک کھڑے دہنے کا تہیہ

میں آگر اٹھنے کی کومشش کی ۔ لیکن وہ خوشبو ریشمیں بدن ، مدہم گرمی اور حنائی باتند روں در السلط کی اور حنائی باتند روں در اس کا غصر ، آنسو بن کر بہد گیا ۔ وہ بھوٹ بھوٹ کر بجوں کی طرح رو رہا تھا اور وہ حنائی ہاتند اور خوشبو اسے تھیک رہے ہتھے ۔ بھی اسکرا رہی تھی !

کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں ۔ پل آتا ہے کرر جاتا ہے اور آپ کو احساس بی نہیں بوت کہ ایک اہم سٹیشن کرر رہا ہے یا گزر چکا ہے اور آپ غیر علاقہ میں داخل ہو رہے ہیں یا ہو کے ہیں ۔

پل سے دو ڈرائگ ورے دو مختصر سے کوار شر کال سے کال جو ڈے بیٹیے
ہیں ۔ جیسے جیز جھکڑ میں مرغیاں بیٹھ جایا کرتی ہیں ۔ لیکن جنکشن کی گذشتہ
افرائنفری کے اخرات کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ آپ کو ان کوار شروں کو دیکھنے کی فرصت
ہی نہیں ہوتی ۔ دیکھ بھی لیں تو انہیں کوار شر نہیں سمجھتے آپ ، اور سمجھ بھی
لیں تو آپ کو شبہ تک ٹہیں ہوتا کہ وہ آیاد ہیں اور بیل سے متعلق ہیں ۔

ان کوار شروں میں سٹیشن کے ماسٹر اور نائب رہتے ہیں ۔ موجودہ سٹیشن ماسٹر اقبال کو وہاں رہتے ہوئے چار سال ہو سکے ہیں ۔ لیکن نائب کو صرف مہیند كررا بواكا _ اسى طرح جار سال عيلي اقبال نائب بوكر آيا تها _ ان ونول بس ایک وہ خود اور ایک اس کی نئی بیابتا یبوی برجیس تھی ۔ برجیس اس ویرائے میں باکر کس قدر ڈر کئی تھی ۔ کہاں سکول کی رونق پھر بیاہ پر سکھیوں کا شک اور کہاں یہ ویرانہ _ لیکن آہستہ آہستہ جی لگ بی گیا _ چونکہ پڑوس کا کوارشر بچوں سے یوں بھرا پڑا تھا جیسے مٹر کی پھلیاں دانوں سے ۔ پھر ان کی ماں بڑی ملنسار تھی ۔ اس کے عدوہ دوتوں کوار شروں کے درمیان ایک کھڑکی تھی ۔ جس کی وجہ سے دونوں کنیے بیک کھر نظر آتے تھے ۔ چونکہ کھڑکی زمین سے او تھی تھی اس لئے بچوں کی خاطر دونوں طرف سیمنٹ کی سیرهیاں بنی تعیب اور کھڑی کا نچلا حصہ سیمنٹ کی محراب سی بن گیا تھا ۔ سب ازراہ مذاق اس کھڑکی کو پیل کہا کرتے ۔ اور یہ بات تھی بھی ٹھیک کیونکہ وہ کھڑی دونوں کھروں کے درمیان پل کا کام دیتی تھی ۔ پڑوسیوں کی تبدیلی پر برجیس نے پریشان تو ہونا ہی تھا۔ لیکن اس کی پریشائی ایسی شدید نہ تھی ۔ ایک تو اب اس مقام سے مانوس ہو چکی تھی اور دوسرت اب ان سکے دو منتخ منے بیجے ستھے ۔ معیدہ اور انور ۔

چق کی اوٹ میں نے ٹاٹب کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی ۔ ریل کا بابو تو وہ دکھتا ہی یہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کالج کا کوئی لڑکا ہو۔ ہجرا ہوا

جسم ۔ سانولا رنگ ۔ کنڈل والے بال اور شربتی آنگھیں ۔ جو دور۔۔۔۔ نہ جانولا رنگ ۔ کنڈل والے بال اور شربتی آنگھیں ۔ جو دور۔۔۔۔ نہ جانے کہاں دیکھ رہیں تھیں ۔ خواب آلود آنگھیں ۔ جیسے کسی اور دنیا میں رہتی ہوں ۔ نہ جانے برجیس کو کیا ہوا ۔ بڑھ کر چق کا کونا سرکا لیا اور شکاف بنا کر دیکھنے لگی ۔

اس روز سلائی کا کام کرتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلتی
ری ۔ لٹ کھسک کر ملتھ پر آپڑی ۔ دوپٹہ سر ہے سرک گیا۔ کان کا آویزہ
یوں لرزاں رہا کویا ۔ پل کے نیچ گہرے دریا میں کستی ڈول رہی ہو ۔ مشین کی
آواز میں ایک نغمہ رقصال رہا ۔ شاہد اس لئے کہ نائب اور اس کی نئی ٹویلی بیوی
کو دیکھ کر اے وہ دن یاد آگئے جب وہ آپ نئی نئی پل پر آئی تھی ۔ وہ بھی کیا
دن تھے ۔

"تویہ ہے نیا نائب" ۔ برج نے اقبال سے کہا ۔
"تم نے دیکھا ہے اسے اقبال نے پوچھا
"معلوم نہیں" ۔ وہ مشین چلاتے ہوئی بولی ۔ "سٹیشن کی طرف سے آ رہا

بحرمانا ۔ اسی بندھن کا نام ۔ ۔ ۔ "

"اچھا بندھن ہے" ۔ وہ ہونٹ محال کر بولی "کہیں میاں حاضر اور میوی کا کوسوں پتد نہیں ۔ کہیں میاں عاضر اور میوی کا

" پگلی" وہ قربب تر ہو میٹھا۔ "اگر دولوں غیر حاضر ہوں تو بات کیسے ہے" ۔ اس نے بات چلاتے ہوئے کہا ۔

"کوئی ایک بھی حاضر نہ ہو تو ۔ ۔ ۔ چھوڑو بھی" وہ اپنا آپ چھڑا کر بولی ۔

"او نہوں ۔ حاضر ہونا ہی پڑے گا" ۔ وہ از سرنو پاس ہو ہیٹھا ۔ بائے میرے اللہ ۔ ایسی حاضری ہے تو غیر حاضری ہی بھلی ۔ بائے میرے اللہ ۔ ایسی حاضری سے تو غیر حاضری ہی بھلی ۔

"برج" _ وہ اس کے کان سے منہ نکا کو بولا _ "تم میری ڈندگی کے وکھی پائیوں پر ایک بل ہو ۔ نہ جائے کہاں رہتی ہو تم _ پاس ہوتے ہوئے بھی اتنی دور _ _ _ دور" _

"دور رہنے والوں کو آپ کیا جائیں" ۔ اس نے اپٹا آپ حوالے کرتے ہوئے کہا ۔

"تمہیں قرب لائے کے لئے مجھے اتنی دور سے آنا پڑتا ہے" ۔ وہ ہونث قرب تر لائے بوئے کہنے تکا ۔

"کون آتا ہے" وہ دبی زبان سے گویا اپنے آپ سے بولی ۔ "میں جو آتا ہوں"۔ اس کے ہونٹ بھنچ گئے ۔

"خود آنے کے لئے نہیں دوہ کو صرف آپنے پاس لانے کے لئے" وہ "بیچے سرک کر مُکنائی ۔

لیکن اس کی آواڈ گاڑی کے شور میں دب گئی ۔ جو نہ جانے کے لائے کے لئے کے لئے آ رہی تھی ۔ جا رہی تھی ۔ بل ریل محاڑی کے بہیوں تلے جھول رہا تھا نیچے وکھی پانی کا گہرا بہاؤ جھوم رہا تھا ۔

تھا۔ ریل کا بابو تو دکھتا ہی نہیں۔ کنڈیائے بال ۔ ساتولا رنگ کھوٹی کھوٹی گھوٹی میں "۔ "ہاں" اقبال مسکرایا ۔ وہی شاعر سا ۔ بیا بیا ہے نا ۔ آپ ہی بن جائے گا بابو ۔ بابو بنتے ویر لگتی ہے کیا"۔

«عجیب سی جوڑی ہے" وہ مسکرائی

د کیول" ۔

"اس کی بیوی کی بات کر رہی ہوں" ۔

اللها ہے ، اے ۔ بنتی تو نہیں ؟

"اونہوں ۔ ابھی تو بچی ہے ۔ بنے کی کیا ۔ بالکل لئی ہے وہ تو" ۔ "تو اس میں عجیب بات کیا ہوئی" ۔

د عجیب تو کچو نہیں ۔ ویسے بات کر رہی ہوں ۔ لڑکی کو ویکھو تو گلابی پنڈے کو سی بنڈے کی چوکی بھری ہے اور میال ۔۔۔۔۔ ۔ ۔ جیسے دور نہ جانے کونسی نگری میں بھٹک رہا ہو ۔ ۔۔۔ ۔۔ ۔ ۔ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ۔ بھان متی نے کئیے جوڑا'' ۔

وہ بننے لگا۔ "تمہاری تو عادت ہے برج ۔ تمہیں کوئی جوڑی ، جوڑی معلوم ہی نہیں دیتی ۔ یاد ہے مجھے کہا کرتی تھی تم ۔ ۔ ۔ آپ کو تو ہر وقت کنارے لگانے کی ہی فکر رہتی ہے ۔ کبھی جزیرے کو اپنی جگہ ڈولئے بھی دیا کنارے لگانے کی ہی فکر رہتی ہے ۔ کبھی جزیرے کو اپنی جگہ ڈولئے بھی دیا کتی ہیں ۔ شادی پل ہے پل ۔ دو کتی ہیں ۔ شادی پل ہے پل ۔ دو مختلف علاقے جوڑنے والا پل ۔ جیسے تم ۔ ۔ ۔ "

"میں ۔ ۔ ۔" وہ شرما گئی ۔

"بال -" تم بھی تو برج --- "میرے ول کے زخموں کو جوڑ ویتی

ېو لا س"

" لله بحرماتے ۔ ۔ ۔ " وہ ہنسی ۔

"شادی اور ہے ہی کیا ۔ ایک دوسرے کا ساتھ ویٹا ۔ ایک دوسرے کو

اس واقعہ کے بعد ان کے گھر میں نئے پروسیوں کی بات چل شکی ۔ جب کبھی وہ اکٹھے بیٹھتے اور کوئی بات شروع ہوتی تو پت نہیں کیسے بات ہی بات میں نائب یا اس کی بیوی کا تذکرہ چھڑ جاتا ۔ مثلًا اسی روز شام کو برجیس بولی "آپ لئے سنا" ۔ اور مسکرا دی ۔

المرابع المراب

'اس کا نام نظر ہے نظر ۔ ویسے کہتے ہیں نظراں'' ''کس کا'' وہ حیرانی سے پوچھنے لگ ۔

"آسیٹے نائب کی میوی کا اور کس کا ۔ ورسی بات ہے آنکھوں کی اندحی ام ۔ ۔ ۔"

"کیوں میجاری کو ۔ ۔ ۔ " وہ بات کاٹ کر بولا ۔

"ایمان سے بالکل میچاری ہے" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی ۔ "سبحی بالیمی میں اس میں ایک مظر نہیں" ۔ اس میں ایک مظر نہیں" ۔

"اور جانتی ہو میاں کا کیا نام ہے ؟ شاعر ہے نا" ۔

دسميا نام ہے ؟"

"عجيب ساب _ نبال روماني" _

نہاں ۔ ۔ ۔ " وہ کھلکھلا کر ہنسی " بی بی نظر میاں نہاں ۔ سبحان اللہ کیا جوڑی ہے" ۔

د کیوں ہاتھ وھو کر اس کے سیکھے پڑی ہو"۔

"خداکی قسم مذاق نہیں ۔ آیٹے نا ذرا ۔ دکھاؤں آپ کو ۔ برج نے اس کا ہاتھ پکڑ کر تحسینتے ہوئے کہا ۔

"ميس ويكھوں ؟ لا حول ولا قوة" _

"لا حول کی کیا بات ہے ، ویسی نظروں سے نہ دیکھنا بس" ۔
"وہ دیکھنے چولی کے سامنے چوکی پر" ۔ برج نے کھریکی کی ورز سے لگ کر

کہا ۔۔۔۔ "ہے نا مجسم انتظار۔ منتظر مینٹھی ہے۔ توبہ ۔ خالص کوشت بوست ہے ۔ جی قدرت نے عورت کوشک کر دیا ہو "۔

"ہاں" ۔ وہ مسکرایا ۔ اب چھوڑو بھی ۔" اور وہ واپس کرے میں آ گئے ۔ "ہاں واقعی عجیب جوڑا ہے" ، اقبال ہنسا

"یہ دبیچاری جیسے راہ تکنے کے سوا کچھ جانتی ہی نہ ہو اور وہ جیسے راہ کھو کر سرکرداں ہو"

"ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میاں کسی اور سے لُو لگائے بیٹھے ہیں ۔" اقبال سسکرایا ۔

"خواه مخواه کسی پر الزام دهرنا _ آپ تو" _ وه چر کر بولی _
"شاند یبی بات ہو" _

"ہاں شائد ۔۔۔۔۔ لیکن ٹی ٹی تو علائیہ منتظر بیٹھی ہے۔"
"ہاں میاں کی منتظر ۔۔۔۔۔ ۔ ۔ " وہ مسکرایا ۔
"ہوں میاں کی ؟" اس نے بات کاٹ کرکہا ۔ "کسی کی بھی کیوں تہیں ؟"
"بعثی پھر کرے گیا ؟ میاں کسی اور جگہ لو لگا لیں تو بیوی کو بھی حق حاصل ہے کہ کسی کے انتظار میں بیٹھ جائے"۔

"واه" ۔ وہ تڑپ کر بولی "شادی نہ ہوئی مذاق ہوا" ۔ "میرا یہ مطلب نہیں کہ ضرور لو لگا لے کسی سے ۔ لیکن لگا لینے کا جواز تو مل جاتا ہے ۔ اخلاقی طور پر" ۔

"باں باں انصاف تو یہی ہے" ۔ وہ سنجیدگی سے بولا ۔
"بڑے منصف تو دیکھو ۔ اپنے آپ پر جیتے تو ۔۔۔۔۔ ۔ ۔"
"اللہ نہ کرے میں کسی سے لو اٹکاؤں" ۔ وہ کائوں پر ہاتھ رکھ کر بولا ۔
"بڑے بھلا بھگت ! نہ جانے کس کس سے لکائی ہوگی" ۔ اس تے ہونٹ

تکال کر کہا ۔

"نہیں برج ۔ صرف تم ہو ۔ صرف تم" ۔ وہ سنجیدگی سے کہنے اکا ۔ "اچھا" ۔ "مان لیا لیکن کل کی بات کون جانتا ہے" ۔

"بال كل كى توكب نبيس سكتا ليكن آج تك ايك تم جو _ تم" _ وه پيار سے بولا ۔

"اچھا وہ مسکراٹی آپ کو یقین ہے کیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ؟" دسمیا" اس نے پوچھا ۔

وکر میاں لکا لے تو بیوی ۔۔۔۔۔۔۔۔

"ہاں ہاں وہ بولا ۔ انصاف کی بات تو یہی ہے

"مردوں کے انصاف کو" وہ ہنسی ۔ "کون نہیں جاتنا مردوں کے انصاف

" فیک ہے ۔ فیس تو لگتی ہے لیکن ۔۔۔۔۔۔ وہ بات کرتے کرتے رک کیا ۔

چلو چنوڑیئے اس تھے کو کیا واہیات بات ہے جیں کیا غرض ۔ وہی جانیں بی بی نظران اور بابو نہاں" وہ بنسنے لکی ۔

پہلے چند روڑ تو اقبال حیران رہا ۔ ہات ہی ایسی تھی ۔ کیونکہ اس سے پہلے برجیس کا برتاؤ قطعی طور پر مختلف تھا ۔ اگر اقبال کسی پڑوسن میں دلچسپی ظاہر کرتا تو وہ نیچے جماڑ کر اس کے پنج پڑ جاتی "فیر تو ہے بہت چک رہے ہیں آپ "اگر کسی غیر عورت کی بات چمڑ جاتی تو اسے اجازت نہ تھی کہ اس کے متعلق دلچسپی کا اظہار کرے ۔ گر میں کوئی آ جاتی تو اسے باہر جا کر ٹہلنا پڑتا ۔ صحن میں جائے کی تو بالکل اجازت نہ تھی اسے ، کیونکہ صحن میں کھڑکی کھلتی تھی ۔ اور بروسیوں کی تو بالکل اجازت نہ تھی اسے ، کیونکہ صحن میں کھڑکی کھلتی تھی ۔ اور بروسیوں کی برجیس اکثر آپ وعوت بروسیوں کی برجیس اکثر آپ وعوت برقوسیوں کی بے پردگی کا احتمال رہتا تھا ۔ لیکن اب وہی برجیس اکثر آپ وعوت دیتی کہ وہ ورڑ میں سے نظر کو دیکھے ۔ دوڑی ووڑی ہیاس آتی ۔ "آئے آپ کو

کچھ دکھاؤں" اور اس کا بازو پکڑ کر لے جاتی ۔ آج تو صد ہوگئی ۔ آپ کی قسم ۔ "اگر وہ عذر پیش کرتا تو طنزاً چلاتی" ۔ بس اتنی ہمت ہے ۔ اپٹے آپ پر بھروسہ نہیں کیا ۔ ایک آنکھ دیکھ کر چھلک جاتے ہیں یہ مرد ۔ ہم بھی تو پردے میں ہے مردوں کو دیکھتی ہیں ۔ پر مجال ہے جو یاؤں ڈکھا جائیں ۔

"اوہ میں سمجھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فکر نہ کریں آپ" "فکر گیسا" وہ پوچھتا۔ "بس۔" وہ جواب دیتی ۔ "آخر کوئی ہوگا ہی نا ۔" شی کہ وہ ساتھ چلنے پر مجبور ہو جاتا ۔ پھر وہ ورز سے لگے کھوے رہتے ۔ اس دوران میں برج زبان کی بحائے کہنی سے بائیں کرتی ۔۔۔۔ پھر ایک دن جب وہ برج کے کہنے پر کھوئی سے جھانگنے کے لئے گیا اور درز میں سے دیکھا تو بوکھلا ساگیا ۔ "مد ہو ٹئی" اس کے منہ سے بیسانٹ تکل گیا ۔ چونکہ سامنے مظر صحن میں نہا رہی ہو گئی" اس کے منہ سے بیسانٹ تکل گیا ۔ چونکہ سامنے مظر صحن میں نہا رہی تھی ۔ شربتی پنڈا ۔ جو چھا سفید ہونے کے علاوہ جوانی سے بھرا ہوا تھا ۔ بوٹا سا قد ۔ وہ گھبرا کر چیچھے ہٹا لیکن دیکھا تو برج وہاں تھی ہی نہیں ۔ ایک ساعت کے لئے وہ شعمتا پھر اردگرو دیکھ از سرنو شست باندھ کر کھڑا ہوگیا اور دیر تک دیکھتا

پھر وہ آپ ہی آپ موقعہ کی تلاش میں رہنے گا۔ جب کبھی موقعہ ملتا چہکے ے درڈ سے لگ کر مظر کو دیکھتا رہتا ۔ ایسی دلچسپی ہوگئی اسے ۔ بلکہ کئی مرتبہ وہ بھاکا بھاکا برج کے پاس جاتا "آؤ برج تمہیں کچھ دکھاؤں" ۔ ایک ساعت کے لئے برج کی آنکھ میں چک لہراتی "آؤ بھی وہ چلاتا ۔ دیکھو تو چو لیے کے سامنے میٹھی ہو شوں پر سرفی لگا رہی ہے ایک وہ ہے کہ بچاری کو کیا کیا جتن کرنے پڑتے ہیں ۔ اور ایک تم ہو ۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔ آؤ بھی نا ۔

"آپ بنی دیکھیٹے" وہ لاپروائی سے گہتی۔ "وہ چلاتا۔ "او نہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سرخی لکائے سے گیا بنتا ہے وہ مشین چلاتے ہوئے اپنی دھن میں بولے جاتی "۔ جسم کا جال روح کو کیا پھنسائے گا ؟"
دبہت جاتتی ہو تم اس کی روح کو " وہ طنزا کہتا۔

"اپھا تو اب تم ہم دونوں میں پُل ہنوگی" وہ بنتے لگا۔
"میں کیوں ہنوں ۔ پل تو وہ ہے ۔ آپ کی شظراں" ۔
"ہوں تو تمہارے حساب سے میں کاڑی ہوا ۔ مگر پل اور محاری ملائے کی کے ۔ دو علاقے بھی تو ہوں" ۔ اس نے مذاق سے کہا ۔
کی کے ۔ دو علاقے بھی تو ہوں" ۔ اس نے مذاق سے کہا ۔
"بیچاری" وہ اپنی ہی دھن میں بولی ۔ "سارا سارا دن استظار میں بیٹھی

"مینچاری" وہ اپنی ہی دھن میں بولی ۔ "سارا سارا دن استظار میں بیٹھی ہے ۔ کب گاڑی آئے اور اوپر سے گزرے" ۔

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا ۔ پھر قریب ہو میشھا۔ "برج" ۔ اس تے پیار بھری آواز میں کہا ۔ "برج" اس کے بے متعلف ہاتھ کسی پل ٹا ابھار کو ناپنے لگے۔

"او نہوہ" ۔ وہ چلائی ۔ "نہ جائے آپ تو ہرسے ۔ ۔۔۔۔۔۔" اقبال نے دور سے آتی ہوئی کاڑی کی آواز سنی ۔ وہ آواز اس کے کانوں میں پڑی ۔ کنپٹیوں میں تمرکنے لکی ۔

"برج" وه چلایا ۔ وه جمبی کر اُنچه مینٹی ۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ "کیا کرتے بین آپ" ۔ وه اٹھ کر کھڑی میں جا گردی ہوئی ۔ اور سامنے گردی کاڈی کو کھوئی بین آپ" ۔ وه اٹھ کر کھڑی میں جا گردی ہوئی ۔ اور سامنے گردی کاڈی کو کھوئی کھوئی شکاہوں سے دیکھنے لگی ۔ "دیکھیئے نا" ۔ اس نے اقبال سے کہا ۔ "سب مسافر اپنی اپنی وهن میں گے بیں ۔ کسی کو احساس نہیں کہ کاڈی رک گئی ہے"۔

"بال وہ بنسا" ۔ لیکن اس کی ضرورت ہی کیا ہے "ان کا مطلب تو پہنچنے سے ہے ۔ آخر پہنچ ہی جائیں گے"۔

«کون جانتا ہے" ۔ وہ ایک آہ بھر کر بولی ۔

" پیکلی وہ ہنسا ۔ "جو پیل پڑے وہ پہنچ ہی جاتا ہے کبھی نہ کبھی ۔" "سیج ؟" وہ کھوٹی کھوٹی بولی ۔

"ہاں" ۔ وہ پاس آ کھڑا ہوا ۔ اس کے بے شکلف ہاتھ پہنچنے کی کومشش میں لگ گئے ۔ "د جائتی تو نہیں پر سمجھتی ضرور ہوں" "بہت روحانی طاقت ہے تم میں" "آپ کیا جائیں" وہ ہنستی "اب اٹھو بھی نا" وہ کھسیانا ہو کر کہتا ۔
"میں تو روز دیکھتی ہوں ۔ آپ ہی دیکھیئے چا کر" ۔
"نہیں برج" -

"اوسان کھوٹے کی کیا ضرورت ہے" ایک دن وہ لاپروائی سے طنزا ہولی ۔
"ایسا شوق ہے تو ملا دوں دونوں کو" ۔

«دفتم" وه چالیا - «تم اور ایسی بات - پیلج تو ------ کچھ سمجھ میں نہیں آتا" - محجھ میں نہیں آتا" - دکیوں ؟"

"پہلے تو تم ایسی بات پر غصے سے بھوت بن جایا کرتی تھیں ۔ یاد ہے رحمت کی ماں کے متعلق کتنا پاکھنڈ مچایا تھا تم نے" ۔ وہ مسکرا دی ۔

"أب بھی مذاق كر رہى ہو ۔ ميں جانتا ہوں ليكن پہلے تو ايسا مذاق سباند جاتا تھا تم سے" ۔

"ہاں" وہ ہنسی ۔ "جمجے معلوم نہ تھا کہ جسم کے میل سے کیا ہوتا ہے ؟" اس کی ہنسی میں مایوسی اور طنز کی جھلک تھی ۔

"لیکن اس کی عزت کا خیال نہیں کیا" ۔ وہ ننظراں کے گھر کی طرف ہاتھ چلا کر بولا ۔

"آپ ہی تو کہتے تھے۔ میاں کسی اور سے کو لکالیں تو یہوی ۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ رک گئی۔

وہ تڑپ کر چیچھ ہٹی ۔ اور اس کی چینج سے دور ہو کر بولی ۔ "اونہوں ۔ اُدھر" اس نے نظر کے گھر کی طرف اشارہ کیا ۔ اور اس کی جانج میں سے دیکھ کر مسکرا دی ۔ باہر سیٹی کی آواڑ سن کر وہ چونکی اور کھڑکی میں سے دیکھ کر مسکرا دی ۔

بہر ساں ماروں کے دور پر کی اور سری میں سے دیکے اور میں اوی کے دیکھ اور میں اور میں اور میں اور میں اور میں اور میں کا رہنے والا بجارہا تھا"۔ "ہاں ۔ سیٹی کی آواز سنی آپ نے ۔ دور دیس کا رہنے والا بجارہا تھا"۔

"بان" وہ ہنسی اور پھر اقبال کی بات دہرائے لکی "جو چل پڑے آخر ہہنج ہی جاتا ہے نا" ۔

میںرہ پرائے دیس کیا ہے تا"۔

پھر منظر نے ان کے ہاں آنا جانا شروع کر دیا ۔ حتیٰ کہ وہ سارا سارا دن برج کے پاس رہنے گئی ۔ اقبال کے ذکر پر منظر کی آنکھ میں چک بہراتی ۔ برج مند موڑ کر مسکراتی اور پھر منظر کی طرف ایسے معصوم انداز ہے ویکھتی جیسے کچھ جانتی ہی نہ ہو ۔ انہال کی بات ہوتی تو برج انہماک ہے کام میں مصروف ہو جاتی ۔ یا نہ جانے کیوں عین اس وقت مشین کی سوئی میں ہے تاکا محل جاتا اور اسے جھک کر جاتا پرونا پڑتا ۔ اگرچہ یوں کرنے ہے اس کا کان منظر کے منہ کے قریب تیزہو جاتا ۔ پھر دوبٹہ سر سے ڈھلک کر نیچ گر جاتا اور نیلا آویڑہ ڈولتا ۔ جیسے بھٹور جاتا در نیلا آویڑہ ڈولتا ۔ جیسے بھٹور میں ہو ۔

اکثر جب ایسے سے اقبال آ جاتا تو نظر مسکرا کر منہ موڑ لیتی اور اپنا آپ پھپائے کی کومشش میں لگ جاتی ۔ "لاحول ولا قوۃ" اقبال کے منہ سے میسائند

محل جاتا یا شائد خود ساختہ ۔ بہر حال وہ مسکرا کر باہر شکل جاتا ۔ پھر مظر دل پر باتھ رکھ کر کہتی «توبہ باتوں میں پتہ ہی نہ چلا ۔ ان کے آئے کا ۔ نہ جائے مجھے یوں بنتھے دیکھ کر کہتی «توبہ باتوں میں پتہ ہی نہ چلا ۔ ان کے آئے کا ۔ نہ جائے مجھے کر پول کہتے ہوں کے دل میں" ۔ اور برج مسکراہٹ بھینچ کر کہتی ۔ "واہ اس میں کیا برائی ہے ۔ انہوں نے دیکھ لیا تو کیا یوں گھبرانے لگیں تم تو گزارہ کیسے ہو گا ۔ "ایک دن وہ چڑ کر بولی ۔ "تو کیا سامنے آ جایا کروں ان کے ۔ پھر تم کیوں پردہ کرتی ہو اُن ہے "۔

اور المرتی ہوں میں" ۔ وہ مشین میں تاکا پروتے ہوئے بولی ۔ اور مسکرائی ۔

"لیکن وہ تو کبھی آئے ہی نہیں ۔ تمہارے سامنے نظر آپ ہی آپ ، -

"تو یہ میرا قصور ہے کیا" ۔ برج ہنسی ۔

"وه آبھی جائیں تونہ آئے کے برابر۔" نظر ہنستے ہوئے بولی۔ "کیوں ؟"

"ان کی عادت ہی ایسی ہے ۔ کھوٹے کھوٹے سے رہتے ہیں ۔ قد جانے کیا ہے انہیں" وہ مند بنا کر کویا اپنے آپ سے گنگنائی ۔ اور پھر کسی گہرے خیال میں دوب کئی ۔

اس روڑ شام کو برج اداس سیٹھی کچھ سی رہی تھی ۔ پاس سعیدہ کھیل رہی تھی ۔ اقبال ابھی سٹیشن پر ہی تھا کہ نظر آئی اور بوئی ۔ "ذراسی شکر ہوگی ۔ " برج کام کرتے ہوئے کہنے لگی ۔ "اندر باورچی خانے میں ہے ۔ سیز سا مین ہے ۔ خوو ہی لے لو جا کر ۔" اس کے جاتے ہی اقبال آگیا ۔ ہیٹی ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی ۔ آتے ہی پوچھنے تھا ۔ "میری وھوتی کہاں ہے ۔" ۔ مین اس وقت سوئی میں سے تاکا تکل کیا ۔ برج جھک کر تاکا ڈالنے لگی ۔ اس کا باتھ کانے میں کانیا ۔ لٹ منہ پر گر پڑی ۔ کان میں نیلا آویڑہ لرڈنے لگا ۔ بولی "اندر باورچی خانے میں کھونٹی پر ہوگی ۔ اس کا باتھ خانے میں کھونٹی پر ہوگی ۔ اس کا باتھ کانے میں کھونٹی پر ہوگی ۔ " اچھا کہ۔ کر وہ باہر صحن میں نکل گیا ۔

. O .

برج لے مند اٹھایا تو آنگھیں بھیگی سی تھیں۔ مند پر سرخی کی جھلک تھی۔

"ہمان" سعیدہ چلائی ۔ "روتی ہوتم" ۔

"اوں ہوں" اس لے سکرا کر کہا ۔

"پھریہ آٹجھوں" ۔ سعیدہ لے اس کی کال پر اٹھی دکو کر کہا ۔

برج سے پیار سے سعیدہ کی اٹھی چوم لی ۔

"نہیں نہیں نہیں ۔۔۔۔۔"

اندر سے آوالین سنائی ویس ۔ برج کے کان میں نیلا آویز اور بھی لرزنے

"اول آنچھو ہیں "سعیدہ ستال کر ہولی ۔
مہال ہیں ؟"
دمہال ہیں ؟"
دکھوشی کے ہیں ؟" سعیدہ نے پوچھا ۔
برخ سر ہلا کر مسکرا دی ۔

آبا ۔ اسکاری "۔۔۔۔۔۔ سعیدہ سادی کو آتا دیک کر چلائی

برج نے اسے اٹھا لیا اور وروازہ میں جا کوئی ہوئی ۔ اس وقت اسے قطعی طور پر احساس نہ تھا کہ وروازہ کی چک لیٹی ہوئی ہے ۔ اس کی آنکمیں کھلی تھیں ۔ ۔۔۔۔۔ اور نجائے کہاں دیکھ رہی تھیں ۔ وور۔۔۔

ای ۔۔۔۔۔ بایو" سعید نائب کو آتے دیکھ کر چلائی ۔ لیکن برج نے اس کی بات ند سنی ۔

کاڑی میں مسافر منزل کے خیال میں کموٹے ہوئے تھے ۔ کسی کو احساس د تھا کہ پُل ایک سٹیشن ہے ۔ ایک اہم مٹیشن جو دو سرحدوں کو ملاتا ہے ۔ بلکہ وہ سٹیشن کے وجود جی سے منکر تھے ۔ اور انہیں پتد نہ تھا ۔ کہ ایک اہم جواب دینے میں احسان علی کو کمال حاصل تھا۔ ایسا جواب دینے کہ سنکر مزا آ جاتا۔

شاداں ئے یہ سنکر چاچی کو اشارہ کیا اور مصنوعی سنجیدگی سے کہنے لگی ۔ "چاچی اس عمر میں اوروں کے لئے دیکھنا ہی رہ جاتا ہے نا ۔"

احسان علی نے آہ بھری ۔ بولے ۔ "کاش کہ تم ہی سمجھتیں شاداں ۔"

"ابھی جر ہو چکی ہے ہی پر تمہیں سمجھ نہ آئی ۔" شاداں مسکرائی ۔ "ابھی دیکھنے کی ہوس نہیں ہٹی ۔"

"اچھا شاداں ایمان سے کہنا۔" وہ سنجیدگی سے بولے " تجھی تمہیں میلی آنکھ سے دیکھا ہے۔ ؟"

"ہائیں پچا ۔" شاداں ہونٹ پر انگلی رکھ کر بیٹھ گئی ۔ "میں تو تہہاری بیٹی کی طرح ہوں ۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے ۔" وہ بنے ۔ "جب جوانی ڈھل گئی تو چھاجی سلام کہتی ہوں ۔ لیکن جب جوانی ڈھل گئی تو چھاجی سلام کہتی ہوں ۔ لیکن جب جوان تھی توبہ جی پاس نہ پھٹکتی تھی کبھی کیوں بھابی جھوٹ کہتا ہوں میں ؟۔"

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس بات پر سب بنس پڑیں اور احسان علی وہاں سے سرک گئے ۔ اس بات پر سب بنس پڑیں اور احسان علی وہاں سے سرک گئے ۔ ان کے جائے کے بعد بھابی ئے کہا ۔ "توبہ بہن ، احسان علی اور بات کرنے سے چوکے ۔ "

چاچی بولی ۔ "ساری عمر تو عور توں کو تاڑنے میں کٹ گئی ۔ اب تو باتیں ہی باتیں ہیں ۔"

"کے بہن" شاداں نے مسکرائے ہوئے کہا ۔ "اب کونسا حاجی بن کیا ہے اب کونسا حاجی بن کیا ہے اب کھی تو عورت کو دیکھ کر منہ سے رال ٹیکتی ہے ۔"

"لیکن شاوال" بھائی نے کہا۔ "شاباش ہے۔ اس کو۔ کبھی محلے کی لڑکی کو میلی نظر سے نہیں دیکھا۔"

" یہ تو میں ماتنی ہوں ۔ "شاداں نے ان جانے میں آہ بھری ۔

احسان على

کیسی رنگیلی طبیعت تھی ۔ احسان علی کی ۔ محلے میں کون تھا ۔ جو ان
کی ہاتوں سے مخطوظ نہ ہوتا تھا ۔ اگر وہ محلے کی ڈیورٹھی میں جا پہنچتے ۔ جہاں
بوڑھوں کی محفل لگی ہوتی ۔ تو کھانسی کی بجائے قبقیم کو نجنے لگتے ۔ چوکان میں
میٹھی ہوئی عور توں کے پاس سے گزرتے تو دبی وبی کھی کھی کا شور بلند ہوتا ۔
معلے کے کنوئیں کے پاس جا کھڑے ہوتے تو افرکوں کے کھیل میں نئی روح دوڑ
جاتی ۔

جوان لڑکیاں انہیں دیکھ کر کھونگھٹ تلے آنکھوں ہی آنکھوں میں مسکراتیں اور پھر ایک طرف سے تکل جانے کی کومشش کرتیں ۔ مٹیار عورتیں دیکھ پاتیں تو ان کے کالوں میں کڑھے پڑ جاتے ۔ خواہ مخواہ جی چاہتا ہے کہ کوئی بات کریں ۔ بوڑھی عورتیں قبقہہ مار کر ہنس پڑتیں ۔

مثلًا اس روز احسان على كو چوكان ميں كمرا ديك كر ايك بولى _ إلى كووے كى تار رہے بو احسان على ؟"

"یہ سامنے عور توں کا جمرمت جو لکا ہے ۔ نہ جانے کس محلے سے آئی ہیں دوسری نے دور کھڑی عور توں کی طرف اشارہ کیا ۔
"اے ب اب تو اپنے حمید کیلئے دیکھا کرو ۔" بھائی کہنے لکی ۔ "اللہ رکھے جوان ہوگیا ہے ۔"

"اور تو کیا اپنے لیے دیکھ رہا ہوں بھائی" احسان علی مسکرایا ۔
اس بات پر ایک معنی خیز طنزیہ قبقبد بلند ہوا ۔ احسان بنس کر بولا ۔ "دنیا
کسی صورت میں راضی نہیں ہوتی چاچی اپنے لئے دیکھوں تو لوگ گھورتے ہیں
کسی اور کے لئے دیکھوں تو طعنہ دیتے ہیں مذاق اڑاتے ہیں ۔"

"توبہ کیسی باتیں بناتا رہنا ہے "چاچی بنسی ۔

"کسی محلے والی پر ریجھتے تو اک بار مرا چکھا دیتی تمہیں چیا۔"شاداں آنکھیں چمکا کر بولی ۔ "جوتا دکھا دیتی میاں کو ۔ کیوں بھابی ؟"

"واه" احسان علی مسکرائے ۔ "شاداں جس نے جوتا دکھا دیا سمجھو بات پکی کر دی ۔"

"بائے میں مرکئی ۔" شاواں نے دونوں ہاتھوں سے سینہ تھام لیا۔
"احسان علی تم پر خداکی سنواد " چاچی نے ہاتھ چلایا ۔ اور احسان علی بنتے
بنتے آگے تکل گئے ۔ ان کی عادت تھی کہ محفل پر اپنا رنگ جا کر چلے جایا

اگرچہ محلے والیال اکیلے میں احسان علی کی گذشتہ ڈندگی پر ناک بھون پڑھایا کر تیں اور ان کی فطری کمروری پر مذاق اڑاتیں لیکن جب وہ سامنے آجاتے تو نہ جانے کیوں ان کی آنکھوں میں چک لہرا جاتی ۔ وہ خواہ مخواہ ہنس پڑتیں ۔ جوان مٹیادیں تو اب بھی پلا بچا کر شکلنے کی کوسشش کرتیں۔

جب احسان علی جوان تے ان دنوں تو کسی عورت کا ان کے قرب سے کرر جانا ہے حد مشکل تھا خواہ کواہ ول دھک دھک کرنے لگتا ۔ ماتھے پر پسینہ آجاتا ۔ دونوں ہاتھوں سے سینہ تھام لیتی ۔ "ہائے میں مرکئی ۔ یہ تو اپنا احسان علی ہے ۔ " ان دنوں پوڑھی عور تیں بھی اسے مخدوش شکاہوں سے گھورتی تھیں ۔ علی ہے ۔ " ان دنوں پوڑھی عور تیں بھی اسے مخدوش شکاہوں سے گھورتی تھیں ۔ شکلے کے مرد تو آب بھی انہیں دیکھ کر تیوری پڑھالیتے ۔ البتہ جب وہ کوئی دلچسپ بات کرتے تو وہ بنسنے لگتے ۔ اور یوں جمکام ہوتے جیے فراخدلی کیوجہ سے ان اس کرتے تو وہ بنسنے لگتے ۔ اور یوں جمکام ہوتے جیے فراخدلی کیوجہ سے ان کر کہا کہ شتہ کناہ معاف کردیئے ہوں ۔ لیکن احسان علی کی غیر حاضری میں اکثر کہا کرتے ۔ "بوڑھا ہوگیا ہے لیکن ابھی ہدایت نہیں ہوئی ۔ ہدایت تو اللہ میاں کرتے ۔ "بوڑھا ہوگیا ہے لیکن ابھی ہدایت نہیں ہوئی ۔ ہدایت تو اللہ میاں کرتے ۔ "بوڑھا ہوگیا ہے دنہیں یہ ہوئی ہدایت نہیں ہوئی ۔ ہدایت تو اللہ میاں کبھی نہیں ہوئی ۔ ہدایت تو سے ہوئی ہے ۔ باباحی ۔ "کرامکاری کی لت کبھی جائی ہے ۔ باباحی ۔ "

"یه وصف بھی کسی کسی میں ہوتا ہے ۔" چاچی نے کہا ۔ جب محلے والیوں کی یہ بات احسان علی نے پہلی بار سٹی تھی تو بولے ۔ "اتنا بھروسہ بھی نہ کرنا مجد پر شاواں"

"کیول"۔ چاچی کے ہنس کر کہا ۔" یہ کیا جھوٹ ہے ۔ تمہاری یہ بات واقعی خوب ہے ۔ میں تو منہ پر کہوں کی احسان علی ۔"

"لو چاچی یہ صفت نہ ہوتی ان میں تو جارا محلے میں رہنا مشکل ہو جاتا ۔"
احسان علی کھلکھا کر بنس پڑے ۔ "چاچی کہتے ہیں ایک وفعہ ایک بنی کنوئیں
میں کر گئی ۔ باہر شکنے کیلئے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے ۔ بھر بولی بہن آج کی رات
یہیں بسر کریں گے ۔"

"یہ بنی کا تقد کیا ہوا۔" چاچی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہماری سمجھ میں تو نہیں آیا۔" شاداں بولی ۔
"بس تو چھوڑ اس بات کو۔" بھابی نے کہا۔ "احسان علی کی بات کریدئے
سے شکلے می کیا ؟"

احسان علی اس دوران میں بنستے رہے پھر بولے۔ "چاچی یہ میری صفت نہیں یہ تو محلے والیوں کی خوبی ہے بیچاری ایسی بیں کہ خواہ مخواہ ماں بہن کہنے کو جی چاہتا ہے ۔ کیوں شادال ؟"

> "بائے اللہ ۔ سناتم نے چاچی ؟" شاداں چلائی ۔ "سمجھی بھی ہو اس کی بات ؟" بھابی مسکرائی ۔ "سب سمجھتی ہوں ۔" چاچی نے بنس کر کہا ۔

" خدا کا ہزار ہزار شکر ہے ۔ "شاداں بولی "کہ محلے والیاں ایسی ہیں عبر میں پوچھتی ہوں ۔ بچا اگر محلے میں کوئی ایسی ویسی ہوتی تو کیا واقعی ریجھ جاتے اس ر ہے"

"تم اس کی باتیں سنو ۔" بھابی نے کہا ۔

دیکھ لو اتنی عمر ہو چکی ہے ۔ باتوں میں کوئی فرق آیا ہے کیا ؟ وہی چھیر خانی ۔ الحول ولاقوۃ ۔"

بات بھی سچی تھی اگرچہ احسان علی بیاس سے زیادہ ہو سے تھے ۔ لیکن وہی منڈی ہوٹی داڑھی متبتم آنگویں اور چھیر دینے والی بائیں ۔ ان کی روح ویسے ہی جوان تھی ۔ بچوں کو گلی ڈنڈا کھیلتے ہوئے دیکھتے تو ویس کھڑے ہو کر واہ واہ کرنے لکتے کھلاڑی کو واد وینے لکتے یا ایمیائر بن کر کھرے ہو جاتے ۔ ارسے انہیں کھیل میں حضہ لینے پر مجبور کرتے ۔ تالیاں بجاتے شور محاتے ۔ پچا جی ہمارے آڈی بنیں کے ۔" نہیں ہمارے ۔" ایک ہنگامہ بریا ہو جاتا ۔ کھرکیوں سے محلے والیاں جھانکنے لکتیں ۔"لو دیکھ لو احسان علی کلی ڈنڈا کھیل رہے ہیں ۔ چق کی اوٹ میں سے آواز آتی ۔ "بھائی جی کیا پھر سے جوان ہونے کا ادادہ ہے " سبز جنگلے سے شاداں سر عالتی "ابھی تو اللہ رکھے پہلی جوائی ہی ختم نہیں ہوئی ۔ شاہ تشین سے جاجی بولتی ۔ "توبہ شادال تو بھی کسی رخ چین لینے نہیں دیتی ۔ شکر کر کہ احسان صی کا وحیان اور کھیلوں سے بٹا ہے ۔ گلی ڈنڈا کھیلنے میں کیا عیب ے ۔" سیجد سے آتا جاتا کوئی محلے دار انہیں دیکھ کر ہنستا اللہ تک اس لڑکیوں الركوں كے كھيل ميں كے رہو كے ۔ اب خداكو بھى يادكر لياكرو ۔" احسان على بنس کر گنگناتے "وقت بیوری کرک ظالم می شود پربیز کار ۔" دوسرا آ کر کہتا "د میاداری کی غلاظت سے اکتائے تہیں ابھی ؟ صوم و صلوۃ کی پاکیزی کو کیا جانو ۔" احسان علی کہتے "بباجی غلاظت کا احساس ہو تو یاکیزگی کی آرزو پیدا ہوتی ہے نا ۔" "لاحول ولاقوت _" باباجي بريرات "لو بهائي جي اب توشيطان بحي اكيا _" احسان على بنس بنس كر لوث جو جلت ـ

احسان علی کے آئے سے پہلے محلہ ویران دکھائی وہتا تھا ۔ اگرچہ سردیوں میں دو پہر کے قربب محلے والیاں چوگان میں اکٹھی ہو کر آزار بند بنا کرتی تھیں وو پہر کے قربب جب چوگان میں دھوپ آتی تو چوگیاں بچھ جاتیں ۔ مٹی کی ہنڈیاں رکھ دی جاتیں جن میں تیلیوں کے مٹھے بھرے ہوئے ۔ بارہ بج کھائے ہنڈیاں رکھ دی جاتیں جن میں تیلیوں کے مٹھے بھرے ہوجاتیں ۔ ایک بج تک اچھا خاصہ میلا لگ جاتا ۔ ہاتھ چلتے دھائے تیلیوں سے پھسلتے ہوئے عجیب آوانیں خاصہ میلا لگ جاتا ۔ ہاتھ چلتے دھائے تیلیوں سے پھسلتے ہوئے عجیب آوانیں خاصہ میلا لگ جاتا ۔ ہاتھ چلتے دھائے تیلیوں سے پھسلتے ہوئے عجیب آوانیں

بیدا کرتے ۔ تیلیاں گرائیں ۔ آزار بند بنتے ہوئے کسی کی بات چھڑ جاتی کلے ہوئے کسی کی بات چھڑ جاتی کلے ہوئے کی ہوئے شکائیتیں کی جاتیں ۔ ایک دوسرے پر آوازے کسے جاتے ۔ مگر قبقیم کی آواز نہ آتی ۔

ادھر ڈیوڑھی میں مسئلے مسائل کی بات کرم رہتی ۔ شریعت کے انکام بار بار دہرائے جاتے ۔ صدیثوں کے انکام بار دہرائے جاتے ۔ صدیثوں کے حوالے دیئے جاتے ۔ اولیا کرام کی حکایت سنائی جاتیں ۔ ہنگامہ تو رہتا مگر اس میں مزاح کی شربنی نام کو نہ ہوتی عور توں کے مسلسل جھکڑوں اور مردوں کی خشک بحثوں کی و جہ سے وہ مسلسل شور محلہ کو اور بھی ویران کر وہتا ۔

پھر احسان علی پنشن کے کر محلے میں آبے ان کے بعد محلے کا رنگ ہی بدل گیا ۔ جب عورتیں ایک دوسرے کے محلے شکوے کرنے میں مصروف بوتیں تو احسان علی آئیکتے اور آتے ہی ایسی بات کہد دیتے کہ سبھی ہنس پڑتیں اور محفل کا رنگ ہی بدل جاتا ۔ طبخے اور تسخر کی جگہ ہنسی بذاق شروع ہو جاتے آپس میں جھگرتی ہوئی عورتیں مل کر احسان علی کے خلاف محاذ قائم کر لیتیں اور محلے کے چوکان میں قبقے گونجے گئے ۔ محلے کے بزرگ خشک مسائل چھوڈ کر احسان علی کے چوکان میں قبقے گونجے گئے ۔ محلے کے بزرگ خشک مسائل چھوڈ کر احسان علی کے چوکان میں قبقے گئے ۔ لاحول پڑھنے والے بڈھے لاحول پڑھن بھول جاتے ۔ لاحول پڑھن اور جاتے ۔ اس احسان کھکھلا کر بنس پڑتے ۔ "بھائی جی کیا آپ کو بات بات پر لاحول پڑھنے کی ضرورت پڑتی ہے ہم تو یہ جاتے ہیں جب تک شیطان کا خطوہ لاحق نے ہو لاحول کی ضرورت پڑتی ہے ہم تو یہ جاتے ہیں جب تک شیطان کا خطوہ لاحق نے ہو لاحول کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں پڑتی ۔ "احسان علی کو لاحول سے چڑتھی ہاں تو کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں پڑتی ۔ "احسان علی کو لاحول سے چڑتھی ہاں تو واقعی احسان علی کے آئے پر مجلے میں ایک نئی روح دوڑگئی تھی ۔

يحر ورور ايك روز ايك انوكها واقعه جوار

چو گان میں عور سی حسبِ معمول جمع تھیں ۔ نئی روشنی کے نوجوانوں کی بات چل رہی تھی ۔ کہ شاداں نے دور سے احسان علی کو دیکھ لیا ۔ چاچی کو اشارہ کرکے با آواڈ بلند ہولی میجاچی خدا جھوٹ نہ بلائے آجکل تو چھوٹے چھوٹے لڑکے

"یوری نہیں دیکھی ۔ ایمان سے رنگیلا ہے رنگیلا ۔" "پر میں کہتی ہوں ضرور کوئی بات ہے ۔" بھابی ہوتٹ پر ہاتھ رکھ کر -وچنے لگی ۔

شادال آزار بند لینیتے ہوئے بولی "چلو تو چل کر تواب بی بی سے پوچھیں ۔"
"اے ہے دو جوڑے تو چڑھا لینے وے" بھابی نے کہا ۔
"ہونہہ دو جوڑے اتنا لوبھ بھی کیا ۔" اس نے اٹھ کر بھابی کے آزار بند
کو زیروستی لیبٹ دیا۔

پہلے تو وہ نواب ہی بی نے اوحر اُدھر کی ہاتیں کرتی مہیں پھر چاچی نے بات
چھیدی ، کہنے لگی ۔ "خیر تو ہے ۔ احسان علی کو کیا ہے آج ؟"
"ابھی اچھے بھلے ہاہر گئے ہیں" نواب بی بی نے ہواب دیا ۔
"وہ تو ہم نے بھی دیکھا تھا ۔ اس باہر جاتے ہوئے" بھابی نے کہا
"میں نے تو انہیں چھیڑنے کی خاطر کچھ کہا بھی تھا ۔" شاواں بولی ۔ "میں
نے کہا چلو دو گھڑی کا مذاق ہی دہے گا ۔ پر انہیں یوں چپ چاپ دیکھ کر میں
تو حیران رہ گئی ۔ کہیں میری بات کا اُبرا نہ مان لیا ہو ۔ توبہ میں نے بات ہی

"اونہوں ۔" نواب بی بی نے کہا ۔ "برا ماننے والا نہیں وہ ۔" "کسی فکر میں پڑا تھا ۔ جو یوں پاس سے گزر گیا ۔" چاچی نے کہا۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے " ٹواب بی بی نے کہا ۔ "اپنے حمید کا خط آیا ہے آج "لڑکے نے اپنی شادی کے بارے میں لکھا ہے ۔"

ہائیں میں مرحمنی" شاداں چلائی ۔ آپ ایٹی شادی کے بارے میں لکھا ہے کیا ۔۔۔ توبد کیا زمانہ آیا ہے ۔"

اس میں حرج ہی کیا ہے ۔" چاچی بولی اللہ رکھے جوان لڑ کا ہے ۔ آپ کمانا ہے لکھدیا تو کون سی قیامت آگئی ۔" بھی چیا احسان علی بنے ہوئے ہیں ۔ راہ چلتی لڑکی کو تاڑتے ہیں ۔ "

"بائے ہائے "چی نے شادان کا اشارہ سمجھے بغیر کہا ۔" تم تو خواہ مخواہ اس

"بیارے ۔۔۔۔۔ "

شاوان نے پھر سے اشارہ وہرایا جے دیکھ کر چی کا غضہ مسکراہٹ میں بدل کیا ۔

"آج کل کے مردوں کی گیا ہو چھتی ہو چی شاداں نے پھر سے بات شروع کی ۔ "بال کھروی ہو جاتے ہیں پر عور توں کو تاڑنے کی لت نہیں جاتی ۔ "

"باں شاداں چی نے منہ پکا کرکے کہا ۔ "دمانہ ہی ایسا آیا ہے ۔ "

اس کے بعد مجمع پر خاموشی چھاگئی ہر کوئی احسان علی کی بات سننے کی منتظر

تھی ۔ اگرچہ وہ سب یوں بیٹھ گئی تھیں جیے انہیں احسان علی کے آنے کی خبر
ہی نہ ہو ۔

بی نہ ہو ۔

احسان علی آئے اور چپ چاپ ان کے پاس سے گزدگئے۔
انہوں نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا اور حیران رہ گئیں ۔
"اللہ خیر کرے آج احسان علی کو کیا ہے ؟" چاچی زیر لب بولی ۔
"میں تو آپ حیران ہوں "۔ شادال ہاتھ ملنے لگی ۔
"کہیں گورے لڑکر تو نہیں آئے تے ۔" شادال نے پوچھا ۔
"او ۔۔" چاچی نے ہونٹ پر ایملی رکھ کر کہا ۔" جس روز ٹواب بی بی ہے سازے کے ۔ کل کیے بیس ہنس کر گھر کی لڑائی کی بات سنا دیا تھا ۔

"باں ،" بھابی مسکرائی جیبے لڑائی نہ ہوئی تاشہ ہوا ۔
"اس کا کیا ہے" چاچی بولی "اس کے لیے تو ہربات تاشہ ہے چاہے موت
کی ہو یا بیاد کی ۔"
"بائے چاچی کیسی انچمی طبعت ہے ۔ احسان علی کی ۔ کبھی ماتھے پر

چھوڑنے والی تھی انہیں "مبارک ہو چا ۔" وہ بولی نئی بہو مبارک ہو محلے کی لڑکیاں تو تمہیں پسند نہیں تھیں ۔ اللہ رکھے لڑکے نے یہ مشکل بھی آسان کر دی ۔"

ایک ساعت کیلئے احسان علی کا چہرہ فق ہوگیا لیکن جلدی ہی وہ سنبھل کر غضے میں بولا ۔ "وہ تو ہے وقوف ہے بے وقوف اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ خوبصورت لڑکیاں دیکھنے کیلئے ہوتی ہیں ۔ بیاہنے کے لئے نہیں بھما دیکھو تو اس لڑکی کا اس گھر میں گزارہ ہو سکتا ہے گیا ؟"

"کیوں اس کو گیا ہے ؟" شادال بولی "ویکھو تو کتنی خوبصورت ہے ۔"
یہی تو مصیبت ہے ۔"وہ سر کھجلاتے ہوئے بولے ۔

''آپ جو ساری عمر خوبصورت لوکیوں کے چیجھے پیچھے پھرتے رہے ہو ۔ احسان علی ۔ اب کیا لڑکے کا جی نہیں چاہتا ۔"بھابی بولی ۔

" بیچھے چیچے ہی پھر تا رہا ہوں ناں بیاہ کر تو نہیں لایا کسی کو یہ دیکھو لو یہ حمید کی ماں بیٹھی ہے " وہ جوش میں بولے ۔ " دیکھ لو کیا ناک نقشہ ہے ۔ حمید کی ماں بیٹھی ہے "وہ جوش میں بولے ۔ " دیکھ لو کیا ناک نقشہ ہے ۔ " کیوں نواب بی بی کو کیا ہے ۔" چاچی ہنسی ۔

میں کب کہتا ہوں کہ کچھ ہے ۔ اگر کچھ ہوتا تو کیا میرے چولھے پر بیٹھ کر برتن مانجھتی رہتی ؟"

"آخر حمید کا بھی تو جی چاہتا ہے کہ خوبصورت بیوی ہو۔ اس میں حرج بی کیا ہے ؟" شادال مسکرائی۔

میں کب کہتا ہوں کہ جی فہ چاہے ۔ لیکن چاچی یہ شریاں تو یارانہ لکانے کیلئے ہوتی ہیں ۔ بیاہنے کیلئے نہیں ۔"

"ہائیں ۔"شاداں نے ناک پر انگلی رکھ لی ۔ "احسان علی تم نے تو حد کر ل ۔"

و الكوفى محلے كى مياه ليتا _ پھر چاہے جہاں مرضى ہے يارائے لكاتا پھرتا _"

"میں جانوں احسان علی کو دیر نہیں کرتی چاہیئے ۔ اس بات میں ۔"

"اونہوں انہیں خیال ہوتا اس بات کا تو یہاں تک نوبت ہی نہ آتی ۔ میں تو کب سے کہد رہی تھی کہ لڑکے کو نامرد کر دو ۔ لیکن ان کے اپنے چاؤ بھی ختم ہوں انہی عمر ہو چکی ہے ۔ لیکن ابھی ہوس نہیں گئی ۔"

"و ببن " چ چی بولی" مجھ سے تو آپ اس نے کئی بارکہاکہ چاچی جہاں لڑکا کے کا اس کی شادی کر دیں گے ۔ اللہ اللہ خیر سلا ۔ آج کل یہ کام لڑکے کی مرضی کے بغیر نہیں جوتے ، بات بھی سچی ہے ۔"

"اپنی میوی آپ تلاش کرلی ہے ؟ شاداں چلّائی " در ہے ؟ شاداں چلّائی " در ہے ؟ شاداں چلّائی " در ہے کہ کر بولی ۔

"بال بھابی ۔" نواب بی بولی ۔" پہلے تو ارکے کو اپنی مرضی کی بیوی الناش کرنے کی بیوی الناش کرنے کی بیٹی پڑھائے رہے اور اب اس نے اپنی بیوی کا چناؤ کرایا ہے تو جزیز ہو رہے ہیں ۔"

کون ہے وہ ؟ چاچی نے پوچھا ۔

مجھے کیا معلوم ۔ اسکول میں استانی ہے ۔ لڑکے نے فوٹو بھی بھیجی ہے اسکی ۔" ہم بھی تو دیکھیں" شاداں نے منت کی ۔

"تواب بی بی اٹھ بیٹھی اور میز کی دراز میں سے فوٹو لے آئی ۔

"بائے چاچی یہ تو میم ہے میم ۔" شادان خوشی سے پھولی نہ سمائی ۔
"اے جاچی یہ تو میم بولی "ایسی ہی تو ہوتی ہیں یہ اسکول والیاں ۔"

توبہ کیسی بنی ٹھٹی بینٹھی ہے ۔ "بھابھی ہنسی ۔

کتنی خوبصورت ہے ۔ شفادال بولی ۔ "احسان علی کو ایسی خوبصورت بہو گہاں سے مل سکتی ہے بھلا ۔

عین اس وقت احسان علی آئے ۔ شاداں کی بات سن کر وہ گھبرا کئے ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے ۔ پھر کمرے سے باہر جائے گئے ۔ لیکس شاداں کب

احسان علی اپنی ہی دھن میں کیے گئے ۔

" توبہ میری ۔ احسان علی تم تو بات کہتے ہوئے کسی کا لحاظ نہیں کرتے ۔"چاچی بولی ۔

"یہ آنکویں !! راہ چلتے کو روکتی ہیں یا نہیں ۔ توبہ آنکھ بحر کے دیکھا نہیں جاتا ۔"

"یہ آنکویں !! راہ چلتے کو روکتی ہیں یا نہیں ۔ توبہ آنکھ بحر کے دیکھا نہیں جاتا ۔"

"اے ہے دیکھا کیوں نہیں جاتا ۔ بھلی اچھی تو ہے "شاداں مسکرائی ۔

"مرد کی آنکھ سے دیکھو تو معلوم ہوتا ۔" احسان علی گلگی باندھ کر اے دیکھنے گئے ۔

"اپٹی بہو کے بارے میں کہد رہے ہو ۔ "چاچی ہنسی
"بہو تو جب بنے گی تب دیکھا جائے کا ۔ چاچی ویسے بات کر رہا ہوں ۔
آفر مجھے بھی تو اس گھر میں رہنا ہے ۔ "وہ مسکرائے ۔

اس بات پر نواب بی بی کی بھی بنسی محل کئی ۔ "ان کی تو عادت ہی ایسی ایسی ہے جو مند میں آیا کہد دیا ۔"

ان کے چلے جائے کے بعد احسان علی پھر اسی طرح کم سم ہوگئے ۔ ممید کی ماں نے کئی بار بات چمیر نے کی کومشش کی ۔ لیکن وہ اپنے خیالات میں کم تھے ۔ وفعتا وہ اٹھ بیٹھے ۔ ممید کی ماں مجھے آپ جاکر اس سے ملٹا چاہئے ۔ ایسا نہ ہوکہ معاملہ ہاتھ سے دکل جائے ۔ سوٹ کیس میں دو جوڑے دکھدے میں صبح پہلی کاڑی ہے ہی چلا جاؤں ۔"

حمید کے پاس پہنچ کر پیلے تو انہوائے باتوں ہی باتوں میں اے سمجھائے کی گومشش کی ۔ چنگے سنائے ۔ اپٹے تجربے اور مشایدہ کو بیش کرئے کے لیے آپ بیتیاں بیان کیں ۔ لیکن جب حمید نے کسی بات کا جواب نہ دیا ۔ تو وہ دلیاوں پر اتر آئے ۔ لیکن اس پر بھی حمید خاموش رہا تو انہوں نے اس دھاکانا شروع کر دیا ۔ جلد ہی دھکیوں نے منتوں کی شکل افتیاد کر لی ۔ اس پر حمید بولا ۔ "آبا جی میں مجبور ہوں میں نسرین سے بیاہ کرنے پر مجبور ہوں میں نسرین سے بیاہ کرنے پر مجبور ہوں ۔" اس

وقت احسان على كو باتير كرتے بوئے ديكھ كر ايسا لكتا تھا ۔ جب كوئى ڈورنتا سبارا لينے كيلئے باتھ ياؤں مار رہا ہو ۔

دفعتاً وہ بھر جلال میں آگئے بولے ۔ "اچھا پیشک بیاہ لاؤ اسے لیکن وہ ہمارے ہاں کبھی نہ مدیں کے ۔"اس پر ہمارے ہاں کبھی نہ مدیں کے ۔"اس پر حمید اٹھ میٹھا بولا ۔ "آپ کی مرضی ۔" "لیکن اس لڑکی کو بیاہتے پر تم اس قدر مصر کیوں ہو ؟" انہوں نے پوچھا ۔ "میں مجبور ہوں ایا جی ۔" حمید نے کہا ۔ مصر کیوں ہو ؟" انہوں نے پوچھا ۔ "میں مجبور ہوں ایا جی ۔" حمید نے کہا ۔ "ہماری شادی ہو چکی ہے ۔"ہو چکی ہے ؟" وہ دھوام ہے صوفے پر کر گئے ۔ "ہو چکی ہے ؟" وہ دھوام ہے صوفے پر کر گئے ۔ "ہو چکی ہے ؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟"

"یہ حقیقت ہے ۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس بات کو ایک ہفتہ ہو چکا ہے ؟" "ایک ہفتہ" انہوں نے پیشائی سے پسینہ پونچھا

"یہ بات ہے تو پھر جھکڑا کیسا ۔" وہ دفعتاً بنس پڑے لیکن اس کی بنسی بے حد کھسیانی تھی ۔

حمید اٹھ منتھا اور ساتھ والے دروازے کو کھنگھٹاٹے لگا۔ "ایں!"
احسان علی نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔" تم تو کہتے تھے یہ کرا
پڑوسیوں سے متعلق ہے۔" "اور کیا کہتا ابا جی ۔" حمید مسکرایا اور پھر ہا آواز
بولا۔ نسرین ۔ آجاؤ ابا تم سے ملنا چاہتے ہیں ۔" "اوہ!" احسان علی کے پاؤں
سلے سے زمین سرک گئی "تو یہ بات ہے۔"

نسرین بڑے پُر وقار اندازے کرے میں داخل ہوئی ۔ "سلام عرض کرتی
ہوں ۔ " سریلی آواز کرے میں کونجی ۔ وہ ایک ساعت کیٹے وہ سائے تنگی ہوئی
تصویر کو گھورتے رہے پر دفعتا انہیں احساس ہوا کہ انہیں جواب میں کچر کہنا
چاہئے ۔ "بیٹے تشریف رکھئے ۔ تشریف رکھئے ۔ " وہ کھبرا کر بولے انہوں نے
محسوس کیا کہ وہ اسی صوفے کے دوسرے سرے پر مینٹر کئی ہے ۔ گھبرا کر اٹرہ
بٹھے ۔ اب کیا ہو سکتا ہے خیر کوئی بات نہیں جو ہونا تھا ہو چکا ۔ فضول ۔ "ہاں
بھٹی ۔ " وہ حمید سے مخاطب ہوئے تم انہیں معلے میں لاؤنا ۔ تمہیں وہاں آنا ہی
برٹے کا ۔ تمہاری مال تمہاری داہ دیکھ دی ہے ۔ " " " حمید بولا "کیا واقعی

آپ چاہتے ہیں کہ ہم گر آئیں ؟" "اور تو کیا ذاق کر رہا ہوں میں ۔ تمہیں چھٹی لینی چاہئے ۔ ہاں ۔" جھٹی میں نے پہلے ہی لے رکھی ہے ۔" حمید مسکرایا ۔ "تو پھر بہاں بٹیجے کیا کر رہے ہو ۔ کیا خاقت ہے ۔" انہوں نے مسکرانے کی کوشش کی ۔ " کل ہی بہنچ جاڈ وہاں ۔ اچھا میں اب جاتا ہوں ۔ نسرین کو ساتھ لانا سمجھے ؟"

جس وقت حميد اور نسرين محلے ميں داخل بوتے وہ سب چوگان ميں جمع تھیں نسرین نے کالا ریشمیں برقع اتارا تو ایک ساعت کے لئے وہ جھجھک گئیں ۔ سمی سلام ہوئے دعائیں دی گئیں ۔ سر پر ہاتھ پھیرے کئے ۔ جب ولبن اینے کر چلی گئی تو تکته چینی بونے لکی ۔ ایک بولی ۔ " کے بہن ولبن کا ہمارے ساتھ کیا میل ۔" شادال بولی ۔ "کیوں ہم کیا کم ہیں کسی سے ۔" تیسری نے کہا ۔" منہ پر اللہ مارا پوڈر دو وو ایکل چڑھا ہوا ہے ۔" چوتھی نے کہا ۔ "ویے تو چودھوں کا جاند ہے ۔ احسن علی کا گھر تو منور ہوگیا ۔" "ہاں بہن "شاوال نے آہ بھر کر کہا۔ "أے محلے والیاں پسند نہ تھیں ۔" شاوال نے سر اٹھایا تو سامنے احسان علی گورے تھے ۔ بھابی بولی ۔ "سٹا احسان علی شادال کیا كبد ربى ب _" "لاحول ولاقوة _" احسان على كے مند سے بيسائند على كيا _ شاوال کب چھوڑتے والی تھی انہیں بولی "لو چاچی آج تو چھا کے منہ سے بھی الحول سن ليا _"احسان على كو دفعتاً اس كا احساس بوا تو كل سركت وباس س شادال نے بڑھ کر ہاتھ یکڑ لیا ، بولی "اب کہاں جاتے بیں آپ سمیں تو کن کن کے بدلے لوں گی ۔ چاچی ہنسی بولی "کیسی مبارک دلین آئی ہے کہ احسان علی کے منہ سے قرآن کے لفظ شکلے ۔ " پر جاچی" شاداں چلائی "ان سے بھلا پوچھو تو آج لاحول پڑھنے کی کیا شرورت پڑ گئی انہیں ۔" اے ہے شادان" بھابی بولی "کیا کب رہی ہے تو ہ۔ "" ٹھیک تو کب رہی ہوں ۔" شاداں چکی اس دن میں نے لاحول پڑھا تو احسان علی نے کس قدر شرمندہ کیا تھا ۔ مجھے کہنے لکے جب لاحول پڑھا جائے تو شیطان کچھ دور نہیں ہوتا ۔ " "اب تو اسے جانے بھی دے کی یا نہیں ۔" چاچی پڑ کر کہنے لگی "گر بہو آئی ہے اور تو نے اسے بہال پکڑ رکھا

اسی شام کو جب دولہا ولہن اپنے کرے میں چلے گئے تو شادال نے حسب معمول ازراہ بذاتی پچا ہے کہا ۔ "خیر سے دلہن گھر میں آئی ہے آپ کو تو شکرانہ کے نفل اوا کرنے چاہئیں احسان علی ۔ "جب کبھی شادال بذاتی سے نفل یا نماز اوا کرنے کو کہا کرتی تو احسان علی جواب میں کوئی نا کوئی فقرہ چست کردیا کرتے لیکن اس روز وہ ہولے ۔ " سچ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اچھا شادال تو بھی تو کیا کہے گی کہ چچا لیکن اس روز وہ ہولے ۔ " سچ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اچھا شادال تو بھی تو کیا کہ گی کہ چا کے کہمی میری بات نہیں مائی ۔ آج تو سیری بات پوری ہی کر دیتے ہیں ۔ " یہ کہ کہ دو حام کے پاس جا بیٹھے اور وضو کرنے گئے بہلے تو وہ سمجھتی رہی کہ خاتی کہ کہ رہے ہیں ایک کر دیے ہیں وہ جائے نماز پر کوئے ہوگئے تو شادال حیران رہ گئی ۔ کر دیے ہیں لیکن جب وہ جائے نماز پر کوئے ہوگئے تو شادال حیران رہ گئی ۔

ا کلے روز تام محلے میں بات مشہور ہو چکی تھی کہ احسان علی نے شفل پڑھے دسیج " مجی بولی۔

"مباری قسم" شادال نے ہاتد چلا کر کہا ۔

"مبارک قدم ہے دلبن کا" چاچی بولی"کہ احسان علی مصلے پر کھرمے ہوئے" محلے کی ڈیورٹر سی کہ بات پہنچی تو اس پر بحث ہونے لگی ۔

"اجی ہربات کے لئے وقت مقرر ہے۔"

"میں کہتا ہوں کہ شکر کرو کہ اس نث کھٹ نے سجدہ کیا ۔"

"آفر کب تک نہ کرتا سجدہ ۔"

احسان علی کو آتے دیکھ کر ایک بولا" آخر آگئے نا راہ راست پر ۔"
"ہاں بھٹی اب تو جمپ جمپ کے شفل پڑھ جاتے ہیں ۔"
"احسان علی تو کہا کرتا تھا جب غلاظت کا احساس ہو تب ۔"

"آگئے نا عور توں کی باتوں میں ۔"احسان علی نے بنسنے کی کومشش کی کون ہے بابا جی جو عورت کی بات میں نہیں آتا ۔ سب مجد سے ہیں ۔"

"لیکن اس میں براکیا ہے ۔ "باباجی نے کہا "بیس تو بلکہ خوشی ہے کہ تم نے سجدہ کیا ۔"

دو دن تو احسان علی کے گھر ہنگامہ رہا ۔ عور تیں آتی جاتی رہیں ۔ مجلے کے کمین میراثی ڈوم او بھانڈ بدھائی دینے کیلئے آموجود ہوئے پھر تیسرے دن جب انہیں فراغت ہوئی تو نواب نے کہا ۔ "اب کیا دلہن کے لئے چار ایک جوڑوں کا انتظام بھی نہ کرو کے ۔ اور محلے والے ، انہیں تو وایمہ کی دعوت دینی ہی ہوگی ۔"

پہلے تو احسان علی شہر جاکر چیزیں خریدنے کیئے تیار نہ تھے۔ پھر جب انہوں نے دیکھاکہ نواب بی بی کے ساتھ حمید جانے کو تیار ہوگیا ہے تو وہ گھبرا کئے ۔ "بولے حمید کا جان فحیک نہیں ۔ وولہا کو دلہن سے علیحدہ کرنا مناسب نہیں ۔ " "تو پھر میرے ساتھ کون جانے کا ؟ "نواب بی بی نے چڑ کر پوچھا "تو میں چلا جاتا ہوں ۔ "وہ بولے ۔ اس بات پر حمید کہنے لگا "میرے جائے میں کیا حرج ہوا ہی ۔ آپ جو گھر ہیں نسرین اکیلی تو نہ رہے گی ۔ " احسان علی نے اصرار کیا تو وہ بولا "آپ جا کر د جانے کیا گیا اٹھا لائیں گے ۔ " اور یہ بات ہے ۔ " اور اب بی بی چلائی " اے ہے ۔ " اور دلبن کو بھی ساتھ لے جاؤ

دلبن کو ساتھ ساتھ لئے پھریں لوگ کیا کہیں گے ۔" احسان علی خاموش ہوگئے ۔ اور حمید اپنی والدہ کو ساتھ لیکر دو روڑ کے لئے شہر چلا گیا ۔

پہلے روز تو وہ باہر جی گئے ۔ چوگان میں منیٹی ہوئی عور توں کے ساتھ باتیں کرنے گئے ۔ پھر ڈیورٹی میں جا بیٹیے ۔ لیکن جلد بی وہاں بھی نئی ولبن ور ن کے مفاول کی بات چھڑ گئی ۔ وہ بہانے بہانے وہاں سے سرک آئے ۔ بیوں نے انہیں گزرتے ہوئے دیکوں تو گئے شور مچانے ۔ ایک ساعت کیلئے وہ حسب معمول وہال کھڑے دے پھر دفعتا کوئی خیال آیا اس کھڑکی کی طرف ویکھا جو حسب معمول وہال کھڑے دے اس خیال پر وہ پھر چوگان میں آ کھڑے ہوگئے چوگان میں شادال نے انہیں پکڑ لیا ۔ اور لگی خاق کرنے لیکن اس روز

انہیں کوئی بات نہ سوجھ رہی تھی بار بار کھڑئی کی طرف دیکھتے اور پریشان ہو جاتے ۔ شام کو جب وہ گر سنجے تو نسرین مسکراتی ہوئی انہیں ملی "بولی رات کے لئے کیا بنواؤں ۔" "جو تم چاہو ۔" وہ محبرا کر اٹھ بنتھے ۔ "اوہ " ان کے منہ سے بے سافتہ بحل کیا ۔ نسرین چونک پڑی اکیا چاہئے آپ کو ۔ " "میں تو بھول ہی كيا _" وه اپنى دهن ميں بولے _ جيا _"نسرين نے پوچھا _ كچھ نہيں كچھ نہیں وہ بربرائے" میرا مطلب ہے ۔" انہیں خود سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ ان کا مطلب کیا ہے اور وہ اس قدر مضطرب کیوں ہیں ان کی کعبرائی ہوئی مظریں جائے غاز پر جایشیں ۔ اطمینان کا سانس لیا جیسے ڈوستے کو سہارا مل کیا ہو ۔ "میرا مطلب ہے ۔" وہ بولے "مغرب کی غاز کا وقت تو جارہا ہے ۔" انہیں وضو كرتے ديكو كر نسرين نے جائے ناز بجھا دى ۔ اور آپ ياس والى كرسى پر ميتحد كر سوئيٹر بننے لكى _ وضو سے فارغ ہوكر وہ جائے نماز پر آكھرے ہوئے _ ابحى نیت باند سنے بی لگے تھے کہ میکھے سے خوشبو کا ایک لیٹا آیا ۔ مر کر ریکھا ۔ سرین بینتھی کچھ بن رہی تھی ۔ وہ پھر بڑبڑانے کے "میرا مطلب ہے یعنی ابھی تو وقت ہے ۔ کافی وقت ہے ابھی یہ یاس بی مسجد ہے ۔ " یہ کبد کر انہوں نے جوتا يبنا اور پيشتر اس كے كه نسرين كچد كبے وہ بابر نكل كئے اس كے بعد انہيں یتہ نہیں کیا ہوا ۔ وہ بھاکے بھاکے چوکان سے نکل کئے کھیلتے ہوئے رچوں کو دیکھے بغیر آکے بطے کئے ڈیورھی خالی پڑی تھی ۔ وہاں انہیں ہوش آیا ۔ سوچنے لگے ۔ پھر نہ جانے مسجد کے وروازے پر کسے پہنچ کئے ۔ وروازے میں احسان على كو ديكيد كر محلے والے ان كى طرف متوجه بوكئے _ ايك بولا "اس كو بھولانه جانبيے جو صبح كيا كحر آوے شام _" دوسراكينے لكا _ "آخر كبحى ند كبحى غلاظت كا احساس ہو بی جاتا ہے ۔ یہ سن کر معاً وہ مڑے جیے وہاں سے بحاک جانا چاہتے ہول ۔ عين اس وقت بابا جي آڪئے ۔ احسان علي كو پكر ليا "اكر واپس نہيں جايا كرتے احسان علی ۔ " وہ انہیں کسیٹ کر مسجد میں لے آئے اس بات پر انہیں اطمینان سا ہوگیا ہولے " یہ دیکھو میں تو نہیں آیا ۔ لایا جارہا ہوں ۔ "چلو یونہی سبی ۔ " باباجی نے کہا ۔ تیسرا بولا ۔ " آخر کوئی نہ کوئی بہانہ یا وسیلہ بن ہی جاتا ہے نئی بہو کے وم قدم کو دعا وو بھٹی ۔ " چوتھے نے کہا "ورنہ کہاں احسان کہاں

مسجد ۔" اگر مسجد کا امام وقت تنگ سمجھ کر کھڑا نہ ہو جاتا تو نہ جائے کیا کیا ہاتیں ہوتیں اس وقت ۔

رات کو کھانے کے بعد نسرین نے انہیں سے کرے میں اپنا بستر پچھا لیا ۔

اور پھر آپ چارپائی پر بیٹھ کر اظمینان سے سویٹر بننے گی ۔ حقہ چیتے ہوئے وہ کچھ سوچنے کی کومشش کرتے رہے ۔ لیکن بار بار شکابیں ادھر ادھر بھٹکنے گئیں ۔ سامنے فرش پر نسرین کی خوبصورت سرخ بچپلی ان کی آنکھوں سلے نابتی ۔ کرہ خوشبو سے بھرا ہوا تھا ۔ اف وہ بار بار اپنی ناک سکیڑتے وابیات ہو تھی ۔۔۔ ہاں وہ میری کتاب" آپ ہی آپ گنگاتے شکتاب ؟" نسرین کی آواڈ کمرے میں کونچی میں دیتی ہوں آپ کی کتاب ۔ "نہیں نہیں نہیں" وہ چلائے "میں خود لے لوں کا۔" وہ اٹھ بنی ہوں آپ کی کتاب ۔ "نہیں نہیں" وہ چلائے "میں خود لے لوں کا۔" وہ اٹھ بنتیجے لیکن نسرین پہلے ہی الماری عک پہننج چکی تھی ۔ "لاحول وں قوہ " بے اختیار ان کے منہ سے فکل گیا ۔ دور ہی رک گئے جیسے آگے بڑھنے انہوں سے ڈرتے ہوں ۔" وہ فیلی کتاب بائیں طرف والی ۔" وہ چلائے "وہاں رکھ دو" انہوں نے دور سے چارپائی کی طرف اشارہ کیا ۔ "وہاں ۔" وہ چال ۔"

"وہ اٹھ بیٹھے اور بے خبری میں جام کے سامنے بیٹھ کر وضو کرنے گئے ۔

رات کو وہ گھبرا کر اٹھے ۔ کمرے میں چھوٹی سی بتی جل رہی تھی ۔ چاروں طرف عجیب سی ٹو پیھلی ہوئی تھی ۔ سامنے نسرین سوٹی ہوئی تھی ۔ وو چھوٹے پھوٹے پاؤں رضائی سے باہر جکے ہوئے تھے ۔ چینی چینی کسی نے تسخر سے ان کے کان میں کہا سربانے پر کالے بالوں کا ڈھیر اٹکا ہوا تھا ۔ سربائے سلے پتلی چنلی اٹکلیاں پڑی تھیں ۔ جن پر روغن چک رہا تھا ۔ "فضول" انہوں نے منہ بنایا ۔ اٹھ بیٹھے اور باہر شکل کئے ۔ صحن میں چاندنی پٹکی ہوئی تھی ۔ دور محلے بالیاں گاری تھیں ۔ بال گوری وے بچھیر کالے ۔ نہ جانے انہوں نے کیوں والیاں گاری تھیں ۔ بال گوری وے بچھیر کالے ۔ نہ جانے انہوں نے کیوں محسوس کیا ۔ جیے ان کی زندگی کی تنام تر رتگینی فتم ہو چکی ہو ۔

اندر آگر وہ سوچنے لگے ۔ "ہوں تو دو بجے ہیں ۔" "وقت گزرتا ہی نہیں وقت گزرتا ہی نہیں وقت گزرتا ہی نہیں وقت گزرتا

جائے ناز کو دیکھ کر انہوں نے اطمینان کا سانس لیا ۔ جو ہونا تھا ہو گیا جو ہونا تھا ہو گیا جو ہونا تھا ہو گیا ہو ہونا تھا ہو گیا ۔ انہوں نے سوچا ۔ حمید نے کس قدر فاش فلطی کی ہے ۔ میدوقوف انہوں نے نسرین کی طرف دیکھ کر سوچا ۔ اور بھر ان جائے میں جائے ناز پر کھڑے ہوگئے ۔ اس وقت انہیں نماز گویا یاد نہ تھی ۔ میرے اللہ میرے اللہ ول سے آوازیں آرہی تحمیں ۔ جی چاہتا تھا کہ جیخ چیخ کر رو دیں رکوع کے بغیر وہ سجدے میں کر گئے ۔

عین اس وقت شادال چاچی کے ساتھ کوٹھے سے ینچے اتری ۔ "چپ ۔ " شادال زیرِ لب بولی "وہ سو رہے ہوں کے آج تو چچا احسان علی سے وہ مذاق کرکے رہوں کی کہ یاد کرینگے ۔ "چاچی بنس پڑی بولی ۔ " تجھے بھی تو ہر وقت شرار تیں سوجھتی ہیں ۔ ""اور وہ کیا لحاظ کرتے ہیں میرا ۔ " شادال نے کہا ۔

"بائيں" انہيں سجدے ميں پڑتے ديكو كر شادال نے اپنا سينہ سنبھالا "ميں مركئی يہاں تو تہجد اداكی جارہی ہے ۔"
"د جانے بہو نے كيا جادو كر ديا ہے ۔"
"د جانے بہو نے كيا جادو كر ديا ہے ۔"
"د جاتے سے باجی نے جونٹ پر اٹكلی دكھ لی ۔

شائستنه

"اور یہ دیکھو دلہن مو رہی ہے جیسے کچھ خبرہی تہ ہو۔"
احسان علی چونک کر اٹھ بنٹیے ۔ ان کے محل آنبوؤں سے سرتے ۔
"بہائے میرے اللہ" شاداں نے پھر اپنے آپکو سنبھالا۔
احسان علی نے انہیں دیکھا تو دفعتاً منہ ڈھیلا پڑگیا ۔ چہرے پر جھریاں انگ آئیں جیسے یکلٹ بوڑھے ہوں ۔

آئیں جیسے یکلٹ بوڑھے ہوگئے ہوں ۔

"احسان علی " ----- شادال چلائی۔ احسان علی سجدے میں کر کئے ۔

شائست میرے پچا زاو بھائی سکندر کی بیوی تھی میں جاتنا تھا کہ وہ کراچی رہتے ہیں مجھے معلوم تھا کہ سکندر مجھ سے مل کر بہت خوش ہوں گے ۔ لیکن کراچی کو روانہ ہوتے وقت امان نے مجھے تاکید کی تھی کہ سکندر سے نہ ملوں ۔ اگر اتفاقاً ملاقات ہو جائے ۔ اور وہ میرے وہاں ٹھہرٹے پر اصرار کریس ۔ توکسی بہانے مال دوں ۔ مجھے سکندر کے بال ٹھہرٹے کی قطعی مانعت تھی ۔ جبھی تو بہانے مال دوں ۔ مجھے سکندر کے بال ٹھہرٹے کی قطعی مانعت تھی ۔ جبھی تو بہانے میں نہ کے میں دوکس محلے میں دستے ہیں ہ

محظے میں ایک نہیں تین لڑکے ایسے تھے جنہیں کراچی میں سکندر کے کھر ربينے كا انتفاق بوا تھا ۔ اسلم تو وہاں صرف چند ايك دن تھبرا بوكا ۔ پحركسى بات پر وہ سکندر سے ناراض ہوکر چلا آیا یہ خبر جب محلے میں پہنچی ، تو بڑی باتیں ہوئیں ۔ عزیز کو سکندر نے وہاں ملازمت ولوائی تھی ۔ اس نے صرف ایک مہیند ملازمت کی بوکی ۔ پر انہیں بنائے بغیر وہاں سے بحاک آیا ۔ محلے میں آکر مال ے کینے لکا ۔ "میں ان کے یہاں در رہوں گا" ۔ "کیوں ان کے یہاں رہنے میں کیا مکلیف تھی" ۔ اس کی مال نے پوچھا ۔ "نہیں امال مکلیف تو نہیں تھی لیکن میرا ان کے پاس رہنا نا ممکن ہے" ۔ چاہے ان کے پاس نہ رہتا ۔" امال منے کہا ۔ "پرنوکری چیوڑ کر تو نہ آتا" ۔ "تو رہتا کہاں ؟" اس نے چر کر جواب دیا ۔ ہر کوئی وہاں ہے واپس آکر کانوں پر باتھ رکھتا اور کہتا ان کے گھر رہنا تو قیامت ہے ۔ قیامت ۔ صبح و شام لڑائی لکی رہتی ہے ۔ مہمان کی شامت آجاتی ہے ۔ اسلم عزیز اور سید تینوں کا خیال تھا ۔ کہ سکندر کی طبیعت شکی ہے ۔ یت بت پر شک کی نظرے ویلھتے ہیں متی کے جان چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے ۔ عورتیں مجمعتی تعیں ۔ سارا فساد شانستہ کا ہے کس قدر بن تھن کر ربتی ہے ۔ ہر وقت الله مارا پاؤڈر کریم اور کاجل مسکرا مسکرا کر بات کرتی ہے ۔ نوجوان لڑکوں کا کیا ہے انہیں تو اللہ وے یہ بات ۔ ایسی عورت کے قریب میں پھنستے ہوئے دیر لکتی ہے کیا ۔ پھر خاوند نے تو جلتا ہی ہوا ۔ کیسے نہ ہو شکی مزاج ٹوجوان جہاں سکندر کے مزاج میں نتقص مخالتے وہاں شائستہ کی محبت ، اخلاق

اور مہمان نوازی کی تعریفیں بھی کیا کرتے ۔ یہ سن کر عورتیں زیرِ لب مسکراتیں اور آپس میں اشارے کرتیں ۔ پھر جب وہ اکیلی بیٹھی ہوتیں تو کوئی نہ کوئی کہتی ۔

"بس باہر کی کوئی آ جائے سبھی اس کے سبھاؤ کی وھوم مجا ویتے ہیں"۔ "نه جائے باہر والیال کیا جادو کرتی ہیں"۔

"آنگھیں مشکانا جو جانتی ہیں وہ"۔

"بهين تونه آيا أنكصين منكانا - كوفى آه بحركر كهتى"-

"الله له كرے روروروں جم اس كے بغير بى المجھى بين" ايك حسرت بحرى مسكراہث سے جواب ديتى _ محلے كے بڑے بوڑھے شائسته يا سكندر كى بات سن كر كھلكھلا كر بنس ديتے اور كہتے اصل ميں بات يہ ہے كہ مياں بيوى دونوں نے مل كر شك كا وحونگ رچايا ہوا ہے _ تاكہ مہمانوں سے جان بچى دہ بعثى خوب طريقه ہے _

نہ جائے کس کی بات سچی تھی ۔ آیا لڑکوں کا خیال درست تھا ۔ عور توں کایا بڑے بوڑھوں کا ۔ مگریہ ایک حقیقت تھی ۔ کہ اب کوئی محلے دار سکندر کے پاس تحبر نے کو میار نہ تھا ۔ اگر کسی کو کراچی جانا ہوتا تو سبھی یک زبان ہو کر ، سے نصیحتیں کرتے ۔ ہمانا کہ وہ اپنے ہیں پر ان کے گھر نہ ٹھہرنا بھٹی میں تو تمہیں یہ مشورہ نہ دوں گی "۔

"آخر ہوٹل بھی تو بیں وہاں"

المجل انہيں وہاں ۔ ہوٹل ہيں سرائے ہيں ۔ سناہ بارا بھاری شہر ہے "۔

"تو تو آپ سيانا ہے كہير ۔ بھلا دو بنستے كھيلتے رہتے ہستے مياں ميوی كی خوشی كو حرام كر دربنا ۔ كيا يہ المجھی بات ہے "۔ آپ ہے كہد دینے ميں كيا حرج ہے ۔ كہ أن كی نصيحتوں کے باوجود نہيں بلكہ انہی كی وجہ سے سفر کے دوران بار باد ميرے دل ميں سكندر سے صلنے كی خواہش بيدا ہوتی اگر وہ مجھ سے مل گيا تو ؟ ۔۔۔۔۔ اس پر ميں گھبرا كر كسی اور بات کے متعلق سوچنے كی كوسشش و ؟ ۔۔۔۔۔ اس پر ميں گھبرا كر كسی اور بات کے متعلق سوچنے كی كوسشش

کرتا ۔ لیکن خواد مخواہ مجھے شائستہ کا خیال آ جاتا ۔ بدن میں سنسنی دوڑ جاتی اور میرے لئے کسی اور بات کے متعلق سوچنا بھی نامکن ہو جاتا خوبصورت تو وہ تحی ۔ لیکن اس کا حسن اکسانے کی بجائے مبدت کردینے والا تحا ۔ اس کے انداز میں خوشی کی جگہ وقار جملکتا تھا ۔ وقار خلوص اور سنجیدگی ۔ یہ تینوں وصف میرے لئے چندال ولفریب ٹر تھے بھر ٹر چائے کیوں محلہ والیوں کی باتیں سُن سُن مُن کر دل میں ایک انجانا عزم پیدا ہو چکا تھا ۔ جی جاہتا تھا کہ مجھے ان کے یہاں دہنے کا موقعہ سلے ۔ انتفاقاً یہ وہی دبی خواہش کسی وقت مجھ پر حاوی ہو جاتی کا موقعہ سلے ۔ انتفاقاً یہ وہی دبی خواہش کسی وقت مجھ پر حاوی ہو جاتی ۔ ۔۔۔۔۔ پھر میں پوری کومشش سے اسے اور بھی دبا دیتا ۔

شاید اسی کیے ہوٹاوں میں جگہ نہ پاکر میرے دل میں اظمینان پیدا ہوگیا تھا۔
شائد کے یہاں رہنے کا جواز تو مل چکا تھا ۔ اب صرف ان سے اچانک ملاقات
ہو جانے کی کسر ہاتی تھی ۔ اب مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے کبھی برسیل تذکرہ
سن پایا تھا ۔ کہ وہ ایک انگریزی وضع کے فلیٹ میں رہتے ہیں ۔ جس کے مقابل
میں بچوں کے کھیلنے کا یارک بنا ہوا ہے ۔

کراچی میں داخل ہوتے ہی میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک صاف ستحرا شہر ہے اور آخری ہوٹل والے کا ابخار سن کر پھرتے پھراتے دفعتاً وہ کوچہ میری نظر پڑا ۔ جس کے مقابل پارک بنا تھا ۔ اس کی بناوٹ مجھے اس قدر پسند آئی کہ میں ہزار کو چھوڑ کر کوچے میں گھوشنے لگا ۔ اس کی آواز میرے کان میں پڑی تو حیرت سے میں بھوٹچکا رہ گیا ول ڈر یا شوق کی شدت سے تڑپ کر جیسے کلے میں آئی اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی لبا لب ہو کر چھلکنے لگا ہو ۔ شائستہ مجھے بڑے تپاک سے ملی ۔ بار بار میری طرف ویکو کر مسکراتی ۔ عاما کو میری تواضع کے متعلق ہدایات ویتی ۔ پھر مجھ سے باتیں کرنے گئتی ۔ دکس قدر خوشی ہے مجھے کہ تم آئے ہو ۔ بڑی مہربانی ہے تمہاری ۔ اف اتنی ویر ہوچکی ہے ۔ کوئی جمارے یہاں نہیں آیا ۔ کوئی نہیں آتا ہمارے یاس ۔ جیسے موچکی ہے ۔ میں صورت تک نہیں وکھائی ۔ نہ جانے کیا قصور ہوگیا ہم کراچی آئے تھے ۔ ہمیں صورت تک نہیں وکھائی ۔ نہ جانے کیا قصور ہوگیا ہم کراچی آئے تھے ۔ ہمیں صورت تک نہیں وکھائی ۔ نہ جانے کیا قصور ہوگیا ہم کراچی آئے تھے ۔ ہمیں صورت تک نہیں وکھائی ۔ نہ جانے کیا قصور ہوگیا ہم کہا والوں نے ہم سے ملنا جلنا ترک کر ویا ہے ۔ رفیح کو کئی بار کہا ۔

ان سے کھوایا ۔ لیکن وہ بھی نہ آیا ۔ ہفتہ دو ہفتہ کے لیے سیر کو آجاتا تو کیا حرج تھا ۔ نہ جانے بات کیا ہے کوئی بھی نہیں آتا ۔ کوئی بھی نہیں " ۔ وہ آہ بھر کر چپ بوگئی ۔ پھر میری طرف دیکھ کر مسکرا دی ۔ ''شکر ہے تم آئے ہو بڑی مہریانی ہے تمہاری " ۔ اس کی آنگھیں پُر نم تھیں ایسا معلوم ہو تھ جیسے ابھی آنسوؤں کا تار بندھ جائے گا ۔ لیکن مجھے دیکھ کر ان پر نم آنگھوں میں مسکراہٹ چکتی اور نمی جذب ہو جاتے گا ۔ لیکن مجھے دیکھ کر ان پر نم آنگھوں میں مسکراہٹ میں کھوئے دہتے ہیں ۔ پہلی کھوئے دہتے ہیں ۔ آدھی آدھی رات تک لامبریری میں بیٹھے رہتے ہیں ۔ مجھے منہائی نے مار دیا ۔ کبیر" اس نے مسکرانے کی کوشش کی گنا ویران ہے ۔ مجمع منہائی نے مار دیا ۔ کبیر" اس نے مسکرانے کی کوشش کی گنا ویران ہے ۔ یہ شہر کوئی ملنے ملائے والا نہیں ۔ اگر اپنے ہی نہ آئیں تو بیگائوں کو کوئی کیا کہا اور ان کا آنا بھی کس کام کا ۔ آئے بھی تو دوگھڑی باہر پیٹھ کر چھے گئے گر میں لینوں کے سواکون آسکتا ہے ۔ خیراب تو تم آبی آگئے ہو"۔ وہ مسکرائی میری طرف دیکھ کر اس کی اداسی اور ما یوسی کافور ہوجاتی مجھے ایس محسوس ہوں جسے کسی طرف دیکھ کر اس کی اداسی اور ما یوسی کافور ہوجاتی مجھے ایس محسوس ہوں جسے کسی دوبتی ناؤ کو پتوار مل گئے ہوں اور وہ بہد شکی ہو ۔

شائستد کی باتیں سن کر خواہ مخورہ میرے دل میں پیدا ہوچکی تھیں ۔ لیکن اس کی باتیں سُن سُن کر خواہ مخورہ میرے دل میں پیدا ہوچکی تھیں ۔ لیکن اس کی آگھوں کی اداسی ہونٹوں کی سنجیدگی اور وقار بھرا انداز مجھے پریشان کئے ہوئے تھا سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ بے جمجھک ایسی باتیں کیوں کئے جارہی تھی ۔ کیا اپنی ملازمہ شمو کا بھی ڈر نہیں ؟ ۔ اگر سکندر آجائے تو ؟ باہر کا دروازہ بھی تو کھلا تھا لیکن وہ ان باتوں سے قطعی بے نیاز تھی ۔ اس بے بیازی کی وجہ سے مجھ پر خواہ مخواہ رعب جمائے جادہا تھا ۔ جی چاہتا تھا کہ اس سے بنس بنس کر باتیں کروں ۔ مخواہ رعب جمائے جادہا تھا ۔ جی چاہتا تھا کہ اس سے بنس بنس کر باتیں کروں ۔ خواہ داق کروں ۔ پھیڑوں ۔ کو مشش تو کرت تھا ۔ لیکن بات کویا میری زبان پر آگر خشک ہو جاتی ۔ بدن میں چیونٹیاں رینگتیں اور میں چپ چاپ اس کے منہ کی طرف ویکھتا رہ جاتا ۔ اس وقت میری صرف ایک آرزو تھی کہ اسکی توجہ مجھ پر مرکوڈ ہو جائے ۔ اس کے قریب تر ہو جاؤں اس سے متعقہ بے نام آمیدیں مرکوڈ ہو جائے ۔ اس کے قریب تر ہو جاؤں اس سے متعقہ بے نام آمیدیں میرے دل میں بھروں کے چھتے کی طرخ بھنجھتا رہی تھیں ۔ اور میں اس کے مید میرے دل میں بیر وفعتاً چپ ہو جانا

یا وروازے کی طرف دیکھ کر کہنا اوہ ۔ وروازہ تو گھلا پڑا ہے ۔ شمو اسے بند کردے ۔ یا میرے کچھ کہنے پر مجھے پیار سے گھور کر ہونٹوں سے چپ کا اشارہ کر دینا ۔ کراچی آتے ہوئے گاڑی میں کئی مرتبہ میں اس کے پاس بیتھ گیا تھا ۔ اس وقت میں یوں چپ چاپ نہ تھا ۔ میں نے کئی ایک ولچسپ باتیں کی تحییں ۔ اور باتوں ہی باتوں میں اس کا ہاتھ تھام لیا تھا ۔ "شائستہ ۔" اس وقت ایسا محسوس ہوا تھا مجھے جسے کسی ہوائی کو آگ وکھا دی گئی ہو ۔ لیکن اب میرا باتھ آگے بڑھئے کی بجائے کوٹ کی جیب میں گھسا ہوا تھا ۔ اور میری زبان کچھ میرا باتھ آگے منہ میں فنگی ہوئی تھی ۔

اوہ کبیر آیا ہے سکندر اندر داخل ہو کر چلائے وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دیر تک مجھ مجلے والوں کے متعلق پوچھتے رہے اس دوران میں ، شائستہ کھر میں چاروں طرف کھومتی پھری ۔ شمو تم نے کبیر کے کرے میں بلب نہیں لکایا" " شمو میں نے کہا۔ یہاں ایک سائیڈ ریک رکھدونا _____ شاید کبیر سوئے سے سیلے مطالعہ کرئے کا عادی ہو ۔ ان استظامات کے دوران میں وہ دوڑی دوڑی میرے یاس آتی اور کوئی نہ کوئی بات پوچھتی ۔ سکندر کی طرف ترچھی شظروں سے دیکھ کر مسکراتی اس کا سكندركي موجودكي مير مجو ے بنس بنس كر باتيں كرنا ميرے ليے بے صد پريشان کن تھا ۔ میں خواد مخواد جھینپ رہا تھا ۔ کھبرا رہا تھا ۔ می چاہتا تھا کہ شائستہ کو اپنی طرف متوجد کرکے ایسا اشارہ کروں کہ اسے اس بات کا احساس ہو جائے که سکندر جماری طرف ویکه رہے ہیں ۔ لیکن مجھ میں جمت ته پڑی ۔ اور وہ بار بار کیے جا رہی تھی ۔ شکر ہے تم آئے ہو کبیر ۔ بڑی مبریانی ہے تمباری ۔ میں محسوس کر رہا تھا ۔ کہ کوئی پرائیویٹ بات عام کی جارہی تھی ۔ سکندر کے سامنے اس کے وہ دلنواز اور رنگین فقرے اپنا مفہوم اور رنگینی کھوٹے جارہ تھے ۔ اس بات ے میک آگر میں نے تھکاوٹ کا بہانہ کیا اور اپنے کمرے میں جاکر لیٹ

اکلے دن سکندر وفتر سے آئے تو جم دونوں بالکونی میں کرسیال جوڑ کر بیٹیے بوت سے مسلس

بائیں کئے جاتی تھی ۔ جن کے دوران میں اکثر کنگھیوں سے میری طرف دیکھ دیکھ کر مسکراتی ۔ اس وقت میں شرکئے ہوئے ساز کیطرح محض ایک ہلکی سی چھیر کا منتظر تھا ۔ شائستنہ کی پٹلی پٹلی بٹلی رنگین اٹکلیاں ایک اضطراب سے چل رہی تھیں ۔ میں انہیں متوقع شکابوں سے دیکھ رہا تھا ۔ ابھی وہ روغنی اٹکلیاں بڑھتے بڑھتے مجھ تک پہنچ جائیں گی ۔ اور فضا میں دلنواز نفجے گو شجنے لگیں گے ۔ وہ نفجہ جو مجھ میں تڑپ رہے تھے ۔ جنہیں سننے کی مجھے توقع تھی ۔ امید تھی ۔ لیکن جو مجھ میں تڑپ رہے تھے ۔ جنہیں سننے کی مجھے توقع تھی ۔ امید تھی ۔ لیکن جو انگلیاں اپنی ہی جگہ میتے و تاب کھائے جا رہی تھیں ۔ جسے بھنور میں پھنور میں پھنور میں پھنوں کو اس بھنور میں جوئی ہوئی انگلیوں کو اس بھنور سے جوئی ہوں ۔ میرا ہاتھ اٹھتا ۔ کہ ان مضطرب اور بھنگی ہوئی انگلیوں کو اس بھنور سے چھڑا نے ۔ لیکن نہ جانے کیوں رک جاتا ۔ پھر خفت کے مارے جیب کے کوئے کریدنے گلتا ۔

سكندر نے ہميں يوں مبني ديكها تو تعشيك _ كچه دير كيك تو چپ رہے _ بھر کچھ کہنے کی خاطر بولے تم سیر کو نہیں گئے کہیر ۔ بس ابھی جانے کو تھا ۔ میں نے کھیرا کر کہا ۔ "میں نے ہی روک رکھا تھ ،سے ۔" شانستہ بولی "میں نے کہا وہ آئیں کے تو تمہیں ساتھ لے جائیں کے ۔ اکیلاکہاں مارا مارا پھرے کا ۔ "كبيركونى بيد ب كيا" ـ ان كى بنسى طنز آلود تھى _ "جو كھو جائے كا" _ اس بات پر شائستہ کحبرانے کی بجائے اور بھی جیکنے لکی ۔ سکندر کمرے میں مطلے گئے ۔ اور چپ چاپ کرسی پر بیٹھ کر نہ جانے کیا سوچنے لکے ۔ شائستہ پہلے تو مجھ سے یوں چیک چیک کر بائیں کرتی رہی ۔ جیسے سکندر کو سُنا رہی ہو ۔ تمہارے آنے سے ہمارے کھر میں کس قدر رونق ہو گئی ہے کہیر ۔ کھر بھرا بھرا شظر آتا ہے ۔ آج کا دن تو آنکھ جھیکتے ہی بیت گیا ۔ پھر وہ دوڑی دوڑی سکندر کے کرے کے دروازے میں جا کھڑی ہوتی ۔ اور مسکرا مسکرا کر ان سے کچھ پوچھتی اور پھر وہیں ے کبیر کبیر چانی ہوئی میرے یاس آجاتی "یہ سُنا تم نے آج یہ باہر جانے سے بھی منکر ہیں ۔ تم بھی نہ جاؤ باہر ۔ جب یہ جائیں کے تبھی جانا ۔ کیوں ۔ پھر بھاگی بھاکی سکندر کی طرف جاتی ۔ سنا آپ نے کبیر کیا کہتا ہے ۔ کہتا ہے میں موثی ہو گئی ہوں ۔ کیا واقعی موٹی ہو گئی ہوں ۔ میری طرف دیلیتے نا وہ ان کی توجہ اپنی طرف منعطف كرنے كے ليے بيج كى طرح چلاتى ۔ ويكھيليے بھى نا ۔ پھر چلاكر كہتى

ان کی بات سنی تم نے کبیر کہتے ہیں کسی کے مند سے تعریف کی بات سن کر تمہاری باچھیں کھلنے لگتی ہیں ۔ پھر ان سے مخاطب ہوکر مسکراتی ۔ آپ بھی کیجئے نامیری تعریف اور متوقع اور مسحور کن شخابوں سے انہیں ویکھتی ۔ اس سے ویکھ کر یسا محسوس ہوتا تھا ۔ جب وو رامینوں کے درمیان ایک منور چاند وول رہا ہو۔ شائستہ کا یہ رویہ دیکھ کر میرا دل بجھا چا رہا تھا ۔ امیدین خاک میں ملی چا رہی تحسیں ۔ اُف میں اُٹھ دیٹھا ۔ میں ڈرا باہر ہو آؤں " ۔ مجھے جانے پر تیار دیکھ کر وہ بھاگی بھاگی میرے یاس آئی ۔

"باہر ہو آفل ۔۔۔۔ وہ زیر لب گورنے لکی ۔ ذرا تھہرنا پہلی مرتبہ اس فے مجد سے چھیا کے بات کی تھی ۔ میرا دل از سر تو دھڑکنے لکا ۔ اور آنکھ امید کی روشنی سے چھیا کے بات کی تھی ۔ میرا بہاں ٹھہرنا مناسب نہیں" ۔ میں نے داز داراند انداز سے کہا ۔ اور سکندر کی طرف اشارہ کیا ۔ اس نے سکندر کی طرف دیکو کر مند بنایا اور لا پرواہی سے زیر لب بولی ۔ "ان کی تو عادت ہی ایسی ہے ۔ ٹرا مان کئے کہا" ۔

پازار میں گھوئے ہوئے بار بار مجھے وہ باتیں یاد آتیں جو شائست نے ڈیر لب مجھ سے کی تھیں ۔ نہ جانے ان باتوں میں کیا تھا۔ کس قدر مفہوم سے لبریز تھیں وہ ڈیر لب باتیں ۔ اسکی باتیں ہر لحظہ اور بھی ڈیر لب بوتی گئیں ۔ سرگوشیاں بن گئیں بھر ان پر وعدوں کے رنگین بھول بھوٹ جکنے ۔ ان کی ممک سے مسحور ہو کر میں لاکھواتا ہوا لوٹ آیا ۔ ڈیوڑھی میں واخل ہوئے ہوئے مجھے شدید احساس ہواکہ آج کچھ ہونے والا ہے ۔ رنگین اٹکٹیاں میری طرف بڑھ رہی تھیں ۔ آنکھیں میری طرف بڑھ رہی تھیں ۔ آنکھیں میری طرف ریک ہوئے کہ تھیں ۔ آنکھیں میری طرف دیکھ کر ڈولتیں ۔ ہونٹ بوسل بغیر کچھ کہتے ۔ اندر وہ دونوں بیٹی ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے ۔ مجھے دیکھ کر بولی " ۔ اندر وہ دونوں بیٹی ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے ۔ مجھے دیکھ کر بولی " ۔ کیوں اندر وہ دونوں بیٹی ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے ۔ مجھے دیکھ کر بولی " ۔ کیوں کہیر کیا یہ رنگ مجھے سجتا ہے دیکھو بھی نا ۔۔۔۔ " پھر وہ ان سے باتیں کرنے میں مشغول ہوگئی ۔ اور وہ ویر تک آیک دوسرے کی باتوں میں کھوئے رہے کہی

باتوں میں لگ جاتی ۔ ادھر میں اپنی خوابوں کی تعبیر دیکھنے کی توقع میں بیٹھا تھا منتظر تھا کہ وہ آئے اور دھیمی آواز میں مجھ سے کچھ کہے ۔ "ان کی عادت ہی ایسی ہے" یا کچھ اور لیکن وہ نہ آئی ۔ حتٰی کہ میں ہار کر لیٹ گیا ۔

اس کے بعد ہمارا یہ معمول ہوگیا ۔ سکندر کی غیر حاضری میں وہ کرسی ہے کرسی جوڑ کر بیٹھ رہتی ۔ ہائیں کرتے ہوئے بار بار میری طرف دیکھ دیکھ کر مسكراتي بنستى _ ميں بار بار أفي ميشمتا _ ميں سير كر آؤل _ وه بيار سے مجھے گھورتی "مینتھو نا شام کو چلے جانا ۔ بس کوئی نہیں جانا وانا ۔۔۔ چائے پی لو ۔ جب وہ آجائیں کے تو یطے جانا ۔ میٹھو بھی ناکبیر ۔ میرے یاس بیٹھنے سے ڈرتے ہو کیا ؟"۔۔۔ ہر بار میں مجبور ہور کر بیٹھ جاتا ۔ اسی طرح شام ہو جاتی اور سکندر آجاتے وہ جیں یوں مبتعے دیکھ کر باری باری دیوار دروازے اور ماما کو کورتے اور پھر اپنے کرے میں جا داخل ہوتے ۔ن کی حشمکینی دیکھ کر شامیستد مسكراتى _ پر ان كے ياس جا ميتحتى بنس بنس كر أن سے باتيں كرتى _ اس كى باتیں سن کران کا غضہ اور بھی چکتا حتیٰ کہ وہ اعلانیہ بماری بے متحلفی پر آوازے کینے شروع کر دیتے ۔ ان کی ہاتیں سن کر شائیستہ کی خوشی کی انتہا نہ رہتی ۔۔۔ پھر کسی نہ کسی بہانے وہ چیکے سے میرے کرے میں آگر کہتی "تم چپ کیوں ہو گئے کبیر ۔ ناراض تو نہیں ہو گئے ۔ فدا کے لئے برا نہ مان لینا ۔ اُن کی تو عادت ہی ایسی ہے بات کئے بغیر نہیں رہ سکتے" ۔ اس کی باتیں اس قدر رازدارانہ ہوتیں ۔ کہ میری امیدوں کے خشک دیتے میں تیل پڑ جات ۔ سکندر برا ماتنا ہے تو پڑا مانے میں لا پروا ہو جاتا ۔ آگر جہ اس کی باتوں کے جواب میں میں صرف یہ کہا کرتا ۔ "اچھا ۔ تمہاری مرضی"۔ اور پھر سیر کو تکل جاتا ۔ جب میں سیرے لومتا تو دیکھتا کہ سکندر غضے کی بجائے بنس بنس کر باتیں کر رہا ہے ۔ اور شائستہ اسے بھرما رہی ہے ۔ صبح سویرے وہ اٹھتے ہی پیار محبت کی باتیں شروع کرویتے ۔ پھر سکندر دفتر چا جاتا ۔ اس کے چلے جانے کے بعد دفعتاً شانسته کو احساس ہوتا کہ میں ابھی وہیں ہوں اور وہ بھاکی بھاکی میرے یاس آتی اور ایسی کر بجوشی سے ملتی کویا اپنی کزشته لاپروایی کی تلافی کر رہی ہو۔ ا پنی کرسی میرے پاس تھینچ لیتی ۔ اور اظمینان سے بیٹھ کر باتیں کرنے لگتی ۔

وہی ترچی بھاہیں ، وہی مسکراہٹ ، وہی ہے متکلفی آف وہ مسکراہٹ ہربار میں مسکراہٹ ہربار میں مسر کو محسوس کرت کہ منزل آپ میری جانب بڑھے آرہی ہے ۔ شام کو جب میں سیر کو بہتا تو دن بحر کے واقعات میری آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ۔ خواہ مخواہ مجھے احساس ہوئے لگتا ۔ کہ منزل پر پہنچنے کے لیے صرف آیک قدم رہ گیا ہے ۔ ایک قدم اور ۔ بیکن واپسی پر میں محسوس کرت کہ ہمارے درمیان ایک ویوار حائل ہے ۔ اس احساس کی وجہ سے ساری رات آنکھوں میں کٹ جاتی ۔ آخر میرے صبر کا پیمانہ لہریڑ ہوگیا ۔ میں نے کہا ۔ آج میں واپس جا رہا ہوں ۔ "جارہے ہو" اس پیمانہ لہریڑ ہوگیا ۔ میں نے کہا ۔ آج میں واپس جا رہا ہوں ۔ "جارہے ہو" اس نے ترپ کر میری طرف ویکھ ۔ نہیں نہیں وہ چنائی یہ گیسے ہو سکتا ہے ۔ ابھی سنجیدگی سے جواب دیا ۔ "تو پھر کی "ہوا وہ بوئی"۔ نہیں آج مجھے جاتا ہی ہوگا میں نے جواب دیا ۔ تکبیر اس نے سویٹر کو پرسے پھینک دیا ۔ نہیں نہیں تم میں نے نہیں آج ہوا ہو کہ ؟ میں نے قیصلہ کر لیا ہے "۔ میں منزاق کر رہے ہو ۔ تم ابھی نہیں جاؤ گے ؟ میں نے قیصلہ کر لیا ہے "۔ میں نہیں تم میرے باتھ پکڑ میراس نے میرے باتھ پکڑ میرے بوتی وہ گرم اور روغنی انتھیاں مجھ سے مس ہوئیں قرز !! ۔۔۔۔۔ لئیے ۔ جونبی وہ گرم اور روغنی انتھیاں مجھ سے مس ہوئیں قرز !! ۔۔۔۔۔ لئیے ۔ جونبی وہ گرم اور روغنی انتھیاں مجھ سے مس ہوئیں قرز !! ۔۔۔۔۔ لئیے ۔ جونبی وہ گرم اور روغنی انتھیاں مجھ سے مس ہوئیں قرز !! ۔۔۔۔۔ لئیے ۔ جونبی وہ گرم اور روغنی انتھیاں مجھ سے مس ہوئیں قرز !! ۔۔۔۔۔ لئیے ۔ کسی ہوتی کا کاک اگریا ۔ سرخ شراب کے چھینٹے چاروں طرف اڑنے لگے ۔

عین اس وقت سکندر واظل ہوئے ۔ ہمیں دیکھ کر آنکھیں ابکارہ ہوگئیں ۔ شاشت نے انہیں دیکھ کر آنکھیں ابکارہ ہوگئیں ۔ شاشت نے انہیں دیکھا لیکن وہ جوں کی توں کھڑی رہی ۔ وہ تو شکر ہے کہ میں ان اینے یاتھ چھڑا گئے تھے ۔ ورنہ شاید وہ میرے پاتھوں کو پکڑے رہتی ۔ شائنت کی آنکھوں سے گھبراہٹ کی جگد فتحمندی کی جھلک لہرا رہی تھی ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ۔ جسے شکاری پرندے کو اپنے آپ وام میں پننے ہونے ویکھ کر خوش ہو رہا ہو ۔

"جانا وال کوئی نہیں"۔ وہ مجھ سے آنکھیں ملاکر آہت سے بولی۔ اور پھر سکندر کے کر میٹھ رہتی ہو شرم سکندر کے کرمے میں جا داخل ہوئی۔ "اسے گود میں لے کر میٹھ رہتی ہو شرم نہیں آتی تمہیں"۔ سکندر غرایا ۔ "کیا کے کا گھر جاکر ۔۔۔۔۔ یہاں سیر کے لئے آیا ہے ۔ یا تمہارے دام میں پھنسنے کے لئے"۔ میں نے شنا تو میرے لئے آیا ہے ۔ یا تمہارے دام میں پھنسنے کے لئے"۔ میں نے شنا تو میرے

پاؤں تلے سے زمین عمل گئی ۔ سچ کہتی تھیں محلے والیاں ۔ میں نے کس قدر بحول کی جو بہاں آ تھہرا ۔ معا میں نے اپنے کپڑے اکٹھ کئے ۔ اور ٹائم ٹیبل لے کر بیٹھ کیا ۔ لیکن یہ دیکھ کر مجھے بے حد افسوس جوا کہ صبح گیارہ بجے سے پہلے کوئی کاڑی د جاتی تھی ۔ لاچار میں چارپائی پرپڑگیا ۔ اندر نہ جائے ۔ وہ ایک ووسرے سے کیا کیا کہد دے تھے ۔ ان کی باتین سننے میں اب مجھے کوئی ولیسی نہ

ا گلے دن صبح سوبرے وہ میرے یاس آئی سرہانے کھڑی ہوکر ہاتھوں سے میری آنکھیں بند کرلیں ۔ "بوجھو کون ہے" ۔ میں نے فوراً اپنے آپ کو چھڑا ليا _ مجمع غص ميں ديكھ كروه كحبراكثى _ "افوه يبال توغض سے بحوت بن سيم بیں " _ پھر منت سے کہنے لکی خدا کے لئے آج نہ جانا صرف آج اور کل کا ون اور دک جاؤ ۔ پرسوں میں تہیں تہ روکوں کی ۔ اس نے میرے ہاتھ پکڑ گئے ۔ میں نے بہتیری کوسٹش کی کہ ان رنگین انگلیوں کے چنکل سے ٹکل جاؤں لیکن میری کوسشش ناکام رہ گئی ۔ میرے دائیں بائیں آگے چیچھے چاروں طرف وہ روغنی اٹکلیاں کھیرا کئے ہوئے تھیں ۔ میری طرف بڑھ مہی تھیں ۔ حتی کہ میں ان کی کرفت میں آگیا ۔۔۔۔ پٹاخ !! کسی یوتل کا مند پھٹ گیا ۔ کھولتا ہوا سرخ یانی چھلکا ۔ آنکھوں تلے سبھی کچھ سرخ وکھائی دینے لگا ۔ میرا سرجھ کا ہونٹ ان انکلیوں پر چسیاں ہو گئے ۔ شائستہ ۔۔۔۔!! مجھے زبان مل کئی ۔ وفعتاً اس نے اپنے ہاتھ تھینچ لئے ۔ سرخ اہلتی ہوئی اہریس ریت بن کر دہ کئیں میں تھٹھک کر بیٹھ کیا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور کھبرا کر اور بھی قریب آبیٹھی۔ بنے لگی ۔ بڑی بہن سے ذاق کرتے ہو بنتے بنتے اس کے کال پر آنسو ڈھلک آئے ۔ بڑے مسخرے ہو تم کبیر!!

پہلے تو میں شرم سے پائی پائی ہوا بیٹی رہا ۔ لیکن جب وہ میرے پاس انٹیٹی اور معصومیت اور محبت سے بولی ۔ صرف ایک دن اور رک جاؤ ۔ تمہیں اکلیف تو ہوگی ۔ لیکن میری خاطر اسے سہد لینا ۔ کل بے شک چلے جانا ۔ اس کی معصومیت خلوص اور بے بسی کو دیکھ کر میری شرمندگی یک قلم کافور ہوگئی ۔ میں اس کی طرف دیکھ کر محبوس کرنے لگا ۔ جسے اس روڑ میں نے اسے بہلی

مرتبہ دیکھا ہو۔ نہیں میں نہیں جاؤگا میں نے ہنس کر کہا اور پر بیارے اس کا سرتھیکنے لکا۔

درمیان کا آخری پردہ اٹھ چکا ہے ۔ میں اس سے ایک پراسرار قرب محسوس کر رہا تھا ۔ کویا ہمارے درمیان کا آخری پردہ اٹھ چکا ہے ۔ میں اس سے ایک پراسرار قرب محسوس کر رہا تھا ۔ زبان بند تھی ہاتھ جیب کے کوئے تا تا ہمین کر رہا تھا ۔ اس کی رنگین اٹکلیال رنگین تو تھی ہاتھ جیب کے کوئے تائش نہیں کر رہا تھا ۔ اس کی رنگین اٹکلیال رنگین تو تھیں مگر مکڑی کی ٹائکوں کی طرح چاروں طرف سے میری طرف بڑھنے کی بجائے اپنے ہی اردگرد رینگ رہی تھیں ۔ یوں محسوس ہو رہا تھا ۔ جیبے میں کسی بے نام قید سے آزاد ہو چکا تھا ۔ اس روز میری کہیں فتم ہونے میں نے آتی تھیں ۔ میں محموض نئی نئی باتیں سوجھ رہی تھیں ۔ میں نے کہا ۔ شائستہ سکندر کی طبیعت کو کیا ہے ؟ "ہے نا" وہ مسکرائی بڑی شکی طبیعت ہے ۔ جانے کیوں " ۔ تمہادا کیا ہے ؟ "ہے نا" وہ مسکرائی بڑی شکی طبیعت ہے ۔ جانے کیوں " ۔ تمہادا دل تو نہیں کرھتا" میں نے پوچھا ۔ اس نے آہ بحری ۔ " ان دنوں بھی ایس نئی بانہیں ۔ 'کن دنوں " میں نے بی بات کو لمباکرتے کے لئے پوچھا ۔

"چپ بماری شاوی بوئی تحی ۔ ان دنوں کی یاد آتی ہے تو میں بے سائند بنس دیتی بول" ۔ وہ بنس کر بولی تم ہے کیا چھپانا ہے ۔ میری اپنی خواہش تحی کہ میری ان ہے شادی ہو جائے ۔ "سچ ؟" میں ئے حیرانی سے بوجھا ۔ "ہاں" وہ جھینپ کر بولی ۔ ان دنوں سکندر صاحب اور میرے پھوپھی ڈاو بھائی کرامت دونوں ہمارے ہاں تحبرے ہوئے تحے ۔ دہنے کو مکان نہ ملتا تھا ۔ اس کئے مجبود تھے ۔ میرے بھائی کی سکندر صاحب سے بڑی دوستی تھی ۔ اس لیے کئے میرے بھائی کی سکندر صاحب سے بڑی دوستی تھی ۔ اس لیے ہم سب ان کو اینا ہی سمجھتے تھے ۔ ان سے پردہ بھی اٹھا رکھا تھا ۔

"" تمہیں سکندر سے محبت تھی ؟ میں نے شرارت سے پوچھا۔ وہ شرما کر چپ ہوگئی ۔ پھر اپنا آپ سنبھال کر بولی ۔ تم جاتتے ہو مجھے ادب سے عشق تھا عشق اور یہ پورے اورب تھے ۔ مجھے پڑھایا کرتے تھے ان دنوں بس بی ہم تو ان سے پڑھتے ہی میں لٹ گئے اف کس قدر قابل ہیں ۔ یہ

میں تہمیں کیا بتاؤں مجد پر تو پہلے دن ہی ان کا رعب پر کیا ۔ چوری چوری انہیں دیکھا کرتی تھی ۔ یہ پڑھانے میں مشغول جوتے اور میں ان کے منہ کی طرف ویکھا کرتی ۔ ان کی عادت تھی ۔ کہ پڑھاتے ہوئے میری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے پر میں نے بامعنی انداز سے پوچھا ۔ "پھر کیا ہوا ؟"

وہ مسکرائی ۔ "ان کی بلا سے یہ تو ہر وقت اپنی کتابوں اور مطالعہ میں کھوٹے رہتے تھے ۔ ان کی مصروفیات لامتناہی تحییں ۔ اس بات پر میرا دل جلتا تھا ۔ جی چاہتا تھا کسی طریق سے ان کی کتاب چھین لوں لیکن میں کر ہی کیا سکتی تھا ۔ جی چاہتا تھا کسی طریق سے ان کی کتاب چھین لوں لیکن میں کر ہی کیا سکتی تھی ۔ خیر جنتن تو میں نے بھی بہت کئے" وہ مسکرائی "لیکن کوئی بات نہ بنی اور یہ انتفاق سے ایک ذریعہ فکل آیا"۔

"وہ کیا" میں نے شوق سے پوچھا ۔

"میری عادت تھی کہ کراست بھائی سے روز تھیاتی ، گہیں مارتی اور الاتی بھگرٹی رہتی ۔ وہ مجھ سے عمر میں چھوٹا تھا تا ۔ چد ایک ماہ چھوٹا ہوگا ۔ ہم دونوں بہت ہے تکلف تھے ۔ ایک روز ہم دونوں حسب معمول بیٹھے ایک دوسرے سے خوش گییاں کر رہے تھے ۔ کہ سکندہ صاحب آگئے ۔ ہمیں اکٹھ دیکھ کر ان کا ماتھا ٹھٹکا ۔ لیکن شنجمل کر جلد ہی واپس اپنے کرے میں پلے گئے ۔ شام کو جب میں سبق پڑھنے کے لیے ان کے پاس گئی تو دیکھتی ہوں کہ منہ سوج کر کیا بنا ہوا ہے ۔ خیر انہوں نے پڑھانا شروع کردیا ۔ لیکن ایسی ب دلی سے پڑھا رہے تھے ۔ میں تارگئی ۔ ایک روز پڑھاتے ہوئے انہوں نے مجھے کہ توجد پایا ۔ تو شک کر بولے "بس جی میں نہیں پڑھ سکتہ تمہیں ۔ اب اسی سے پڑھا کرو ۔ اپنے کراست سے جس سے سارا سرا دن خوش گیبال ہانگتی ہو" بس جی پھر کیا تھا ۔ میری خوشی کا کوئی ٹھکان نہ تھا اس روز ۔ پائی گرم تھا ۔ میری خوشی کا کوئی ٹھکان نہ تھا اس روز ۔ پائی گرم تھا ۔ صرف ایک جوش وینے کی ضرورت تھی ۔ صرف ایک ، کس قدر چوکھا رنگ آئے صرف ایک جوش وینے کی ضرورت تھی ۔ صرف ایک ، کس قدر چوکھا رنگ آئے شکائی شروع کردی ۔ بیہاں تک کہ امال مجھے گھورنے لگیں ۔ بھائی جان بھی کرم

"أف يه ميں نے كيا كرديا ہے" ۔ وہ چلائى ۔ "يه ديكھو" اس نے سويٹر ميرے سائے ركھديا ۔ "سارا الٹ بُن كئى ہوں ۔ ميں بھى پاكل ہوں" ۔ باتوں ہى باتوں ميں كھوگئى ۔ نہ جانے كيا بكتى رہى ہوں ۔ " وہ مسكرائى ۔ پھر كھلكھلا كر بن باتوں ميں كھوگئى ۔ نہ جانے كيا بكتى رہى ہوں ۔ " وہ مسكرائى ۔ پھر كھلكھلا كر بنس پڑى استا بنسى كه اس كى آنكھوں ميں آنو آگئے ۔ عين اس وقت باہر سے سكندركى آواز آئى ۔ وہ چونكى ۔ "وہ آگئے"۔ اور پھر ميرى طرف متوجہ ہوكر بولى "كہير بھائى ! ؛ كوئى نہيں جانا وانا ۔۔۔۔"
"برسوں ميں نہ روكوں كى تمہيں ، پرسوں !"

نہ جائے اس وقت مجھے کیا ہوا ۔ میں نے محسوس کیا ۔ کہ میں پھیل رہا
ہوں کھیلے جارہا ہوں ۔ تام فضاؤں پر چھائے جارہا ہوں ۔ ارو کرو کی چیزیں سمٹ
ری تھیں ۔ سمٹی جاری تھیں ۔ وہ صحن ۔ ویواریں گڑیا کے گرکی طرح دکھائی
دے رہی تھیں ۔ گڑیا میرے سامنے کٹ پتنی کی طرح میٹھی تھی ۔ سامنے
دروازے میں لیک گذا دیوار ۔ صحن اور زمین کو گھو رہا تھا ۔۔۔۔۔ ایسا دکھائی
دے رہا تھا مجھے جیسے وہ ایک تاشا گاہ ہو ۔ جہاں کٹ پتلیاں ناچ رہی تھیں ۔

"پرسوں چلے جانا" ۔ گڑیا نے ماتھا ٹیک کر کہا ۔

"پرسوں چلے جانا" ۔ گڑیا نے ماتھا ٹیک کر کہا ۔

"پرسوں" میں بنسا ۔ "نہیں پرسوں نہیں ۔"

"توکب ؟" وہ گھرا کر ہوئی ۔

"توکب ؟" وہ گھرا کر ہوئی ۔

"اونہوں ۔ میں تو یہاں ایک مہینہ ٹھیروں کا ۔ تمہارے پاس"۔ یہ کہد کر میں باہر سیر کے لیے تکل کیا ۔ گذا اندر بیٹھا غضے میں بڑبڑا رہا تھا ۔

ہوگئے۔ اماں بولیں "بیٹی چاہ وہ اپنا ہے۔ لیکن کرامت سے یوں وھینگا مشتی کرنا تمہیں زبب نہیں وبتا"۔ میں نے اماں کے طعنے سنے ۔ بھائی کی نصیحتیں سنیں اور انہیں پی گئی ۔ پھر میں نے بڑی کومشش سے وہ کرہ لے لیا ۔ جس کی ایک ویوار سکندر صاحب کے کرے سے ملحق تھی ۔ میرا اندازہ نصیک تھا ۔ ہماری آوازی ویوار کے پار پہنچتی تھیں ۔ یہ تو بس آگ بگولہ ہو گئے گئی دن مجھے پڑھائے نہ آئے ۔ مجھ سے بول چال بند کردی ۔

ایک دن میں ان کے کرے میں جا تکلی اور چھیڑئے کے لئے بولی ۔ "بحائی جان آپ چپ چاپ کیوں رہتے ہیں"۔ میں انہیں بحائی جان کہا کرتی تھی ۔ تہبیں اس سے کیا غرض ہ" یہ تلملائے ۔ "چاہے میں کیسا بھی ہوں ۔ ۔ ۔ "آپ سے پڑھتی جو ہوں"۔ نہبیں ، میں نہبیں پڑھاؤں کا تہبیں" ۔ یہ غزائے ۔ "اچھا نہ سہی لیکن آپ میرے بھائی جان تو بیں" ۔ نہبیں میں نہبیں بنتا "بھائی جان ، جل کر بولے ۔ "ہم تمہادے کچھ نہبیں گئے ۔ تمہیں کیا چاہ میں موں یہ بیوں" ۔ انہوں نے اپنی کتاب اٹھا کر دیوار سے دے ماری ۔ "بڑا اچھا کیا آپ نے کتابیں تو آپ کی جان کیا گئی میں اور سے کہا ۔ یہ کتابیں تو آپ کی جان کیا گئی بین ۔ " یہ کتابیں جان کیا گئی بین یا ۔ یا۔ ۔ ۔ وفتاً وہ چپ ہوگئے ۔ "یہ پنس بھی پھینک دیجئیے نا ۔ میری انتخبال ان کے ہاتھوں سے مس ہوئیں ۔ بیس بوئیں ۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ۔ اب جو دیکھتی ہوں تو کالوں پر آسو ۔ شائست انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ۔ اب جو دیکھتی ہوں تو کالوں پر آسو ۔ شائست انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ۔ اب جو دیکھتی ہوں تو کالوں پر آسو ۔ شائست انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ۔ اب جو دیکھتی ہوں تو کالوں پر آسو ۔ شائست انہوں نے مشکل سے کہا ۔ " جھے اس قدر عاجز نہ کرو" ۔ "

"پر کیا!" شائستہ ہنسی ۔ مصیبت یہ تھی کہ کرامت بھائی کو اکثر دورے پر جانا پڑتا تھا ۔ ایک بار وہ پندرہ دن کے لئے دورے پر چلے گئے ۔ تو سکندر صاحب پھر ویسے ہی برف ہو کر رہ گئے ۔ اف کس قدر اداسی میں سکتے وہ دن ۔ میں بیٹھی کرامت کا استفار کیا کرتی کہ کب وہ آئے اور اور ۔۔۔ " وہ مسکرا میں بیٹھی کرامت کا استفار کیا کرتی کہ کب وہ آئے اور اور ۔۔۔ " وہ مسکرا بیٹی ۔ "آئے بھی تو وہ چند دنوں کے لیے ۔ اور پھر جب جانے لگتے تو میں ان پیٹی ۔ منتیں کیا کرتی ۔ کرامت بھائی تہ جاؤ ۔ خدا کے لئے آج نہ ۔ " دفعت وہ چپ ہوگئی ۔

"المجھے!! ، باجی نے شور مچایا"۔ "دو ، پھر مٹھائی مجھے"۔

بہت برا ہے تو ۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی ۔ اور اچھے کو گود میں کے کر اسے بیار سے سٹنے لکی ۔

بھائی جان گھبرائے کے ساتھ مسکرا بھی رہے تھے ۔

"بہت باتیں بناتا رہنا ہے تو" ، باجی نے البھے کو بیبار سے کھورا اور ایک آڑی شظر بھائی پر ڈال کر بولی ۔ چاہے بھائی جان باورچی خانے آئیں تھ آئیں مجھے کیا ۔

اماں نے مند موڑ کر ورواڑے کی طرف ویکھا ۔ تم آ بھی گئے نڈیر ؟ "نہیں نہیں" ، بھاٹی جان چونک کر بولے ۔ "نہیں نہیں ۔ میں تو ویسے ہی آیا تھا"۔

جمعوث ، اچھا باجی کی گود میں سے جیننے لگا ۔ اساں چولھے میں منہ دے کر ہنسنے لگی ۔ دکیوں اساں میں نے بلایا تھا بھائی جان کو" ؟

"ند ، میں نہیں ویتی تمہاری باتوں میں وظل"۔ وہ بولی ۔ تم جانو اور تمہارے بھائی ۔

"آپ اس شیطان کی باتوں میں ٹا آیا کر س بھائی جان"۔ باجی اپنے گلپ کو سنوارتے ہوئے بولی ۔

"تہیں نہیں" ، بھائی گھبرا کئے ۔

منہیں نہیں"۔ اچھ نے ان کی شقل اتاری ۔

"نہیں نہیں ۔ اچھ" باجی اچھ کو گھور کر کھلکھلا کر ہنس پڑی ۔۔

انہیں نہیں نہیں کرتے دیکھ کر امال بھی مسکرانے لگی ۔ وہ جاتنی تھی گھر میں سبھی بھائی تذہر کو نہیں نہیں کہا گرتے ہیں ۔

باجي

کچھ ویر اچھا باجی کو متوقع نظروں سے دیکھتا رہا ۔

باجی کام میں مصروف تھی ۔ دور شد شانوں پر گرا ہوا تھا ۔ بگھرے ہوئے بالوں میں کیویڈ کی شکل کا کلپ لگا ہوا تھا ، اور وہ نیچی شکاہوں سے مسکرائے جا رہی تھی ۔ باور چی خانے کے دروازے میں بھائی جان کھڑے تھے ۔ ایک مظر باجی کے کلپ کی طرف دیکھتے اور پھر گھبرا کر اپنی عینک صاف کرنے گئے ۔ اماں روٹی پکانے میں مصروف تھی ۔

"باجی ! اجھا چڑ کر چلایا ۔
"کیا ہے تجھ"۔ امال بولی ۔
"مجھے تو نہیں باجی کو ہے"
"کیا ہے مجھ"۔ وہ بنسی ۔
انہیں نہیں ہولا

بِعائى جان جسيني كك

" کچھ پتا ہی نہیں چنتا تمہارا ، کبھی کچھ ، کبھی کچھ ۔ ۔۔۔۔۔۔ آپ ہی کہا تھا بھائی جان کو باورچی خانے لے آ اور اب"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"كب كباتها ميں نے ، باجى كامند سرخ بوكيا -

"اوس كما نهيس تھا"۔

"لو امال ، میں نے تو کہا تھا کھانا تیار ہو جائے تو انہیں اطلاع وے

ینا"۔ "اوں ۔ اطلاع وے رہنا ۔ اور جو مجھے مٹھائی ۔ ۔ ۔۔۔۔"

پاجی چیکے سے اپنے سے پوچھتی ۔ "اپھے وہ کہاں ہیں ؟" "وہ ؟ اپھا ،
آنکھیں چرکا کر راز وارائد انداز سے کہنا ۔ "نہیں نہیں ؟" باجی ہنس پرٹی ۔ تو
اجھا اس سے پوچھتا ۔ "بلا لاؤل" نہیں ، نہیں" باجی اسے پیار سے کھورتی "بال
ہال" وہ جواب ویت "نہیں نہیں کو"۔ "نہیں" باجی شتے ہوئے اسے ڈائٹی اس پر
اپھے کا منہ لٹک جاتا اور وہ جل کر کہتا ۔ "تمہارا بھی کچھ پتد نہیں چلتا باجی ، کبھی
کچھ کھھی کچھ" اور باجی ہنستی ، شہے جتی ۔

اچھ ، سچ کہ کرتا تھا۔ "بجی کا کیا اعتبار ۔ کہتی کچھ ہے کرتی کچھ اور"۔
ببجی کی اس عادت پر مجھے بے حد غصہ آتا ہے ۔ لیکن میں کر بھی کیا سکتی ہوں ۔
اسی وجہ سے مجھے باجی ذرا اپھی نہیں گئتی ۔ وہ اچھ سے مل کر سارا دن شور مچایا
کرتی ۔ یہ دیکھ کے میں چکے سے بھائی جان کے کرے میں جا بیٹھتی اور کتاب
پڑھنے گئتی ۔ بھائی جان میری طرف دیکھتے اور مسکرائے جاتے ۔ ان کی خاموش
مسکراہٹ کس قدر پر افر ہوتی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے جسے جسم کا ذرہ ذرہ مسکرا
دہا ہے ۔ صرف بودے بی نہیں جسے کہ باجی کی مسکراہٹ سے ظاہر ہوتا تھا ۔
بھائی جان اپنی کرسی تھینچ کر میرے یاس آ پیٹھتے ۔

"بہت ہی گاتا ہے تمہارا پڑھنے میں سگی" ۔ میری ہنسی محل چاتی ۔ اس پر وہ چشمہ صاف کرتے ہوئے کہتے ۔ "عجیب انداز سے ہنستی ہو تم سکو ۔ بہت خطر ناک ہوتی ج رہی ہو۔" بھائی جان کی عادت ہی ایسی ہے چپ چاپ بات کر دیتے ہیں ، نہ بھی کریں تو ایسا محسوس ہوتا ہے ، جسے وہ بن پولے ہاتیں کر رہے ہول ۔ اس کے بوجود بب ی یہ مجھتی ہے کہ وہ بات نہیں گرتے ۔ اور کریں بھی تو گھبرا جاتے ہیں ۔ میرے سامنے تو وہ ذرا نہیں گھبراتے ۔ ان کے کریں بھی تو گھبرا جاتے ہیں ۔ میرے سامنے تو وہ ذرا نہیں گھبراتے ۔ ان کے کہد جانتے ہیں کہ تو ہے میں ان کا خاتی نہیں اثراتی نا ۔ اس لئے ۔ اور باجی باتی کہد جانتے ہیں کہ تو ہے میں ان کا خاتی نہیں اثراتی نا ۔ اس لئے ۔ اور باجی باتی کو تو ہر وقت یہ فکر رہتا ہے کہ انہیں پریشان کرے ۔ پھر بھائی جان گھبرا جائیں تو ان کا قصور بو لیکن بھائی جان بھیر علتی ۔ ہو علی باجی کے سامنے جاکر گویا جائیں تو ان کا قصور بو لیکن بھائی جان بھیر عکاتی ۔

اس روز جب وہ پہلی مرتبہ ہمارے ہاں آئے تھے ۔ امال میلتھی ان سے باتیں کر رہی تھی کہ یکایک میں اور باجی اسکول سے آپہیٹیس ۔ بھائی جان کے باجی کی طرف دیکھا اور یوں گھبرا گئے جیسے کسی غیر کے آنے پر کوئی لڑکی گھبرا جاتی ہے ۔ ہم بھی انہیں دیکھ کر شمشک کئیں ۔ اور جلدی سے باور چی خالے سے مکل كرايني كرے كى طرف چل ويس - كرے ميں داخل ہوتے وقت جم فے امال كى بنسى سنى - "اك سے اوئى منير اور صغير بين" - "دمنى ؟" بھائى جان في حیرانی سے دہرایا ۔ "اتنی بڑی ہوگئی ہے ؟ ۔ اساں ہنس کر بولی "وسویس میں ہے ۔" پھر اس نے باجی کو آواز دی "منیر میٹی یہاں آ ۔ تیرے بھائی آئے ہوئے ہیں ۔ " باجی باورجی خانے میں واض ہوئی تو بھ بی بی جان پھرسے کھبرا گئے ۔ "السلام عليكم _" وه مسكرائي جيے كه اس كى عادت ہے - "ايك دم اتنى برى ہوگئی ہو ۔ " وہ عینک صاف کرتے ہوئے بولے "ان لڑکیوں کو بڑھتے ہوئے دیر لکتی ہے کیا ؟" امال کسی کام سے باہر جاتے ہوئے بولی ۔ امال کے جائے کے بعد بھائی جان اور بھی گھبرا گئے ۔ کچھ کہنے کی خاطر ہولے "دسویس میں ہو ؟" "بوں" باجی نے شان سے کہا ۔ "اور تم ؟" وہ مجھ سے مخاطب ہوئے ۔ "آٹھویں میں" میں نے جواب دیا ۔ پھر وہ مجھ سے باتیں کرنے کیے ۔ ہار بار عینک صاف کرتے ۔ چوری چوری باجی کی طرف دیکھتے اور کھبرا کر مجھ سے کوئی سوال پوچھ لیتے ، باجی ان کی گھبراہٹ دیکھ کر مسکرائے جاتی ۔ اس کی مسکراہٹ کو محسوس کر کے بھائی جان اور بھی پریشان ہو جاتے ۔

"سگو" انہوں نے آبستہ سے کہا ۔ "تمہاری باجی تو ایک وم منی سے منیر بن گئی اور تم وہی سکی کی سکی رہیں ۔" اس بات پر مجھے بہت غصہ آیا ۔ میں نے کہا کیوں میں گیا بچہ ہوں ؟ میرهودی میں ہوں "نہیں نہیں نہیں " وہ بنسے ۔ "میرا یہ مطلب نہیں تھا ، کیوں مون انہوں نے باجی کی طرف دیکھا ۔ "میں گیا مون ہوں ؟" باجی نے گھود کے کہا ۔ "تو اور کیا" ؟ بھائی جان کے ماتھے پر پسینہ آگیا ہوں ؟" باجی نے گھود کے کہا ۔ "تو اور کیا" ؟ بھائی جان کے ماتھے پر پسینہ آگیا "اے ہے ، ملتے ہی لڑنے بھی گئے "امال نے کمرے میں واخل ہوتے ہوئے "کے "امال نے کمرے میں واخل ہوتے ہوئے اس کی عادت ہی ایسی ہے ۔" کہا ۔ "دیکھ لوچاچی ۔ " بھائی جان گھرا کر بولے اس کی عادت ہی ایسی ہے ۔" امال بنسی "نہیں نہیں "اس پر باجی کھکھا امال بنسی "نہیں نہیں "اس پر باجی کھکھا

کر ہنس پڑی ۔ اتنے میں اچھا دوڑا دوڑا آیا اور اچک کر بھائی جان کی گود میں بیٹھ کیا۔ باجی نے منہ پکا کر اٹھے کو کھورا۔ "تہیں نہیں اچھے۔ نہیں نہیں" ۔ اور ہم سب بنس پڑے ۔ "دیکھا بحائی جان یہ ہے میری باجی یہ سکول گئی ہوئی تھی اچھا آنگھیں چمکا کر بولا اچھی ہے تا ۔ یہ سن کر باجی کھبرا کر باہر نکل كئى ۔ دوایک منٹ کے لئے تو وہ بیٹیے عینک صاف كرتے رہے پر پسینہ پونچھ كر بوك "تمبارى باجى تو قصائى ب" "قصائى ؟" الحج نے وسرايا بحائى جان نے الحجے کو پیکار کر کہا۔ "اونہوں چیخو نہیں"۔ "پیخیں تو کیا ہوتا ہے ؟" وہ بولا ۔ "قصائی بکر جاتا ہے" بھائی جان نے جواب دیا ۔ "پڑی بکڑے ، ہمیں کیا پروا" ۔ ایجے نے بے پروائی سے کہا ۔ "بہیں تو ہے" بھائی جان مسکرائے ۔ و المرك المرك بود " اور بيختا بوا باجي كي طرف بحاكا . "باجي باجي بحالي جان بكرا بیں" ۔ باجی یہ سن کر بنسنے لکی "اور تم ؟" اچھے نے منہ پر اٹکلی رکھ کر کہا ۔ "تم قصائی" ۔ "چپ شیطان کہیں کا" ۔ باجی نے بیارے اے کورا ۔ بحائی جان ا کو یاس سے گذرتے ہوئے دیکو کر وہ اچھے سے کہنے لگی "بہیں نہیں چاہیئے ایسا وبلا يتلا بكرا" "كيسا جامية" _ الحج في يوجها _ "موتا بو جربي والابو" وه مسكراتي اچھا بھائی جان کی طرف بھا گئے لکا تو باجی نے بنتے ہوئے اسے پکڑ لیا ، جیسے واقعی ے روکن چاہتی ہو ۔ توب باجی کو کیسے ڈھونگ رچائے آتے تھے ۔ میں کیا مجمعتی نہیں ۔ وہ تو بلکہ آپ چاہتی تھی کہ اچھا جا کر ساری باتیں بھائی جان سے کہد دے ۔ اسی لئے تو وہ اچھ ے ایسی ایسی باتیں کیا کرتی ۔ اچھے سے کچو کہنا اور پھر توقع رکھنا کہ وہ چیخ چیخ کر اسے وہرائے محا نہیں ۔

اگر امال ولائیت کا ذکر نہ کرتی ، تو بات نہ بگرتی ۔ لیکن امال ! امال کو کون سمجھائے !! وہ تو بن سوپے سمجھے بات کر دیتی ہے ۔ ہم سب باورچی خالے میں سنٹھے تھے ۔ امال بولی "نذیر اپٹی شادی کا بھی کچھ فکر ہے"۔ "شادی !" بحائی جان کا رنگ اڑگیا ۔ باجی کی طرف نہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولے "مجھے فکر کرنا ہے" ؟ "اے باجی کی طرف نہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولے "مجھے فکر کرنا ہے" ؟ "اے ہے" امال بولی ۔ "ولایت اب جوان ہوئے ہوئے دیکھیے تک استظار کریں گے" دولایت !" باجی کے منہ ہے ساخت مند سے بے ساخت مند سے بے ساخت مند ہے اس سے نذیر منا کیا ۔ "ہاں ہاں امال سے نذیر اس سے نذیر

کی شادی ہوگی نا" "ولایت !" باجی کھنگھلا کر ہنس پڑی ولایت سے باجی کو چڑتھی نا ۔ اس کے ولایت کا نام آجاتا تو ایسا مند بناتی جیے کوئی پھس پھسی چیز منہ میں آپڑی ہو ۔ بات بھی ٹھیک ہے ، واقعی ولایت پھوہڑ اور بد مذاق ہے ۔ سارا سارا دن مصلے پر میٹھ رہنتی ہے ، مصلے سے اٹھی تو بر تن وھونے لگی ۔ کپڑے وھوٹے سے تو اسے عشق ہے ۔ بات کرو تو مسلے چھیڑ دیتی ہے اور چپ میٹھی ہو تو ریسا معلوم ہوتا ہے حسے تسبیع کر رہی ہو ۔

بھائی جان نے بہتراکہا کہ منگنی کوئی نہیں ہوئی ۔ ویسے ہی لوگوں نے بات چلا وی ہے ۔ لیکن امال کب مائنے والی تھی بولی "مانا ڈھولک نہیں بچی باہے نہیں ہج ۔ اوھر باجی ہنس ہنس کر چینے لگی ۔ "میں ہج کہا ۔ بھائی جان کو ولایتی چیزوں سے عشق کیوں ہے"۔ اچھا چلایا ۔ "بھائی جان کا یہاہ ہوگا ۔ اہا بھائی جان کا یہاہ ہوگا ۔ "نہیں نہیں"۔ پہائی جان گھبرا کر بولے ۔ اور پھر دفعتا چپ ہوگئے ۔ "نہیں نہیں"۔ باجی نے بھائی جان گھبرا کر بولے ۔ اور پھر دفعتا چپ ہوگئے ۔ "نہیں نہیں"۔ باجی نے اچھا کھے کو خات ہے گورا ۔ "نہیں نہیں" دولھا بنیں کے میں جانتا ہوں" اچھا چینے ایک اور پھر چوہ ان سب نے مل کر ایک ہنگامہ برپ کر دیا ۔ اس پر بھائی جان کھسیاتے ہو کر چلے گئے ۔

اگلے روڑ کھائے کے وقت حسب معمول اچھا باجی کے پاس آگر کہنے لگا۔
"باجی بلاؤں بھائی جان کو" اوں ہوں" باجی نے جان بوجہ کر بلند آواز سے کہا۔
"وہ تو اپنے کرے کو ولا یت بنا کر بیٹے رہتے ہیں"۔ عین اس وقت بھائی جان آپہنچ ۔ باجی کی بات سن کر انہوں نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا ۔ أف وہ ایک مظر جیسے گھور رہے ہوں ، فراد کر رہے ہوں ۔ میرے بدن میں تو سوئیاں سی حجینے لگیں ۔ لیکن باجی نے جائے کس مٹی کی بنی ہے ۔ وہ اور بھی چکی ۔ بنتے ہوئے اچھے سے بوچھے کی ۔ بنتے کس مٹی کی بنی ہو یا ولایتی "دولایتی بات اچھا ہوئے ایک بوٹے ایک ہوتا ہے باجی باجی ہیں ۔ "وہ جو ولا یت میں بنے" باجی نے ایک آڑھی انداز ہے کہا ۔ "بھائی جان کیا ہیں ؟" اچھے نے پوچھا"۔ "باجی نے ایک آڑھی منظر بھائی جان پر ڈالی ۔ "اور تم" اچھے نے پوچھا "ہم تو دیسی ہیں" باجی منظر بھائی جان پر ڈالی ۔ "اور تم" اچھے نے پوچھا "ہم تو دیسی ہیں" باجی منظر بھائی جان پر ڈالی ۔ "اور تم" اچھے نے پوچھا "ہم تو دیسی ہیں" باجی

مسكراتى _ أيك بار بھائى جان ئے پھر اسى نظر سے باجى كى طرف ديكھا _ اف كتنى التجا تھى ، اس أيك نظر ميں عين اس وقت اندر سے اسال كى آواز آئى _ "تم اب آؤ كے بھى يا دييں جھكڑتے رہو گے"۔

اس روڑ کھائے پر سبھی خاموش بیٹھے تھے ۔ بھائی جان پر تو غم کا بہاڑ ٹوٹ پڑا تھا ۔ باجی بھی کچھ سوچ رہی تھی ۔۔۔۔۔ اور اچھا ؟ حیرائی سے قبھی بھائی جان کی طرف ویکھتا ، اور تجھی باجی کی طرف ۔ "کچھ اچھا بھی بنا ہے ؟" امال نے خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا ۔ اور بیشتر اس کے کہ بھائی جان جواب ویں ۔ باجی بولی "اوں بونہد ۔ یہ شعفم کیوں پکا لئے امال ۔ پکانے ہی تھے تو والدیتی پکائیں" "والدیتی ؟" امال نے حیرانی سے باجی کی طرف دیکھا ۔ وہی جو پہلے سے بوتے ہیں "۔ باجی نے طرف دیکھا ۔ وہی جو پہلے سے بوتے ہیں "۔ باجی نے کہا ۔ بھائی جان نے تڑپ کر باجی کی طرف دیکھا ، اور ان کی آنکھیں بھیگ گئیں ۔ "تو کہو ن انگریزی" امال باجی سے کہنے گئی ۔ "ایک ہی کی آنکھیں بھیگ گئیں ۔ "تو کہو ن انگریزی" امال باجی سے کہنے گئی ۔ "ایک ہی بات ہے "باخی اچھے نہیں گئے تمہیں بی بات ہے "باخی اچھے نہیں گئے تمہیں بی بوٹے بولے ۔ "باخی اچھے نہیں گئے تمہیں گئے تمہیں بی بوٹے بولے ۔ "باخی جواب دیا ۔ "باخی اچھے نہیں گئے تمہیں کی طرف دیکھتے بوٹے بولے ۔ "میں تو مزے سے کھا رہی بوں بھائی جان سے پوچھئے "۔ بھائی جان کی طرف دیکھتے ہوئے ہوئے ۔ "میں بٹسی بٹسے اور پھر اور بھی چپ ہوگئے ۔ "

اسکے دن میں کئی ایک بار بھائی جان کے کرے میں گئی ۔ ویر تک میں گئی ۔ ویر تک میٹھی رہی لیکن انہوں نے مجھ سے بات تک نہ کی ۔ جیے واقعی پڑھنے میں شدت سے مصروف تھے ۔ میں سب مجھتی ہوں صاف دکھائی دے رہا تھا ۔ کہ وہ کھوئے کھوئے ہیں ۔ آنکھیں بحری بحری سی ۔ ماتھ پر تیوری ۔ جیے اندر ہی اندر بی اندر کوئی چیز گھائے جا رہی ہو ۔ میں نے جل کر پوچھا دیمیا ہے بھائی جان ؟ "بھائی جان چوف دسکی ! کچھ نہیں ۔ انہوں نے گھرا کر منہ موثر بان چوف دسکی ! کچھ نہیں ۔ انہوں نے گھرا کر منہ موثر لیا ۔ "مھائی جان !" انجانے میں میرے منہ سے شکا لیا ۔ "مہیں نہیں ہو ہو چلائے "میری آنگھیں خراب ہیں ، پانی کرتا ہے "۔ اچھا جو اس دوران میں اندر آچکا تھ ۔ چلا کر بولا ۔ "جھوٹ آنکھ میں سے تو آنبو کرتا ہے"۔ اچھا جو اس موائی جان نے بی کہ کہ اسی سے انہوں کے اپھا کہ واس میں اندر آچکا تھ ۔ چلا کر بولا ۔ "جھوٹ آنکھ میں سے تو آنبو کرتا ہے" ۔ اچھا غواس بوائی جان نے بے بسی ہے اپھی کی طرف دیکھا اور آہ بھر کر خاموش ہوگئے ۔ اپھا غل بچان ہوا بہر کی طرف دیکھا اور آہ بھر کر خاموش ہوگئے ۔ اپھا غل بچان ہوا بہر کی طرف دیکھا اور آہ بھر کر خاموش ہوگئے ۔ اپھا غل بچان ہوا بہر کی طرف دیکھا اور آہ بھر کر خاموش ہوگئے ۔ اپھا غل بچان ہوا بہر کی طرف دیکھا اور آہ بھر کر خاموش ہوگئے ۔ اپھا غل بچان ہوا بہر کی طرف دیکھا اور آہ بھر کر خاموش ہوگئے ۔ اپھا غل بچان ہوا بہر کی طرف دیکھا اور آہ بھر کر خاموش ہوگئے ۔ اپھا غل بچان ہوا بہر کی طرف دیکھا اور آہ بھر کر خاموش ہوگئے ۔ اپھا غل بچان ہوا بہر کی طرف دیکھا اور آہ بھر کر خاموش ہوگئے ۔ اپھا کہ کہ دوران میں کیا کہ دوران ہوں کیا کہ دوران ہوں کیا کہ دوران ہوں کیا کہ دوران ہوں کیا کہ دوران ہوگئے ۔ انہی باتی باتی ہوں کیا کہ دوران کیا کہ دوران ہوں کیا کہ دوران ہوں کیا کہ دوران کی کیا کہ دوران ک

کچھ دیر بعد یاجی کی آواز آئی اور بھائی جان کرسی سے اٹھ کر اوندھے منہ پلنگ پر لیٹ گئے ۔

اس کے بعد بھائی جان نے اپنے کرے سے تکانا چھوڑ دیا ۔ ویس کھانا منگوا لیتے ۔ اور پھر ویس پڑھنا شروع کر دیتے ۔ شام کو اندر آکر گیس مارتے اچھے کے گئیلے کی بچائے وہ باہر سیر کو چلے جاتے اور آکر سو جاتے ۔ اندر آتے بھی تو اس وقت جب ہم دونوں اسکول میں ہوتیں ۔

ایمان کی بات ہے بھائی جان کی اس تبدیلی پر مجھے نے حد خوشی ہوئی ۔ اچھا ہوا وہ باجی سے الگ تھلگ ہوگئے ۔ باجی سے انہیں بھونڈے نذاق اور طعنوں کے سوا مل ہی کیا سکتا تھا ۔ ہر وقت کی کھی کھی اور شور شرابا ۔ لیکن مصیبت یہ تھی ۔ کہ بھائی جان نے باجی سے بات کرن کیا چھوڑا انہوں نے تو بالکل بی چیب کا روڑہ رکھ لیا ۔

ایک دن میں ان کی چپ سے سٹک آگر کرے سے باہر محل رہی تھی ، کہ بابی آئی ۔ اس سے پہلے باجی کبھی بھائی آئی ۔ اس سے پہلے باجی کبھی بھائی آئی ۔ اس سے پہلے باجی کبھی بھائی ہوئی آئی ہے ۔ میں نے سوچا ۔ بان کے کرے میں نے آئی ہی ۔ نہ جانے کیا کہنے آئی ہے ۔ میں نے سوچا ۔ مذاق کی بات تو نہیں ہو سکتی ۔ کیوں کہ اس کے منہ پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی ۔ جی چاہتا تھا کہ باجی کے ساتھ میں بھی اندر جاؤں ۔ مگر کیسے جاتی ۔ باجی کیا کہ کی ۔ بات سنے بغیر بھی تو نہ رہ سکتی تھی میں ۔۔۔۔۔ باہر محل کر میں اور کی ۔ بات سنے بغیر بھی تو نہ رہ سکتی تھی میں ۔۔۔۔۔ باہر محل کر میں اور اور سے کھوم کر ادھر جا پہنچی ۔ جس طرف بھائی جان کے کرے کی گھڑی تھی اور گی ورڈ میں سے جمائنے ۔ باجی بھائی جان کے ساسنے طمطراق سے گھڑی تھی ۔ گیا جان گے ساسنے طمطراق سے گھڑی تھی ۔ باجی بھائی جان کے ساسنے طمطراق سے کھری تھی ۔ باجی بھائی جان کے ساسنے طمطراق سے کھیں رہے تھے ۔ کیا گھڑی ماں تو یہی سمجھتی ہے "باجی نے کہا ۔ بھائی جان کے ماتھے پر سموٹیں ہے گھڑی ماں تو یہی سمجھتی ہے "باجی نے کہا ۔ بھائی جان کے ماتھے پر سموٹیں ہے گھڑی سے سے میں سے جمائی جان کے ماتھے پر سموٹیں ہے گھڑی ہاں کے ماتھے پر سموٹیں ہے گھڑی ہاں کے ماتھے پر سموٹیں ہے گھڑی ہاں کے ماتھے پر سموٹیں ہے گھڑی ہیں۔ ہو گئی ہا۔ بھائی جان کے ماتھے پر سموٹیں ہے گئیں امال تو یہی سمجھتی ہے "باجی نے کہا ۔ بھائی جان کے ماتھے پر سموٹیں

"اما*ل* !"

"ہاں ۔ وہ کیا دیکھتی ٹہیں کہ آپ الک الگ رہتے ہیں ۔ وہ سمجھتی ہیں کہ آپ میری وجہ سے ناراض ہیں"۔

"نہیں نہیں "ہوئی جان چلائے اور پھر دفعناً خاموش ہوگئے ۔ باجی کی ہنسی منحل گئی ۔ "آپ مجھے خواہ مخواہ ہنسا دیتے ہیں "۔ وہ بولی "چلو بھائی جان غصہ تھوک دو اب"۔

"تم سمجھتی ہو میں غصہ میں ہوں۔ تم سے غصے میں ؟"۔ بھائی جان کے بصد مشکل کہا ۔

مجھے کیا پتہ ؟" ہاجی نے بے پرواہی سے جواب دیا "تہہیں پتہ نہیں مون ؟" بھائی جان کی آواز میں آنبو تھے ۔ "مجھے مون نہ کہا کھیئے"۔

"تو کیا کہا کروں" بھائی جان نے مسکرانے کی کوسٹش کی ۔
"مجھے نہیں معلوم"۔

"تمہیں کچھ معلوم بھی ہے منیر ۔ کبھی معلوم بھی ہوگا"۔

"نه جائے آپ کیا کہد رہے ہیں ۔ یہ والستی بولی ہماری سمجھ میں نہیں

"منیر!" بھائی جان تڑپ کر بولے اس تم کبھی تہ سمجھو گی ؟" انہوں نے کانپتی ہوئی آواز میں منت سے کہا ۔

"بھائی جان ! چپ !" وہ مسکرائی ۔ اتنے میں اچھا کہیں سے آمکلا اور اونچی آواز میں چلائے اور باجی انہیں چپ آواز میں چلائے اور باجی انہیں چپ کرا رہی ہے ۔ اور باجی انہیں چپ کرا رہی ہے ۔ اینے بڑے ہو کر روتے ہیں "۔ "اچھے ۔ اچھے" باجی اچھے کے جھائی ۔

شام کو جب ہم پڑھ رہی تھیں تو بھائی جان آئے اور چپ چاپ ہمارے پاس بیٹھ گئے ۔ دو ایک مرتبہ انہوں نے میری طرف ویکھنا ۔ اور باجی کی طرف و ویکھنے کی گوشش کی میں فوراً سمجھ گئی کہ وہ کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔ لیکن ایمان کی بت ہے مجھے ب حد غصہ آیا ۔ آخر ایسی بھی کیا بات تھی جو میرے سامنے کہی نہ جا سکتی تھی ۔ بھائی جان تھ بیکار باجی کے لئے دیوائے ہو دے تھے ۔ اور میرے اور

باجی ؟ باجی کو ان کی خاک پرواہ نہ تھی ۔ میں غصے میں کرے سے باہر شکل گئی ۔

جب میں اندر آئی تو باجی کے پاس ایک عجیب سا چکدار پلاسٹک پڑا تھا۔
میں نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ اس پر ایک خوبصورت ہے کی شکل بنی
بوئی تھی۔ جس کے باتھ میں حیر کمان تھا۔ میں نے پوچھا باجی یہ کیا ہے
"کیا ؟" باجی نے شک کر پوچھا "یہ" میں نے پلاسٹک کی طرف اشارہ کیا۔ بولی
"یہ کلپ ہے" کلپ ؟ میں حیران ہو گئی "بال" باجی نے لاپرواہی سے کہا۔
"میں نے بھائی جان سے کہا تھا ایک کلپ لا دو"۔ اس پر یہ تصویر کیسی ہے۔
میں نے پوچھا۔ "پتہ ٹہیں"۔ وہ مسکرائی۔ "دیس تصویر ہے"۔ توب باجی کو
کئے مگر کرنے آتے ہیں۔ میں کیا جائٹی ٹہیں کیویڈ کی تصویر تھی۔ میں نے
کئی بار اسکول میں دیکھی تھی۔ ہماری استانی نے سب کچھ بنایا تھ ہمیں۔

اس کے بعد باجی ہر وقت وہ کلپ اپنے بالوں میں نگائے رکھتی ۔ بھائی جان اسے دیکھتے اور مسکرانے گئے ۔ اپھے نے کلپ کو دیکھ کر شور مجان شروع کر دیا گئے ۔ "یہ کیا ہے باجی ۔ مجھے دو ۔ میں دیکھوں" اول ہونہہ" باجی مسکرا کر بولی "یہ کھلونا نہیں" اجھا بسورنے لگا ۔ تو بھائی جان نے اسے پکڑید بولے "آؤ ہم تمہیں ایسا اچھا کھلونا دیں گے"۔ "تنہیں نہیں میں تو یہی لول نگا"۔ اچھا مجل گیا جیسے اس کی عادت ہے "واو" بھائی جان بولے "یہ بھی کوئی چیز ہے ۔ بھی ایکل یبکار ۔ اسے تو زمین پر لڑھکا بھی نہیں سکتے ۔ ہم تمہیں موٹر لا دیں بالکل یبکار ۔ اسے تو زمین پر لڑھکا بھی نہیں شکتے ۔ ہم تمہیں موٹر لا دیں بالکل یبکار ۔ اسے تو زمین پر لڑھکا بھی نہیں شکتے ۔ ہم تمہیں موٹر لا دیں بالکل یبکار ۔ اسے تو زمین پر لڑھکا بھی نہیں شکتے ۔ ہم تمہیں موٹر لا دیں بالکل یبکار ۔ اسے تو زمین پر لڑھکا بھی نہیں شکتے ۔ ہم تمہیں موٹر لا دیں بالکل یبکار ۔ اسے تو زمین پر لڑھکا بھی نہیں شکتے ۔ ہم تمہیں موٹر لا دیں ہے "۔ یہ کہتے ہوئے ، بھائی جان اچھے کو اٹھا کر باہر لے گئے ۔

انگلے روز جب باجی اور میں اپنے کرے میں بیٹھی ہوئی تھیں ۔ امال بھا کی اور آیا بھا کی آئی ۔ کہنے لکی ، منیر بیٹی اٹھ کے چاء تو بنا دے ۔ میرا بھائی ولاور آیا ہے "۔ "دلاور" ۔ باجی نے حیرانی سے پوچھ "بال! تیری خالہ اور خالو بھی آئے بین "ج ؟" وو مسکرائی ۔ "بال" امال پولی "دو ایک مہیئے یہال مہیں گئی ۔ "بال" امال پولی "دو ایک مہیئے یہال مہیں گئی ۔ "افریقہ والی ٹابیں تو اور گوئسی" ؟ امال نے "افریقہ والی ٹابیں تو اور گوئسی" ؟ امال نے کہا ۔ شکر ہے بہن آئی ہے ۔ توبہ آٹھ سال وہیں افریقہ میں بیٹھ مہی ۔ میں تو لے مجھ سے ۔ "باری ایک باجی بھی ہے" باہر سے اچھے کی آوائہ آئی ۔ "بڑی

ہو"۔ ولاور بھائی کی بھدی آواز سنائی وی ۔ "پڑی ہو نہیں" اچھا چلایا "ب" " "ہوگی" وہ بولے ۔ استے میں اچھا بھاگتا ہوا آیا "باجی باجی" وہ بولا "بھائی جان آئے ہیں وہ کہتے ہیں تمہاری باجی ہے ہی نہیں چلو" وہ اس کا بازو پکڑ کر تھینچنے لگا ۔ "چلو بھی نا" "نہیں نہیں اچھ" بجی چڑ گئی "نہیں نہیں ، نہیں" اچھا او نجی آواز میں بورا ۔ "ووسرے بھائی جان"۔ کون بھائی جان ؟" باجی نے سک کر ہاآواز بلند کہا ۔ "وہ بہر بنٹھے ہیں" اچھے نے کہا ۔ "بنٹھے ہوں گے" وہ بنسی ۔ "واقعی بنٹھے ہیں آؤ دکھاؤں" اچھ بولا "پڑے بنٹھے ہوں" ۔ یہ سن کر اچھا باہر بھاگ گیا اور کہنے لگا ۔ "باجی مائتی ہی نہیں کہ آپ بنٹھے ہیں" ۔ "نہ مائے" وہ بنے "اس سے کیا فرق پڑونا ہے" وہ بٹر ساتھ ہی نہیں کہ آپ بنٹھے ہیں" ۔ "نہ مائے" وہ بنے "اس سے

اداں کو آئے دیکو کر اچھا پھر سے چننے لگا۔ اماں دیکھویہ بھائی جان میری باجی کو مات ہی بہال بہیں "۔ امال بنسنے لگی۔ تُو تو پاکلوں کی سی باتیں کرتا رہتا ہے "اچی بھائی جان ہے مخاطب ہو کر پول۔ "بہاری باجی دسویں میں ہے دسویں میں " دسویں میں ہی بھائی دلاور نے منہ بنا کر کہا۔ "پہلے کیوں نہ بتایا تم نے ہی "آپ تو مات ہی ہی نہ تھے " ۔ اچھے کی آواز میں فتح کی گونج تھی ۔ "تم تو کہتے تھے دو باجی ہے " بھائی جان نے اداں کو چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "باجی " دلور نے بہائی جان نے اداں کو چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "باجی بی تو ہے" وہ بول "جو دسویں میں ہو اسے تو منی کہتے ہیں ۔ باجی نہیں " منی ہوں " دلور نے کہا" بھی سٹیٹا گیا ۔ اداں نے انہیں مشغول دیکھا تو بولی " میں چاء الآ بول " ور بور بور چی خانے کی طرف چل دی ۔ " سنی کیا ہوتی ہے ؟" اچھے نے دلاور بول " ہوتی ہے ؟" اچھا شوق ہے بات ہوتی ہے ور ہا تھا ۔ " منی بھوتی ہے ور ہو دبی بتی ہو ۔ اتنی میسی میلی اور گندی کہ دیکھنے کو جی نہ چاہے ؟" بوتی ہو دبی بہتی ہو ۔ اتنی میسی میلی اور گندی کہ دیکھنے کو جی نہ چاہے ؟" بوتی ہو دبی بہتی ہو گا والور بھائی ئے کہا ۔ ایسے اچھے کپڑے بہتی ہو گا دی ہو گی دولار بھائی ئے کہا ۔ ایسے اچھے کپڑے بہتی ہو گا دائی ہوگی " دلاور بھائی ئے کہا ۔ ایسے اچھے کپڑے بہتی ہو گا دی گوگی " دلاور بھائی ئے کہا ۔

"آن نہیں وہ تو پاؤڈر ہوتا ہے ۔ پاؤڈر ہوتا ہے ۔ پاؤڈر ہوتا ہے ۔ پاؤڈر" "وہی نا ولایتی آٹا ۔ تم انتہ بھی نہیں جانتے ۔ ولائیتی آٹا وہی لگاتی ہیں جو میلی ہوں ۔ ورٹہ ضرورت ہی کیا ہے"

"تبيس نبيس" اچھا چر كيا _ باجى كو تو ولائيتى چيزيس ذرا پسند نبيس _ وه تو ديسى _ به و ايسى _ بيد ديسى _ وه تو ديسى _ بيد ديسى _ وه تو ديسى _ بيد ديسى " ـ

"ديسي ؟" دلاور بهائي نے تمسخر بھرا قہقبہ لکايا ۔ "ديسي ؟" آخ تھوہ"

اچھا بھاگا بھاگا باورچی خانے آیا ، بولا "باجی باجی تم آتی کیوں نہیں" باجی آپ بی آپ منتھی بنس رہی تھی ، اچھے کو دیکھ کر وہ یک دم سنجیدہ ہوگئی ۔ "اچھے"۔ اس نے کھور کر اسے خاموش کر دیا ۔ پھر کچھ سوچ کر گود میں اٹھا لیا اور پیارے بولی ۔ "ایسی بامیں نہیں کیا کرتے" وہ حیرانی سے باجی کی طرف دیکھنے لا ۔ "ہم اچھے کو چاء پلائیں کے ۔ بسکٹ ویس کے ۔ اس نے ہات بدلنے کی کومشش کی اور بسکٹ وے کر اسے بہلا لیا ۔

بھائی ولاور مجھے ڈرا پسند نہ آئے ۔ موٹے موٹے سقش ، بھدا ساجسم اور دو گھورنے والی آنگھیں جو کبھی کبھی شرارت سے چکتیں ۔ ان کے انداز میں لاپرواہی جملکتی تھی ۔ بھائی نذیر کے مقابلے میں تو وہ پہلوان شظر آتے تھے نذیر بھائی کی کیا بات تھی ۔ جاہوں میں مٹھاس ، برحاؤ میں فرمی ، گویا چیزیں اور لوگ بلور کے بنے ہوئے ہوں ، جنہیں وہ بڑی احتیاط سے چھوتے تھے ۔ ولاور بھائی تو سابی تھے سپاہی تھے بھی تو فوج میں کپتان ۔ پہلے پہلے تو باجی نے اپنی عادت کے مطابق تیز باتیں چلانے کی کومشش کی ۔ مگر توب ہے جی ۔ ان اپنی عادت کے مطابق تیز باتیں چلانے کی کومشش کی ۔ مگر توب ہے جی ۔ ان کے سامنے ایسی باتیں کیسے چل سکتی تھیں پھر باجی چپ ہوگئی ۔ حتیٰ کہ اس کی مسکرلیٹ بھی جاتی رہی ایمان سے جھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ۔ بڑی بنی مسکرلیٹ بھی جاتی رہی ۔ ایمان سے جھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ۔ بڑی بنی بھر ا

چاء پینے بیٹے تو والور بھائی نے باجی کے سلام کے جواب میں کہا ۔ "منیر تو ویسی کی ویسی ہو جیسے بہلے تھیں " "کیوں ؟" امال بولی "اب تو ماشاءاللہ جوان ہے ، اتنا بڑا قد ہوگیا ہے ۔ " قد بڑا ہونے سے کیا ہوتا ہے " بھائی سنے جواب دیا "باقی تو بالکل وہی ہے "۔ باجی کا منہ لال ہوگیا ۔ لیکن وہ خاموش میں میں دہی ۔ امال نے شاید بات بدلنے کے لئے کہا ۔ "اب کیا ہمیشد کے لئے افریقہ میں دہو گے تم سب ؟" "افریقہ ؟ میں تو تہیں دہتا وہاں "۔ بھائی نے کہا "وہ

"تو رہتے ہیں نا" امال نے جواب دیا ۔ "تو ان سے پوچھ لینا جب وہ آئیں کے "۔ بھائی نے ہنس کر کہا ، خالہ میں تو سیابی ہوں سیابی ۔ وو سال سے مارا مارا پھر رہا ہوں ۔ بھی بہاں بھی وہاں" امال بولی "میں کہتی ہوں تم نے یہ نوکری کی بی کیوں جان کو آرام نہ ہو تو سے کو کیا کرنا ہے ۔ "جان کو آرام کیوں نہیں"۔ بھائی نے امال کی طرف ویکھا۔ "آپ ہی تو کہتا ہے تو ۔ مارا مارا پھرتا ہوں"۔ امال بولی "جے مارا مارا ہمرتے میں بی مزہ آئے ، وہ کیا کرے خالہ"۔ بھائی مسکرا ویئے ۔ "اپنا کھر نہ بساؤ کے تبھی ؟" امال نے پوچھا "کھر بسانے میں دیر لکتی ہے کیا ۔ چار کلے پڑھے اور گھر بس گیا ۔ پھر کوئی جہاں جی چاہے بھٹکتا پھرے"۔ وہ بولے "تو کیا بیوی کو بھی ساتھ ساتھ لئے پھرو کے ؟" امال نے پوچھا ۔ "اور كيا اسے كو تھوى ميں بند كر جاؤں كا"۔ ولاور بھائى نے قبظبہ لكايا " پھر تو ولاور" ہاتھ ملتے ہوئے اماں نے کہا۔ "کوئی فرنگن ہی کرو کے ۔ یبال کی لڑکیاں تو باہر تہیں پھر تیں "۔ ''نہ سہی کوئی زبردستی ہے ؟'' ولاور بھائی بنے ''ہائے ہائے'' امال نے ناک پر اٹھلی رکھ لی ۔ "فرنگن میں کیا برائی ہے خالہ" بھائی نے ہنس کر پوچھ ۔ کیوں سکو ؟" "فرنگن کیا ہوتی ہے" اچھا بولا ۔ "یہی جو ولا یت کی ہوتی ہے" امال نے جواب دیا "ولا ست کی"۔ اس نے دہرایا "دجو بناسیتی ہوتی ہے ؟" اس پر ہم سب کی ہنسی محل گئی ۔ لیکن اور اچھا کب چپ رہنے والا تھا ۔ بولا "دوسرے بھائی جان سے جو پوچھ رہی تھی" یاجی ۔"

عین اس وقت میں نے مراکر دیکھا ہمائی نذیر درواڈے میں گوڑے تھے۔ دلاور ہمائی سے رسمی معاقات کرنے کے بعد وہ ابھی عینک لکانے نہ پائے تھے۔ کہ اچھا چھائے جانے ہے ۔ اپھائی جان اور ، امان اور ، جھا چھائے جان اور ، امان اور سبھی ، یہ کہتے ہیں ہجی بہتی بہتی دہتی میں ۔ یہ سے "۔ "اپھے" امان اسے کھورنے لگی ۔ "سارا دن نہ جائے کیا بکتا رہتا ہے "۔ "بچہ جو جوا" دلاور ہمائی نے امان کو خاموش کر دیا اور لگے اس سے باتیں کرنے ۔ "جموث تو نہیں کہتے ہم اپنی کو خاموش کر دیا اور لگے اس سے باتیں کرنے ۔ "جموث تو نہیں کہتے ہم اپنی ہو چھ لو اپنی باجی سے "باجی نے تیکھی نظر سے دلاور ہمائی کی طرف دیکھا اور اسکے پوچھ لو اپنی باجی ہے تیکھی نظر سے دلاور ہمائی کی طرف دیکھا اور اسکے دوڑ کر مسکرانے لگی ۔ لیکن اس کی مسکرانٹ میں پریشانی کی جھلک تھی ۔ انٹیر ہمائی کی جھلک تھی ۔ انٹیر ہمائی کی جھلک تھی ۔ انٹیر ہمائی ، باجی ، اچھا اور اسکے دوڑ ہم باور پی خانے میں ہنچھ تھے ۔ نٹیر ہمائی ، باجی ، اچھا اور

میں ۔ اچھے نے بہت کوسشش کی کہ باجی کو بات کرنے پر مائل کرے ۔ مگر وہ خاموش رہی ۔ اسے نذیر بھائی کو چھیڑنے کی بھی نہ سوچھی ۔ بھائی عینک صاف كرتے بوئے بولے ، اچھ آج تمہارى باجى كوكيا ہے ۔ اچھا بولا ۔ "اوتهد ، باجى كاكيا ہے ، كبھى كچھ كبھى كچھ"۔ "كيوں منير اچھاكياكبدرہا ہے ؟ "انہوں نے بات چھیڑنے کی کوسشش کی ۔ "اس کا کیا ہے ۔ جو منہ میں آیا بک ویا"۔ باجی نے شانے جھٹک کر کہا۔ "سیں بتاؤں باجی کیوں چپ ہے ، نئے بھائی جو نہیں ماتے ؟ کیا نہیں ماتے ۔ "کچھ بھی نہیں ماتے ۔ کہتے ہیں منی ہے منی"۔ " مجھے کیا؟" باجی چر کر بولی ۔ "لوک مانیں ند مانیں" بھائی جان نے ہولے سے آہ بحر كركها _ وكوئى ماتنا ب كوئى نہيں ماتنا" باجى نے غصر سے موكر ديكھا ۔ "مان ند مان میں تیرا مہمان "۔ اچھا چلانے لکا ۔ ؟ وہ کیا ہوتا ہے باجی ؟" "اسے كہتے ہيں خواہ مخواہ" باجی نے ہنس كر كہا ۔ بھائى كا رئك فق بوكيا ۔ انہوں نے ایک لمبی آہ بھری اور چیکے سے باہر یطے گئے ۔ بھائی کے چلے جائے کے بعد اچھا باجی سے لڑنے لکا ۔ "تم تو بھائی جان سے لڑتی ہو باجی"۔ "میں لڑتی ہوں" اس نے غصے سے کہا ۔ "ہم نہیں بولتے تم سے" اچھے نے کہا ، کچھ دیر وہ دونوں خاموش ملتھے رہے ۔

باجی نے بال سنوار نے کے لئے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا ہاتھ کلپ سے چھوا تو وہ بوں چونکی جیسے کسی بچھو نے کاٹ لیا جو ۔ اس نے کلپ اتار کر اچھے کی طرف بڑھایا "یہ لو ۔ اب تو بولو کے مجھ سے" "لے لوں ؟" اچھا حیرانی سے اس کی طرف دیکھنے لکا ۔ "ہاں" باجی بولی "واپس نہیں دوں کا پھر" اچھا بولا ۔ "نہ دینا" باجی سے تواب دیا "مجھے کیا کرنا ہے اسے"۔

" ویکھو بھائی جان"۔ اچھے نے بھائی دلاور کو کلپ دکھتے ہوئے کہا۔ "نواء دنہیں دیکھتے ۔ خواہ مخواہ سنگ کرتے ہو"۔ بھائی جان نے مذاق سے کہا۔ "خواء مخواہ کیا ہوتا ہے بھائی جان ؟ ابھی ابھی باجی باجی بھی کہد رہی تھی ۔ " " تو پھر بوچھو اس سے " بھائی مسکرانے کے ۔ " وہ نہیں بتاتی ۔ آپ بتائیے نا"۔ اچھے نے منت سے " بھائی مسکرانے کے ۔ " وہ نہیں بتاتی ۔ آپ بتائیے نا"۔ اچھے نے منت سے کہا ۔ " تمہیں کہد رہی تھی ؟ " انہوں نے پوچھا۔ "نہیں نہیں ان

کو ۔۔۔۔۔ " اچھے نے بات شروع کی "اچھے" بابی غصہ میں چلائی ۔ اچھا خاموش ہوگیا ۔ بھائی ہنس کر کہنے گئے ۔ "ویگھا اسے کہتے ہیں خواہ "آ سے خاموش ہوگیا ۔ بھائی اسے شمجھانے گئے ۔ "اگر تم اور میں باتیں کر رہ ہوں اور میں کوئی بول اٹھے تو اسے کہتے ہیں خواہ مخواہ " دہیں ہو " انہوں نے مسکرا کر باجی کی طف مخواہ " دہیں "ہیں " ویکھا ۔ "نہیں نہیں " ۔ اچھا چلایا " باجی تو نذیر بھائی کو خواہ مخواہ کہد رہی تھیں " ۔ ویکھا ۔ "نہیں نہیں " ۔ اچھا چلایا " باجی تو نذیر بھائی بننے گئے ۔ باجی کے باتھ سے دونوں بی خواہ مخواہ بیں " ۔ یہ کہد کر دلاور بھائی بننے گئے ۔ باجی کے باتھ سے چچھ کر گیا ۔ " یہ دیکھا" ۔ وہ اچھ سے کہنے گئے ۔ "اب اسے غصہ آرہا ہے " ۔ باجی سے نو بہیں آرہا غصہ " ۔ " پھر تو بڑ سے باجی سے نو رہا گیا ۔ " باہموں نے جواب دیا ۔ " بابوں کی بنسی محل گئی ۔ انہوں کی بنسی محل گئی ۔ انہوں کی بنسی محل گئی ۔ انہوں کا خیال ہوتا ہے ۔ آن اور " برسیابی کو جواب دیا ۔ " ببی گو مرف دو باتوں کا خیال ہوتا ہے ۔ آن اور باہر بھائی جن نے دا ہو ہو ۔ " ببی کی بنسی محل گئی ۔ شان " ۔ " اونہو " ببی گی بنسی محل گئی ۔ " انہوں نے جواب دیا ۔ " ببی گو مرف دو باتوں کا خیال ہوتا ہے ۔ آن اور باہر شان " ۔ " اونہد " ببی نے مذ مذ بنا کر کہا ۔ " برشی شان ہے کیا شان ہوتا ہے ۔ آن اور باہر شان " ۔ " اونہد " ببی نے مذ مذ بنا کر کہا ۔ " برشی شان سے کیا شان سے ؟ اور باہر شان " ۔ " اور باہر شان " ۔ " اور باہر شان ہوتا ہے ۔ آن اور باہر شان " ۔ " انہوں گیا شان سے ؟ اور باہر شان " ۔ " انہوں گیا گھان سے ؟ اور باہر شان " ۔ " انہوں گیا گھان سے ؟ اور باہر شان گیا گھان ہوتا ہے ۔ آن اور باہر شان " ۔ " انہوں گیا گھان سے ؟ اور باہر شان ہو گھان " ۔ " انہوں گیا گھان سے ؟ اور باہر شان ہو گھان گھان ہو گھان ۔ " انہوں گیا گھان سے ؟ اور باہر شان ہو گھان ہو گھان ۔ " انہوں گیا گھان ہو گھان ہو

رات کو جب امال اچھے کو لے کر پڑوس میں کسی سے ملئے گئی ہوئی تھی اور ہم دونوں پڑھ رہی تھیں ، بھ ئی درور آگئے ۔ باجی انہیں دیکھ کر یوں بیٹھ گئی ۔ جیسے پڑھنے کے سوا اسے کسی کا دھیان ہی نہیں ۔ لیکن بھائی جان کب شننے والے تھے ۔ سیدھے باجی کے پاس جا بیٹھے ۔ تھیا پڑھ رہی ہو مئو ؟"انہوں لیے پوچھا ۔ "کچھ بھی نہیں " وہ سک کر بولی ۔ "تھیک تو ہے" ۔ بھائی جان لے لئے پوچھا ۔ "کچھ بھی نہیں " وہ سک کر بولی ۔ "تھیک تو ہے" ۔ بھائی جان نے کہ "انسان عُصہ میں ہو تو کچھ پڑھا نہیں جاتا" ۔ تکیوں میں کیا عُصے میں ہوں " کہ باجی کا منہ لال ہوگیا ۔ "پھر تو بڑے افسوس کی بات ہے " ۔ بھائی جان مسکرائے ۔ "تمہاری عمر کی لڑکی جو اور چھوٹی چھوٹی بات پر غصہ وہ کھائے " ۔ شہوں ؟" بجی نے ان کی طرف دیکھا ۔ "جوائی پر غصہ سباکے کا کام دیتا ہے" بھائی نے کہ "میں نہیں "بھی آپ کی باتیں" ۔ باجی نے منہ پکار کھنے کی کوشش بھی قب کے باتیں " ۔ باجی نے منہ پکار کھنے کی کوشش کی ۔ «سمجھ لو تو تمہیں ولچسی ہی وہ رہے " ۔ بھائی نے جواب ویا ۔ باجی کھلکھال

کر بنس پری "یعنی مجھے دلچسپی ہے آپ کی باتوں سے اپنے آپ کو خوش رکھنے کے لئے انسان کیا کیا نہیں سوچتا"۔ باجی نے کہا۔ سپابی کی بے عزتی ہو تو بدلد لینے سے نہیں چوکتا"۔ انہوں نے باجی کو اٹھاتے ہوئے کہا ۔ باجی نے بہتیرے باتھ پاؤں مارے ، مگر وہ اپنا آپ چھڑا نہ سکی ۔ بھائی نے اسے چارپائی پر پھینکتے ہوئے کہا ۔ "بڑا غصہ ہے تم میں منو" "بس جی ہمیں نہ چھیڑا کرے کوئی"۔ باجی چینی ۔ "تمہیں آئینہ دکھائیں" بھائی بولے پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے ۔ چینی ۔ "تمہیں آئینہ دکھائیں" بھائی بولے پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے ۔ درا آئینہ تو لے آنا" "صغیر"

جب میں آئیڈ لے کر واپس آئی ٹو کیا ویکھتی ہوں کہ کمرے میں ہالکل خاموشی چھائی ہوئی ہے جیے وہاں کوئی ہو ہی نہیں میں دروازے میں رک گئی ۔ ۔۔۔۔ کچھ دیر بعد بھائی آہستہ سے بولے «مینو» میرے دل کو دھکا سا لگا ۔ ماتھے پر پسینہ گیا ۔ اندر جانے کی ہمت نہ ہوئی ۔ ان دنوں میری عمر ہی کیا تھی ۔ اگرچہ میں سمجھا کرتی ، کہ میں سبھی کچھ مجھتی ہوں ۔ اس وقت میں سنے کے دمیں سمجھا کرتی ، کہ میں سبھی کچھ مجھتی ہوں ۔ اس وقت میں سنے محوس کیا کہ سارا گھر ، باجی ، بھائی سبھی گندے تھے ۔ میرا جی چاہتا تھا کہ چینیں مار کر گھر سے باہر تکل جاؤں ۔

اگلے دن باجی کا رنگ ڈھنگ ہی بدلا ہوا تھا۔ منہ پر ملائمت سی تھی ۔

آنکھوں میں ٹی سی ، ہوشوں پر مسکراہٹ تو تھی ، مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی گذشتہ یاد سے متعلق ہو ۔ بھائی نذیر پہلے تو اسے دیکھ کر خاموش کھڑے رہے پھر آہستہ سے بولے ''منیر'' باجی نے ایک نظر انہیں دیکھا اور بے پرواہی سے منہ پھیر کر اپنا کام کرنے گئی ۔ بھائی نذیر باجی کے بالوں میں کچھ تلاش کر رہتے تھے ۔ بھائی بیجی اتمی ہیں ان کا کلپ تو چوہ کے پاس راکھ میں پڑا تھا ، ''اود'' ان کے منہ سے با اختیاد تکلا ۔ پاؤں لڑکھڑائے ۔ مائے پر پسینہ آگیا ۔ سر پر باتھ ہیر ہیر تے ہوئے وہ سبم کر بیچھ ہے اور کھرائے ۔ مائے پر پسینہ آگیا ۔ سر پر باتھ بھیرتے ہوئے وہ سبم کر بیچھ ہے اور کھرے سے باہر مکل گئے۔

ان کے منہ سے بے اختیاد تکلا ۔ پاؤں لڑکھڑائے ۔ مائے پر پسینہ آگیا ۔ سر پر باتھ بھیرتے ہوئے وہ سبم کر بیچھ ہے اور کھرے سے باہر محل گئے۔

ان کے جاتے ہی دلاور بھائی آکر بے شکلفی سے چوکی پر میٹھ گئے ۔ باجی ان کی طرف دیکھا اور پھر آئکھیں جمکا لیں ، اشنے میں اچھا آگیا ۔ بولا ''باجی ، ٹہیں ٹہیں کہاں ہیں''۔ ''نہیں ٹہیں کون'' ؟ دلاور میں ایجھا آگیا ۔ بولا ''باجی ، ٹہیں ٹہیں کہاں ہیں''۔ ''نہیں ٹہیں گون'' ؟ دلاور

اٹھ بیٹھی ۔ باجی نے دویٹہ سنبھالتے ہوئے آہ بھری اس کا ہاتھ کلپ سے جا لکا ۔ اس نے اسے یوں مشھی میں دبا لیا جسے کوئی ڈوبٹا سہارا لے رہا ہو "مپ" نہ جانے کتاب پر کیا گرا ۔ اچھا جو اندر آگیا تھا بولا "باجی تو رو رہی ہے " پپ المان نے کتاب پر کیا گرا ۔ اچھا جو اندر آگیا تھا بولا "باجی تو رو رہی ہے " دپ المان کی طرف امان نے کہا ۔ " یہ تو خوشی کے آنسو ہیں " ۔ باجی نے تڑپ کر امان کی طرف دیکھا ۔ اف ، وہ ایک نظر ! باجی کا بھی کچھ پتہ نہیں چلتا ۔ " اچھا چاآیا ۔ " ایک ساتھ ہنسی بھی ہو اور روتی بھی " ۔

بھائی نے پوچھا۔ "باجی" اچھے نے باجی کو چپ دیکھ کر بلانا چاہا۔ "باجی !" بھائی جان بشنے گے"۔ تمہاری باجی تو "ہاں ہاں" ہے"۔ باجی نے شرخ کر ایک نظر بھائی جان کی طرف ویکھا۔ "باجی نہیں ، نہیں نہیں نہیں ہیں آوہ اچھے میاں" بھائی جان کی طرف ویکھا۔ "باجی نہیں ، نہیں نہیں نہیں تو مطلب ہوتا ہے ہاں بان ہے گے "بہائی جان اس کی آنگھیں چھلک رہی تو اس کی آنگھیں چھلک رہی تھیں ۔ "اور اگر ہاں ہاں کچ تو ؟" اچھے نے کہا ۔ "ہاں ہاں کچ تو وہ تمہاری باجی بی نہیں ہے چھا کچو"۔ اچھا بابر جاتے ہوئے چلایا ۔ "بہیں تو سب معلوم ہے کیوں منی"۔ بھائی جان باجی کے قریب جو گلیا ۔ "بہیں تو سب معلوم ہے کیوں منی"۔ بھائی جان باجی کے قریب ہوگا ؟" باجی نے آہ بحر کر کہا ۔ "اوہ غصے ہوگئیں"۔ وہ بولے "آپ کو تہمی معلوم بھی ہوگا ؟" باجی نے آہ بحر کر کہا ۔ "اوہ غصے ہوگئیں"۔ وہ بولے "آپ سے غصے ؟"۔ باجی گنگنائی ۔ بھائی دلاور اس کے قریب ہوگئیں ۔ وہ بولے "آپ سے غصے ؟"۔ باجی گنگنائی ۔ بھائی دلاور اس کے قریب ہوگئیں ۔ لیکن بھائی نے اس کا بازو پکڑ لیا ۔ میرا خیال تھا ۔ کہ باجی ان کے منہ ہوگئیں ۔ لیکن بھائی نے اس کا بازو پکڑ لیا ۔ میرا خیال تھا ۔ کہ باجی ان کے آنگھیں جیک ہوگئیا ۔ ہاتھ لئک گئے آنگھیں جیک بیر تھیڑ مار دے گی ۔ لیکن اس کا جسم ڈھیلا پڑگیا ۔ ہاتھ لئک گئے آنگھیں جیک

اگلے روز جب امال خوشی خوشی ہے دوڑی دوڑی آکر کہنے لگی ۔ "منیر میٹی تمہارا رشتہ مائیا ہے"۔ بیٹی تمہارسے فالو کا فط آیا ہے انہوں نے دلاور کے لئے تمہارا رشتہ مائیا ہے"۔ "تو میں کیا کروں" باجی نے چڑ کر کہا "اے ہے" امال ہو نٹول پر انگلی رکھ کر بولی ۔ "آخر تو پڑھی لکھی ہے ، سمجھ دار ہے تجد سے پوچے بغیر میں کیا کر سکتی ہولی ۔ "آخر تو پڑھی لکھی ہے ، سمجھ دار سے تجد سے پوچے بغیر میں کیا کر سکتی ہوں" باجی نے یہ سن کر سر جھکا لیا ۔ "تو تجھے منظور ہے نا ؟" امال خوشی سے ہوں" باجی نے یہ سن کر سر جھکا لیا ۔ "تو تجھے منظور ہے نا ؟" امال خوشی سے

سنا ہے" فکٹ کلکٹر کھبرا کیا ۔ "میں نے سنا ہے ۔ کوئی تعجب نہیں کہ یہ وہی میکم ہو ۔ بلکہ مجھے یقین ہے یہ وہی میکم تھیں"۔

"آب و ہوا "كيبن مين بنسا - شيشن ماشفر جى آپ جانيں ہيں - وہاں كى آب و ہوا عور توں كو راس آئے ہے - جيادہ تر عور تيں لوفيں ہى نہيں ہيں وال سے"۔

"زیث از اٹ"۔ گارڈ نے سگریٹ کا دھواں اڑائے ہوئے کہا۔ "وہاں کا کفائی میٹ لیڈیز کو سوٹ کرتا ہے۔ جبھی وہاں کا آبادی توے پڑسنٹ زنانہ سے"۔

"او ڈیشن اٹ آل ، ہمیں وہاں کا جغرافیہ نہمیں لکھنا"۔ سٹیشن ماسٹر نے سکار پھینک کر دل ٹھنڈا کیا ۔

"جی بال ، جی بال ، وبال کی آب و ہوا ول کے لئے اچھی ہے ، لیکن سوال یہ ہے کہ پھر ان کے منہ پر جھریاں کیوں پڑجاتی ہیں ؟"

"مسٹر تہالچند! جنٹلمین بات یہ ہے کہ یہ ایک انہاد ٹنٹ جنکشن ہے" سٹیشن ماسٹر چلایا ۔

"جی ہاں ، جی ہاں ، ارجنٹ شرمینل" نہالجند مسکرا کر بولا ۔
"فرمینل ؟ ہاں ہاں شرمینل بھی"۔
"زیٹ از دی شربل" ۔ گارڈ بولا ۔ "بوتھ شرمینل اینڈ جنکش" ۔
" رائیٹ ۔ شرمینل بھی ہے اور جنکشن بھی ۔
" رائیٹ ۔ شرمینل بھی ہے اور جنکشن بھی ۔
"جی ہاں ، یہی میں کہد رتیا ہوں ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟"
"اینی ہاؤ"۔ گارڈ بربڑایا ۔۔۔۔۔ "یہ ہے ضرر ڈ" ۔

سی ہو یہ مارو برارایا مادو برارایا ہے ہے۔ سیس سردیو کا اسٹر نے بات جاری رکھنے کی سیسٹس کی ۔ ''ہاڈ ایور ۔ کرانتی پور سے بھی'' ۔ سٹیشن ماسٹر نے بات جاری رکھنے کی کوسٹش کی ۔ دورابا

"يو سراسر مينجمنت كا تصور ب ر ناحق پسنجرز كو "كليف بوتى ب ر" يكم غصے ميں چلائی ۔

سٹیشن ماسٹر نے بغور اس کی طرف دیکھا ۔ اور دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں ڈال کر بولا ۔ "لیکن میڈم! کیا آپ وہی صاحب ہیں جو اس روز غلطی سے پریم گر کیری اُور ہوگئی تھیں ؟"۔

"نائسنس !" وه چلائی ۔ "آپ کا مطلب ؟ میں جھوٹ بول رہی ہوں کیا ؟ یہ صریحاً ،نسسننگ ہے ۔ میں سپرائٹنڈنٹ کو لکھوں گی"۔ اور وہ ہاتھ کا بٹوا جھٹگاتی ہوئی باہر جکل گئی ۔

"ڈیش اٹ" شیشن ماسٹر نے بجھے ہوئے سکار کے کش لینے شروع کر دیئے "جی ہاں جی بال"۔ نہالچند نے اپنی عینک کو ناک کی چونج پر رکد کر اوپر سے دیکھا ۔

كبدرتا بول ----

"لاحول ولا قوۃ"۔ ٹکٹ کلکٹر داڑھی میں اٹکلیاں پھیرتے ہوئے بولا ۔ "جی ہاں" ۔ نہالچند بڑبڑایا ۔ "کہہ ریا ہوں کوئی شبوت نہیں کہ یہ وہی شریمتی تحدیں"۔

"اوه مستر نبهالجند" .. سنيشن ماستر بولا

"ليكن پريم تكركى آب و جوا اچھى نبيس ب ميرا مطلب ب مين في

"جی بال ، اور پریم نگر سے بھی ۔ سبھی "۔

"بالكل ؟" سنيشن ماسفر برنبرايا - "خير خير - كراتتى سے كافرى اى نمبر بر آتى سے - اور پھر وہ مبر ٣ سے پريم نگر كو سے - اور پھر وہ مبر ٣ سے پريم نگر كو چلتى ہے - اور پھر وہ مبر ٣ سے پريم نگر كو چلتى ہے " -

"جی ہاں ، جی ہاں ، نبر ۳ سے پریم نگر کو چنتی ہے" ۔ نہالچند بڑبڑایا ۔
" اونو ۔ نہر چاڑ سے چلتا ہے شٹل تھری آپ" ۔ کارڈ چلایا ۔
"جی ہاں ، یہی کہ ریّا تھا میں شٹل تھری آپ" ۔ نہالچند نے معذرت بھری کاہ سے دیکھا۔

لاحول ولا قوة " _ كلث كلكر في منه بناكر كما _

صرف کر بڑیشن اور کیا ۔ ٹیشن ماسٹر صاحب ۔ ایک بات ہے کہ مجھی وہ آتی ہے ۔ دو پر اور مجھی چار پر" ۔ کیبن مین فے وضاحت کی ۔

"تو نو" کارڈ اٹھ میٹھا۔ "کوسچن یہ ہے ۔ کے لوگ بھول کر پریم نگر ہی کیٹرڈاور ہوتے ہیں ۔ عقیل پوڑ نہیں"۔

"خدا آپ کا بھن کرے ۔ یہی تو جبوت ہے کہ ناظم صاحب کا کوئی قصور نہیں ۔ لوگوں کا ہے ۔ لوگوں کا "۔ فکٹ کلکٹر مسکرا دیا ۔

"ریٹ اڑاٹ پریم نگر کا پہاڑی علاقہ کرین ہے کھوبصورت ہے اور عقیل پور ریت ہی ریت ۔"

"لیکن حضرت سوال یہ ہے کہ جو کاڑی کرائٹی سے آتی ہے وہ سیدھی عقیل پور کیوں ٹہ چنی جائے ۔ رن تھرو ۔۔۔۔۔ اس طرح غلطی کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا"۔

"جی بال ، بی بال "- نہالچند بربرایا اور بھر چونک کر بولا ۔ "لیکن میں کہہ یا ہوں ۔۔۔۔۔

"سلّی" لیڈی ککٹ چیکر اندر داخل ہوتے ہوئے بولی ۔ "یہ بات تہیں چلے کی ۔ مینجمنٹ کے لئے صرف ایک راستہ ہے ۔ صرف ایک "۔

"لیکن ۔ لیکن راستے تو دو ہیں "۔ تہالجند بر برایا ۔ "دوراہا دو راشتے ہی ؟"

"نائسٹس" وہ بولی ۔ "آئی مین کرائتی سے گاڑی بہاں آئے ۔ پھر دپی گاڑی پہلے بہاں آئے ۔ پھر دپی گاڑی پر ہم نگر چلی جائے ۔ پر ہم نگر سے لوپ لائن عقیل پور کو چلی جائے اور ہی اور ہی جائے ۔ اس طرح غلطی کا سوال ہی اور بہاں سے عقیل پور کی کارڈ لائن اکھیڑ دی جائے ۔ اس طرح غلطی کا سوال ہی درہے گا"۔

''لیکن محترمہ! یوں ہو جائے تو پھر پریم نگر جائے گا کون''۔ مسٹر امجد داخل ہوتے ہوئے بولے ۔

"وات ؟" سٹيشن ماسٹر چلايا _

«غلطی سے جانا اس نگر کو اور بھی دلچسپ بنا دیتا ہے سٹیشن مسٹر صاحب!" امجد مسکرایا ۔

، اونہوں ، اس بات سے جیس کوئی کنسرن نہیں مسٹر امجد ۔ مطلب ہے کہ جم مینجمنٹ چاہتا ہے مینجمنٹ "۔

''لیکن صاحب سوال یہ ہے کہ جو مسافر نگر میں جانا تہیں چاہتے''۔ 'فکٹ کلکٹر بولا۔

"جی ہاں ، یہی کہد رتا تھا میں"۔ نہالجند نے اپنی عینک سنواری ۔
"وہ وہاں نہ اتریس ۔ سرکار کا راج ہے مہاراج ۔ جبردستی نہیں"۔ کیبن مین بولا ۔

"لاحول ولاقوۃ ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ یہ نہیں ہو سکتا"۔ ککٹ کلکٹر کا منہ لال ہوگیا ۔

"نہیں ہو سکتا تو رول نمبر ۹۴ کے مطابق وہ بریک جرئی کر سکتے ہیں ۔ گڈ ایونٹک جنٹلمین میں ذرا چائے پی آؤں "۔ لیڈی ککٹ چیکر مسٹر امجد کو ساتھ لے کر باہر فکل گئی ۔

"استغفرالله" ـ تكث ككثر في وارهى جمالاً كركبا به "كيا حاقت سي" ـ " "جي بان" ـ نهالجند بريرايا - "رول نمبر ٩٢ " . اون "پر سوال اے ہے کہ ہم پہلک پینڈ بین یا ریاوے ۔"
"زیٹ از اٹ ۔ ڈیٹ از اٹ "۔ محارڈ چلایا ۔ "ریاوے نے صاف بول دیا ۔
ہے ۔ شریول لائٹ "۔

"نائسنس" سٹیشن ماسٹر غصے سے چلایا۔ "بہباں ہلکا بھاری کا سوال ٹہیں انکم اور خرج کا سوال ہے۔ ہمارا دیبوٹیشن خراب ہو رہا ہے۔ چاہی پسٹجر غلطی سے پریم مگر کیرڈ اور ہو جائیں۔ یا عقیل پور۔ ہمارا کنسرن نہیں۔ لیکن ہمارا دیبوٹیشن خراب نہ ہو۔ استے بڑے چنکشن کا دیبوٹیشن خراب نہیں ہونا چاہئے۔ آج کل سب سے بڑی کوالیفیکیشن گرد دیبوٹیشن ہے۔ آج کل سب سے بڑی کوالیفیکیشن گرد دیبوٹیشن ہے۔

"یہی میں کہہ رہا تھا حضرت لیڈی کلٹ چیکر کی سپوٹیشن اچھی نہیں" کلٹ کلکٹر نے جمر جمری کی ۔

"اوڈیم اٹ ۔۔۔۔۔ جنٹلمین ہمیں روز شکائٹیں موصول ہوتی ہیں اس کو بند ہونا چاہئے جو پسٹجر اپنی فلطی سے پریم نگر کیرڈ اقر ہو جانا ہے وہ واپس آگر ہمارا قصور بتاتا ہے۔ ہیں ڈائٹتا ہے۔ دِس از بید"۔

"جي ٻال ۽ ويري ۽ ويري"-

" به تو قدرتی بات ہے حضرت _ لوگ اپنی غلطی کا الزام دوسروں پر تھوپنا چاہتے ہیں ۔ اس میں ناظم صاحب کا کیا قصور ہے"؟
"لیکن سپرانٹنڈنٹ خود موقع پر کیوں نہیں آتا؟ ہم نے بار بار لکھا ہے ۔ کوئی جواب نہیں ، کوئی جواب مہیں"۔

شردرون - شردرون گفتشی بجی - - "اوه -" سٹیشن ماسٹر نے چونک کر گھردی ویکھی - "یہ کس محادی کی محتنفی ہے؟"

"جی بان ، یہی سوچ ریا ہوں میں"۔ شہالچند برفبرایا ۔
"ول"۔ مکارڈ اٹھ مند شھا ۔ یہ فیلیفون کال ہے"۔

"اوہ ڈیش اٹ ۔ پھر کوئی کمپلینٹ ۔ ہمارے کان پک منتے ہیں"۔ سٹیشن ماسٹر نے شیلفون اٹھاتے ہوئے کہا "ہیلو! سٹیشن ماسٹر دوراہا۔ کون نہیں سہنچ

"خضرت آپ کو لیڈی گلٹ پیکر کو متنبہ کرنا چاہیئے ۔ ریلوے پینڈ ہو کر وہ مسافروں کو گمراہ کرتی ہے "۔ گلٹ کلکٹر نے کہا ۔

وہ مسافروں کو گمراہ کرتی ہے ؟" سٹیشن ماسٹر نے سر کھجلا کر دہرایا ۔

"جی ہاں جیسے آپ کو گمپلین کرنے والی میگم نے کہا تھا ۔ لیل ۔ ٹی ۔ سی نے اسے خلط اطلاع دے کر بہکایا ورنہ وہ کبھی پریم گکر کیرڈاؤر نہ ہوتی "۔

نیاکن ۔ اس سے کیا ہوگا ؟" نہالچند نے عینک سٹوار کر کہا ۔

"لیکن ۔ اس سے کیا ہوگا ؟" نہالچند نے عینک سٹوار کر کہا ۔

"نہادے پاس ایسے بیسوں جیوت بیں "۔ گلٹ کلکٹر ہامعنی انداز سے مسکرانے لگا ۔

وال ۔

"جی ہاں" نہالچند بولا ۔۔۔۔۔ "لیکن اٹعام ؟"
"لاحول ولاقوۃ"۔ ٹکٹ کلکٹر نے شائے ہلاتے ہوئے کہا ۔
اس لئے کہ وہ ریلوے کی اٹھم جیادہ کرتی ہے"۔ کیبن مین چلایا ۔
انکم کا کیا سوال ہے بہاں"۔

"آئی سی "کارڈ بولا ۔ "ہی اڈ رائیٹ ۔ فرض کرو ایک پسنجو فلطی سے پریم
نگر جاتا ہے ۔ وہاں ہم اسے چاڑج کڑے کا ۔ تین ڈوہید پھڑ وہ واپس ووڈلہا
کو آئے گا ۔ ڈیڑھ ڈوہید ۔ اب اسے پھڑ نیا کنٹ خریڈنا پڑے کا ۔ دوڈلہا ٹو
عقیل پوڑ ۔ پڑانہ ککٹ نہیں چلے گا ۔ ڈیٹ از کل ۔ چھ روپیہ اکس قیڑ دے
کا ۔ ہیتوڈ انگم" ۔

"انکم نہیں یہ وھوکا ہے۔ مسافروں کے ساتھ وھوکا"۔ گلث کلکٹر چلایا" ۔
چلایا" ۔
"جی ہاں ۔ رویتہ رویتہ ہے مہاراج ۔ وھن ہے مہاراج وھن"۔ نہالچند متاثر ہو کر بڑبڑانے لگا۔

«ليكن يبلك كو لوثنا ____ "

کون سی گاڑی سے واپس آسکوں گا؟"

کارڈ مسکرایا ۔ "لیکن شاید آپ دیٹرن کرٹنا پسند نہ کرٹن "۔
"میں ۔۔۔۔۔۔۔ کیوں نہ کروں؟ " پروفیسر پڑ گیا۔
"جی ہاں ، ضرور آئیں کے آپ ، ضرور ، آپ مرد جو ہوئے "
"مرد ۔۔۔۔۔ " پروفیسر چلایا ۔ "اور فرض کرو میں عورت ہوں "۔
«مرد نس " سٹیشن ماسٹر ہنسا ۔

"فشور" _ كارد بولا _ " يهر تو مشكل ي "-

"نائسنس _ وہ ضرور آئے گی _ اُسے آنا ہی پڑے گا"_ پروفیسر غصے میں

"سوال یہ ہے کہ آپ وہ ہیں یا وہ آپ ہے"۔ نہالچند نے سر کھجلا کر اپنے آپ سے پوچھا۔

"پریم گر کے معلمہ میں جنڈر جانے کے بغیر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"
"جنڈر ۔۔۔۔۔" پروفیسر نے دہرایا۔ "نان سنس "
"اوہ ۔ یعنی نان سنسیکل جنڈر"۔ نہانچند برایا یا "بھر تو واقعی کچھ نہیں
کہا جا سکتا آپ کے بارے میں "۔

"سٹیشن ماسٹر نہالچند ۔" سٹیشن ماسٹر نے گھور کر نہالچند کو چپ گرا دیا اور پھر پروفیسر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ۔ "جنشمین آپ آدھ گھنٹے میں یہال پہنچ جامیں کے ۔ بشرطیکہ آپ رات وہاں بسر کرنا نہ چاہیں ۔۔۔۔۔۔۔"

"میں پریم گر میں ؟" پروفیسر غصے میں بڑبڑایا ۔ "لاحول ولاقوۃ"۔
"آخاہ پروفیسر نجمی"۔ مسٹر امید مسکراتا ہوا واخل ہوا ۔ اور ان کا تعارف
کروائے لکا ۔ آپ ہمارے ایس ۔ ایم بیں ۔ یہ مسٹر ڈیوڈ کارڈ ، اور یہ بیں
نہالچند ۔ اور یہ صاحبان میرے عزیر ووست پروفیسر نجمی عقیل پور کالج میں
تفسیات کے پروفیسر"۔

عقیل پور ؟ آپ کے ہسپنڈ ؟ ہاں شاید علطی سے گیرڈ اور ہوگئے ہوں ، نہیں پریم تگر سے ان کا کوئی تار نہیں آیا ۔ کیا نام بتایا آپ نے ؟ مسٹررے ؟ نہیں کوئی تار نہیں ۔" انہوں نے فون رکھ دیا ۔

"جی ہاں"۔ نہالچند نے ایک کاغذ پڑھتے ہوئے کہا۔ "ہالکل ٹھیک ہے۔ مسٹررے کا تارید رہا۔ پریم نگرے آیا تھا"۔

"اوہ"۔ سٹیشن ماسٹر کنگنانے گئے۔ اچھا تو تم ان مسافروں کی لسٹ رکھتے ہو جو غلطی سے پریم نگر کیرڈ اور ہو جائے ہیں "

"لسك؟" مِبِهِ الْجِند في سر تَحْجِلايا به "لسك! ليكن" "امپ سيبل" ـ محارد في كش لكا كر كباب "اتنى لمبى لست"

"جی ہاں یہی کہد ریّا تھا میں ۔ اس کے لئے ایک الگ وفتر چاہیئے ۔ "زبت از اٹ ۔۔۔۔۔"

"سب مرزر یشن ہے"۔ کیبن مین چلایا اور کرے سے باہر محل میا ۔ " "الحول ولاقوۃ"۔ لکٹ کلکٹر برٹرالیا اور اٹھ کر چل پڑا ۔

" ويش اك آل"۔ سنيشن ماسٹر بولا۔

"عين اس وقت پروفيسر تجمي واخل بوت _ "اے صاحب _ بعنی يعنی مسجرامشد كہاں مليں گے؟"

"مسیرامثد؟" نبالجند نے سر کھجاتے ہوئے غور سے بروفیسر کی طرف دیکھا۔
"سٹی!" پروفیسر چلائے ۔ اور باہر جاتے جاتے رک گئے ۔ "آپ سٹیشن
ماسٹر ہیں ؟ میرا مطلب ہے پر یم نگر سے کاڈی کب آئے گی ۔ یعنی مسٹر ایس۔
ایم ۔ مطلب یہ ہے کہ قرض کرو میں غطی سے کل عقیل پور کی بجائے پر یم
نگر چلا گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔"

نگر چلاگیا تھا ۔۔۔۔۔۔" "اوہ ۔۔۔۔۔۔" نہالچند نے سر کھجایا ۔۔ "جی ہاں ، جی ہاں آپ چلے گئے تھے"۔

پروفیسر نے سلسلۂ کلام چاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تومطلب ہے آج میں

"گلید تو میت یو پروفیسر - لیکن پروفیسریبال اکثر ایسے کیسز ہو جاتے بیں - پسنجر فعطی سے پریم نگر۔۔۔۔۔"

"شیٹ از ائ"۔ گارڈ ہنسا۔ چیر آپ جنٹلمین"۔ اور وہ باہر چلا گیا۔
"فعطی"۔ پروفیسر چلایا۔ "فعطی بہانہ ہے بہانہ ۔ ایسی ویسی خواہشات پر
ڈھگن ۔ اور جو محاری پر اتنا بڑا پورڈ شکا ہوتا ہے ۔۔۔۔۔ اس کا فائدہ ؟
ہوں ؟"

"جی ہاں ، بورڈ باقاعدہ لکا دیا جاتا ہے ۔ جی ہاں ۔۔۔۔" نبالچند چلائے لکا ۔

"بهم ان باریکیول کو نہیں سمجھتے"۔ سٹیشن ماسٹر بولا ۔ اور پھر اچھا جنٹلمین خدا حافظ کہد کر باہر محل گیا ۔

"باریکیاں"۔ پروفیسر نے امجد کو گھور کر کہا ۔ "میں کہتا ہوں اس سے موٹی بات اور گیا ہوگی ۔ جان بوجھ کر آنگھیں بند کر لیں ۔ اور عقیل بور کی بجائے پریم تکر بہنچ کر وہاں سے تار وے ویا ۔ فلطی سے یہاں آگئی ہوں ۔ اونہد ، میں کیا سمجھتا نہیں"۔

"تار ۔۔۔۔۔؟" نہالچند پر برایا ۔۔۔۔۔اور سٹیشن ماسٹر کے ملیجھے ویچھے باہر ٹکل کیا ۔

"میں نے تو تار نہیں دیا تھا"۔ امید بولا۔ "پیکھلی اتوار کو تمہارے پاس آرہ تھ میں ۔ نیکن ۔۔۔۔۔۔

"جی ہاں"۔ پروفیسر نے طنزا کہا۔ "غلطی سے پریم کر بیلے گئے ۔۔۔۔"

"پھر میں مسٹر امین کے یہاں ٹھبرگیا"۔ امجد اپنے ہی دھیان میں کیے گیا ۔

لیا ۔

"مسٹر امین!" پروفیسر نے دانت سیتے ہوئے کہا ۔

"تم جانتے ہو اے ۔ وہی گورا چٹا توجوان"۔

"بال گورا چنا ۔ جاتنا ہوں ۔ تہ جائے تم لوک صاف گیوں نہیں کہتے کہ
وہاں آشنائی ہے ۔ مسٹر امین!"۔
"نتہیں نہیں ، مس امین کے بارے میں ایسا نہ کہو ۔ میرے دل میں اس
کی بیجد عزت ہے"۔ امجد نے متناثر ہو کر کہا ۔

"مس امین ؟ مس امین کس نے کہا ہے ۔۔۔۔۔ ہٹیں وفعتاً اسے ہات میمجو میں آگئی ؟ اوہ یہ بات ہے "۔ پروفیسر مسکرانے لگا ۔۔۔۔۔۔ "عزت " اپروفیسر غصے میں بولا ۔ "پہلے جذبات کی ہنڈیا پر عزت کا ڈھکٹ رکھ دیا ۔ تو کہ اندر کھچڑی پکتی رہے ۔ اور اوپر عزت ہی عزت نظر آئے ۔ اونہوہ ۔ عزت ۔ اندر کھچڑی پکتی دہے ۔ اور اوپر عزت ہی عزت نظر آئے ۔ اونہوہ ۔ عزت ہا نائسنس ۔۔۔۔ وہ بھی یونہی کہا کرتی تھی ۔۔۔۔۔ "پروفیسر نظل اتارتے ہوئے بولا ۔ "میرے دل میں مسٹر امین کی بڑی عزت ہے ۔ اور اب جا کر وہاں سے تار دے دیا ۔۔۔۔۔ غلطی ۔۔۔۔۔ نائسنس "۔

دوکس نے تار وے دیا ۔ کس کی بات کر رہبے ہو ؟" امجد جھما اٹھا ۔ "فیروڑہ ، اپنی مندوی کی اور کس کی"۔ پروفیسر گھورنے لگا ۔

امجد نے اطمینان کا سانس لیا ۔ شمیں سمجھا نہ جانے کیا ہوگیا ہے "۔

"ایک وم احمق" ۔۔۔۔۔۔ پروفیسر چلایا ۔ "اگر ایک چنشلمین کی بیوی جو میٹریکولیٹ ہو ۔ اور جس کی آنگھوں پر اتنے بڑے بڑے شیشوں کی رولڈ گولڈ عینک ہو وہ کاڑی پر لکھے ہوئے دوراہا ٹو پریم گلر کو عقیل پور پڑھ کر اس نگر میں جا پہنچ جہاں تمہارا گورا چٹا دوست رہتا ہے جس کے لئے بیگم کے دل میں بے حد عزت ہے ۔ تو تمہارے خیال میں کچھ ہوا ہی ٹبیں ۔ ایڈیٹ ۔ تم سمجھتے ہو یہ دنیا سیدھی ساوی چیز ہے ۔ سرخ جھنڈی وکھ دی تو گاڑی تھہر گئی ۔ سبز ۔ چل پڑی ۔ یہ گاڑی ٹبییں بیوی کا معاملہ ہے ۔ بیان تمہر گئی ۔ سبز ۔ چل پڑی ۔ یہ گاڑی ٹبییں بیوی کا معاملہ ہے ۔ بیان کیا جانتی ہے جھنڈیوں کو ۔۔۔۔۔ یہ گاڑی گیا جانتی ہے جھنڈیوں کو ۔۔۔۔۔ یہ گاڑی گیا جانتی ہے جھنڈیوں کو ۔۔۔۔۔ یہ گاڑی گیا جانتی ہو جھنڈیوں کو ۔۔۔۔۔ یہ گاڑی گیا جانتی ہے جھنڈیوں کو ۔۔۔۔۔۔ یہ گاڑی گیا جانتی ہے جھنڈیوں کو ۔۔۔۔۔۔ یہ گاڑی گیا جانتی ہے جھنڈیوں کو ۔۔۔۔۔۔ کیا سمجھے ؟ بیں "۔

"لاحول والقوة _ يعنى اب تم مجھے كھور كر ول تھنڈا كر رہے ہو _ ليكن اس سے كيا ہوگا _ ميكم كا وياں جانا تو امر واقعہ ہو چكا _ بلكہ اس كا واپس آ جانا تو بذات خود اس بات كا خبوت ہے كہ وہاں مكئى تھى "_ "نیروزه میری کروری ہے"۔

"پاٹیے سال بہلے تو وہ تمہارا پریم نگر تھی ۔ اور آب جب سے وہ پریم نگر میں گر تھی ۔ اور آب جب سے وہ پریم نگر گئی ہے اور بھی ہیاری ہوگئی ہے ۔ اس کرے میں یوں سرگردال پھر رہے ہو جسے یہ صحرا ہو"۔

"یا کہا؟" پروفیسر رک گیا اور وهم سے آرام کرسی میں بیٹے گیا۔
"نانسنس ، یعنی تمہارے نزدیک ٹہلنا محبت کی دلیل ہے ۔۔۔۔۔ ڈیش
ات ۔۔۔۔۔ " وہ جھنجھلایا تھیا ہے معنی کرسی ہے "۔
"آرام کرسی جو ہوئی"۔ امجد مسکرایا۔
"ہائیں ؟" پروفیسر جھلا کر بولا ۔
"ہائیں ؟" پروفیسر جھلا کر بولا ۔

"ميرا مطلب ہے يہ كرسى صرف اس كے لئے بامعنى ہے ۔ جو آرام كرنا چاہتا ہو ۔"

مررردن - مررردن - محتثی بی - پروفیسر کھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ یہ "کیسی ٹی ہے؟"

"کبرائے نہیں"۔ سٹیشن ماسٹر داخل ہوتے ہوئے بورا اور پھر کوری دیکد کر کہنے لگا۔ "دو منٹ میں آپ بہاں چہنج جائیں کے ۔"

"اوہ" پروفیسر چوشا ۔ "تو میں ریسیو کر آؤں ۔ امجد تم چائے منکوا لو ۔ اسمی دور سے آرہی ہے ۔ اتنی دور سے ۔ "

"جی بال ۔۔۔۔۔ ہیں؟" نہالچند رک کیا ۔ "یعنی اپنے آپ کو ریسیو کرنے جا رہے ہیں ۔

"نانسنس"۔ وہ گھورنے تکا ۔ "مینکم کو ۔ مینکم کو ۔"

"اوه" نهالچند نے آہ بھری ۔

"سوری کیٹ اڑ آؤٹ آف دی میک"۔ کارڈ دروازے سے چلایا ۔ "صاحب وقاداڑ میوی سے عمر بسر کرنا مشکل ہو جاٹا ہے ۔" "یعنی أے آئے ہے روگ دوں ۔ نانسنس ۔ مسج المثر تم قطعی طور پر شادی نہ کرن ۔ تم عورت کو نہیں سمجھتے"۔
شادی نہ کرن ۔ تم عورت کو نہیں سمجھتے "۔
"میں کیا اسے سمجھنے کے لئے بیابوں کا ۔ میں تو اس سے جرابیں دھلواؤں کا ۔ کھانا پکواؤں کا اور ۔۔۔۔۔۔"

"اور اگر وہ اس نگر میں چلی گئی ۔ جہاں تمہارا کوراچٹا دوست رہتا ہے؟"

"" تو سمجھوں کا کہ وہ لوٹ آنے کو گئی ہے ۔ اوہ پروفیسر تم پریشان ہو کر
اس نکر کو اور بھی اہمیت دے رہے ہو"۔
"بالکل رین کا افر ۔ فرکت ۔ موومینٹ ۔ پوہیمین بنا ویتی ہے ۔ مشلا
فائکہ والا ۔ کوئی ٹائکہ والا دیکھ لو ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے پکنک پر آیا ہوا ہو ۔
دیل میں تو مسافر کی ذہنیت بھی بدل جاتی ہے ۔ غریب آدی بھی آئے کی
کنڈیریاں چوستا ہے اور چار ہیویوں والے لیڈیز کمپار شنٹ کے سائے کوئے ہو
کر موجھوں کو تاؤ دیتے ہیں ۔ سنی ۔ اور ۔ اور ایک میٹریکولیٹ پریم

"تم تو وہمی ہو پروفیسر ۔ یہی بات ہے تو سیم کو پردہ میں ڈال دو"۔
"پردہ میں ؟ اوہیونز ۔ جوائی میں تو وہ ننگے منہ پھرتی رہی اور اب برقصہ میں چھیا کر ازسرنو خوبصورت بنا دوں ۔۔۔۔۔ ؟ تم برقعہ کو پردہ سمجھتے ہو کہا؟"

"پرده بی تو ہے اور کیا"۔ امجد پڑگیا ۔

"بس ریل ہی ہانگنی آتی ہے۔ یہ رنگ دار برقع ، یہ پردہ ہیں کیا نانسنس ، جیسے رنگدار بوتلیں چل پھر رہی ہوں ۔ ہر کوئی دور سے بتا سکتا ہے مہاں ابحار ہے ۔ یہاں ڈھلان ۔ ہونہہ ، پردہ ! مسجرامٹد بس شادی نہ کرنا بڑے سنجی رہو کے "۔

"لیکن نجمی تمہیں کیوں نہ سوجھی یہ بات ۔ آج سے پانچ سال پہلے ۔ "ابٹی کمزوریاں ہر کسی کو ہیاری ہوتی ہیں نا"۔

"كيول ــــ ؟" امجد في يوجه _

''وہ خود بھی میٹھ رہتا ہے ۔ کھاونڈ کو بھی بٹھا ڈکھتا ہے ۔ کبھی اس کا ویٹنگ ڑوم میں انتظار کرنا تازگی ویتا ہے تازگی''۔ وہ ہنسا ۔

"آپ کا مطلب ہے پروفیسر یہاں بیٹھے تازگی پیدا کر رہے تھے۔ ان کی تازگی ہیدا کر رہے تھے۔ ان کی تازگی ہے تو گھنٹہ بھر سے مجھے باسی بنا رکھ ہے "۔ امجد نے شائے بلائے۔
"وزگی اور جوش ایک ہی بات ہے ۔ پائی گھڑا رہے تو گندا ہو جاتا ہے "۔
بوائے کو چائے اور پیسٹری لاتے دیکھ کر ۔ سٹیشن ماسٹر بولا ۔
"وائے کو چائے اور پیسٹری لاتے دیکھ کر ۔ سٹیشن ماسٹر بولا ۔

"اوہ یہ دعوت" ۔۔۔۔۔ یہ کیا پریم نگر سے آئے کی رشوت ہے"۔ پروفیسر صاحب نے آڈر دیا ہے ۔ جناب کینٹین کا لڑکا بولا ۔

"پر، سپس وہاں جائے کا ریوارڈ "۔ کارڈ ہنسا ۔

"جي ٻال"- نهالچند چلايا - "نه جاتي تو آتي کيسے؟"

"أف _ پروفیسر نے کیا پاکھنڈ مچا رکھا ہے _ ایک معمولی شہر کو خواہ مخواہ اہم بنا رکھا ہے _ میز پر رکھ دو ہوائے"۔

دیکھبرا کئے مسٹر امجد ۔ اچھا تو آؤ چلیں ۔ وہ ابھی یہاں آئیں کے ، بیجارے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت دیر کے بعد نرائی جھکڑے کی دلچسپی نصیب ہوئی ہے ۔

"ربٹ الله الله عارد بنسا - "میں پر پور کرتا ہوں که الدری ناؤ اینڈ ون ہر وائف کو تکر کا ایک شرب ضرور لکانا چاہیئے ۔ آئی مین ، بائی مسٹیک کیرڈ اور ہو جانا چاہئے ۔ آئی مین ، بائی مسٹیک کیرڈ اور ہو جانا چاہئے ۔ اللہ اس مود آن"۔

ان کے جانے کے بعد جلد ہی پروفیسر اور فیروزہ واخل ہوئے۔ "اوہ" پروفیسر چلایا۔ "سب چلے گئے۔۔۔۔ مگر یہ چائے"۔ "میرا تو بیاس کے مارے وم محل رہا ہے"۔ فیروزہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے

"بوں - کسی ہوٹل میں تھہری تھی کیا ؟" پروفیسر نے بیالہ بناتے ہوئے پوچھا۔

"آپ جائے ہیں مجھ ہوٹل بازی سے شفرت ہے۔ مسٹر امین کی ۔۔۔۔۔

"اوہ تو مسٹر امین بازی کرتی آتی ہیں آپ ؟"

"میں تو بہلے ہی کوفت سے چور ہوں لیکن آپ ۔۔۔۔۔

و دورائ کا پلیٹ فارم ناپتا رہائ۔ جو دورائ کا پلیٹ فارم ناپتا رہائ۔

البس جی یہ آپ کی کتابی شفسیات نہیں ہلے گی

"بس کتاب کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا ۔ اور نام کو آپ ہیں فیروزہ میٹریکولیٹ"۔

" مجم ميٹريكوليث نه كہاكريں آپ"۔ وو غصے ميں چلائى ۔

"تو اور كيا كر يجوايث كبول ؟"

"میں آپ کا لکچر روم نہیں ہوں ۔ خواہ مخواہ کھوڑے کے آگے محاثری

"آج کل کی گاڑیاں تو آپ چلنے کے لئے بیتاب ہیں۔ دیکھ کیجئے گاڑی تو پریم نگر جا پہنچی اور میچارہ گھوڑا دوراہا ناپتا رہا"۔

"تو يه قصور كس كا ب ؟ وه مسكرائي -

وكورس كا ، اوركس كا _ ووسرا بساله بناول"-

"بس جی آپ کی قلعی کھل چکی ہے آب ۔۔۔۔۔ "اس فے ترچمی نظرے کھور کر لاڈے کہا۔

الميا ــــ ميري قلعي ؟

"جي ٻال ، ببت بنا كرتے تھے ۔ ميں ۔ ميں مس امين كو نبيس جاتتا"۔

"میسری میز پر بیشما ہوا سردار بولا"۔ بس جی پریم مگر کو جائے والی کاڑی کی صرف ایک بہجان ہے صرف ایک"۔

"وہ کیا" بنگالی بابونے بٹیری کو سلکاتے ہوئے شوق سے پوچھا۔

"آب پريم نگر نهين جانا چاست دا ؟"

"اونہوں"۔ بٹکلی باہو نے سر ہلایا۔" بالکل نہیں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ بالکول نہیں"۔

"تو صاحب اس کاڑی پر نہ میٹھیں ۔ جس کے ساتھ دو انجن کے ہوں ۔ ایک آگے ایک چیجے"۔

"دو انجن ۔ ایک آگے ایک چیجے"۔ بنگالی نے یوں دہرایا جیے کوئی خواب دیکھ رہا ہو ۔

" بہناڑی علاقہ ہے نا ۔ ایک انجن سے عام نہیں چلتا"۔ سردار بولا ۔ " بہناڑی علاقہ"۔ بنکالی بابو نے وہرایا ۔ "ہلڑ ۔۔۔۔۔"

"کان کھول کر سن او میگم"۔ پروفیسر نے جھک کر فیروزہ کے کان میں کہا۔ "دو انجن ۔ آخر تمہیں کئی بار کراتنی سے عقیل پور آنا ہوگا"۔

مردددن ۔ فردددن کھنٹی کی آواز آئی ۔ اور وہ سب اٹھ بیٹیے اور جلدی جلدی باہر شکل گئے ۔

"بس ایک _هیباله اور به تصینک یو"به فیروژه بولی ب

''لیکن گاڑی"۔ پروفیسر برٹرایا ۔

"ابھی بہت وقت ہے ۔ ۵ منٹ دکے گذی یہاں"۔ وہ کرائی ۔
"دسٹیشن ماسٹر صاحب ۔ سٹیشن ماسٹر صاحب"۔ نہالچند گھبرایا ہوا واخل
ہوا ۔ "اوہ یہاں نہیں نہیں ہے"

"وٹ از وی شریل"۔ گارڈ دروازے میں کھڑا ہو کر غورے نہالچند کو دیکھنے

وہ نتقل اتاریتے ہوئے یولی ۔ ر

"نہیں نہیں ۔ میں فے توات دیکھا تک نہیں"۔ پروفیسر پریشانی سے ا

"جى بال اندھيرے ميں ملى بوكى نا"۔ وہ اور بھى سنجيدہ بوكٹى ۔ "لاحول ولاقوة - آخر بات كيا ب ؟"

"بات کیا ہوئی تھی ۔ بس وہی ایک بات ۔ بات بات پر پوچھتی تھی ۔ مسٹر نجمی کو کیوں نہ لائیں آپ ۔ مسٹر نجمی کو ضرور لائیے کا آپ ۔ میں ان کے افسانوں کو بہت اڈمائیر کرتی ہوں ۔ ہونہہ ، بڑی ایڈمائیرر "۔

"لاحول ول توة" بروفيسر في مسكرابث بهينج كركها -

"أونبول - يه شيطان لاحول پڙھنے سے نه جلئے گا"۔ وہ بولی ۔ "ليکن فيروزه ۔۔۔۔۔"

"اور پھر ۔۔۔۔۔۔ آپ بڑی خوش قسمت بیس مسز نجمی ۔ آپ ایسے قابل رامٹر کی بیوی بیس ۔۔۔۔۔۔۔ سر کھا لیا میرا چڑیل نے"۔

"اوه" پروفیسر مسکرائے ۔ "عجیب معاملہ ہے"۔ کرے میں چار ایک آدمی آگئے ۔ اور وہ دونوں چپ ہوگئے ۔

"کیا مصیبت ہے"۔ پگڑی والے پٹھان نے دستانے اتارتے ہوئے کہا ۔ "پریم نگر ، خاک نگر ، وہاں تو دھول اڑتی ہے دھول"۔

"آپ پريم نگر ے آئے بين"۔ توجوان نے پوچھا ۔

"جانا تو نہیں تھا لیکن جا پہنچا ۔ پھر وہی ٹائیں ٹائیں فش ۔ سنا تھا بڑا اچھا شہر ہے ۔ لیکن خاک ۔ بس عور تیں ہی عور تیں بیں "۔

"اچھ جی"۔ نوجوان نے ہونٹوں پر زبان پھیری ۔ "عور تیں "۔
"اور مرد ۔ اکا دکا مرد ۔ بو کھلایا ہوا ۔ جیسے شیش محل میں جات"۔
"اچھا جی"۔ نوجوان نے ہونٹوں پر زبان پھیری ۔ "سب عور تیں"۔

"جی ہاں"۔ نہالچند بولا۔ "سپرانٹنڈنٹ کی بوگی میں"۔ "ہیونز۔" پروفیسر چلایا۔ "میگم تم چلو میں ابھی آیا۔" مسٹر امجد فیروز؛ کو لے جلئے"۔

"شوق سے"۔ انجد فیروزہ کے ساتھ باہر شکلتے ہوئے بولا۔ "جلدی آنا پروفیسر کاڑی چلنے والی ہے"۔

"زيث از آل ويري سفرينج" - كارة بنسا .

ول ول" سٹیشن ماسٹر بولا۔ "مسٹر کیبن مین ان کی بوکی عقیل پور سے اللہ کا استظام کرو ۔۔۔۔۔۔ اچھا تو گھ بائی پروفیسر ،۔ وہ پروفیسر ۔۔ مخاطب ہوا ۔

"راعیث" ---- پروفیسر نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا ۔ "سولانگ جنشلمین سولانگ" اور وہ دو انجن دو انجن بڑیڑا تا ہوا باہر شکل گیا ۔

"پروفیسر کہاں ہے سٹیشن ماسٹر صاحب"۔ امجد وور تا ہوا آیا۔ "وہاں کاڑی چلنے والی ہے اور ان کا پتد نہیں"۔

"پروفیسر تو چلا کیا"۔ سٹیشن ماسٹر نے جواب دیا ۔ "جی ہاں ۔ میں نے خود دیکھا ہے ۔ خود"۔

''مہاں''۔ امجہ چلایا ۔ ''لو هفیل پور کی کاٹری تو چل بھی پڑی''۔ امجہ نے کوک سنگر کہا ۔

"پریم نگر کی کاڑی میں ۔ جی ہاں ، دو انجن ، دو انجن کہتے ہوئے وہ اندر جا پٹیجے تھے"۔

"لاحول ولاقوۃ ۔ کیا مصیبت ہے ۔ اب میگم عقبل پور جا پہنچے گی ۔ اور میاں پریم نگر" امجد بنسنے لکا ۔

" دُيش ات آل"۔ سنيشن ماسٹر بڑبڑايا ۔

"بالكل كرير يشن ب فيشن ماسٹر صاحب" كيبن مين بحاكتا

" سپرا منندنٹ ۔ سپرا مننڈ نٹ"۔ نہالچند چالیا ۔ "جی ہاں ۔۔۔۔۔ وہ آئے ہیں"۔

> د کیا کہا ؟" سٹیشن ماسٹر نے واخل ہوتے ہوئے پوچھا۔ "جی ہاں ۔ وہ آئے ہیں ۔ ۳۲ ڈاؤن میں ۔ سپرانٹنڈنٹ"۔ دمحر لارد"۔

"میں ان سے ملوں گا"۔ پروفیسر اٹھ پیٹھا۔ "میں انہیں یقین دلاؤں گا ۔ کہ انتظام میں خرابی ہے ۔ اور پسنجر کو خواہ مخواہ کوقت ہوتی ہے ۔ گا ۔ کہ انتظام میں خرابی ہے ۔ اور پسنجر کو خواہ مخواہ کوقت ہوتی ہے ۔ گیبن "اونہوں ۔ وہ نہ مل سکیں گے ۔ اونہوہ ۔ بہت گربر پشن ہے ۔ کیبن میں نے داخل ہو کر کہا ۔ سیلون کا دروازہ بند ہے ۔ "نانسٹس " سٹیشن ماسٹر چلایا ۔ "نانسٹس " سٹیشن ماسٹر چلایا ۔

"جی ہاں ، جی ہاں ،" نہالچند بڑبڑایا ۔"وہی نانسنس"۔ "یہ نہیں ہو سکتا"۔ ککٹ کلکٹر بھاگا بھاگا آیا ۔ "ضرور کوئی غلط قہمی ہے"۔

"ڈیش اٹ بات کیا ہے ؟" سٹیشن ماسٹر غصے میں بولا۔ "حضرت آرڈر یہ ہے کہ ان کی سینون عقیل پور کو جائے والی کاڑی سے لکا دی حائے"۔

"جی ہاں"۔ نہالچند بولا۔ "عقیل پور کا دورہ کرکے وہ یہاں آئیں کے۔ آپ نے سنا"۔ امجد نے داخل ہو کر کہا۔ "لیڈی ٹکٹ چیکر کو پر یم نگر کا سٹیشن ماسٹر بنا دیا گیا ہے"۔

"ونسنس" - سيشن ماستر چلايا -

"ابھی سپرانٹنڈنٹ صاحب کا حکم ملاہ ابھی ۔ ایل ۔ ٹی ۔ سی ۔ ابھی بوگی میں ہے"۔ ککٹ کلکٹر چلایا ۔

د کون سی بوگی میں ؟" سٹیشن ماسٹر نے پوچھا ۔

پریم نگر

دونواس نگر کا باشی تھا۔ اس کا گر ایک چشے کے کنارے تھا۔ جو ہر سے اپ میں دویا کرتا۔ جس پر ٹہنیاں بال جھٹائے سوگ مناتیں۔ جن پر کوئل بیٹے کر "نز ۔ زی ۔ نز ۔ زی" کوکٹی ۔ دونو پڑے بیڑے ان کی آوانس سنتا ۔ کروٹ بدلتا ۔ ٹھنڈی آہ بحرتا ۔ اور پھر سننے لگتا ۔ ڈولو کو نزی سے مبت تھی ۔ وہ دن بحر شعر کنگنات ٹھنڈی آبیں بھرتا ۔ اور دنیا کی ساری چیزوں کو گانی سمجھنے میں وقت کافتا ۔ رات کو کروٹیس بدلتا ۔ اور سوچتا ۔ اب وہ بیٹھی بول کے ۔ اف وہ کھور کالی آنکھیں بوگی ۔ بال کھلے بول کے ، ہونٹ کھلے ہول کے ۔ اف وہ کھور کالی آنکھیں

ہوا آیا ۔۔۔۔۔۔ "وہ یوگی"۔ "خدا خبر کس نے غبط کانٹا موڑ دیا اور ۔۔۔۔۔۔۔

"وہ بوگی پریم نگر والی تھری اپ سے لگ گئی"۔ "کڈ لارڈ"۔ سٹیشن ماسٹر جلایا ۔ اب کیا ہوگا ؟"

"اب ، جی" نہالچند بربرائے لکا ۔ "یعنی میں کید رئیا ہوں ۔ اگر وہ مرد ہے تو واپس یہاں آجائے کا ۔ اور اگر عورت ہے تو ۔۔۔۔۔۔"

"وه كون ؟" امجد في يوجها _

"سپرانٹنڈنٹ ۔۔۔۔۔۔ جی ہاں سپرانٹنڈنٹ"۔ نہالچند بولا۔ "شٹ اب"۔ سٹیشن ماسٹر چیخ کر بولا۔ نانسنس

"جی ہاں ۔۔۔۔۔۔ یہی کہ ریا تھا میں ۔۔۔۔۔۔ نائستس ہے پھر تو شٹ اپ ۔ مطلب ہے کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔۔۔۔۔۔ ا"۔

اف _____ إحتى كه اس كى أنكه لك جاتى _ اور وه لكى أنكم ويكف لكتى _ كھلے بال کھلے ہونٹ ، کھور کالی آنگھیں اس کی آنکھ کھل جاتی اور وہ تصویر کھو جاتی ۔ وہ ترب کر إدهر دیکھتا۔ چشمہ سے مب روتا ۔ شہنیاں لٹک لٹک کر فریاد کر رہی ہوتیں دور کھاٹی میں ہوا کراہتی اور کوئل بلا بلا کر جتاتی ۔ کہ وہ نہ آئے گی ۔ نہ آئے وہ ۔ کنتی محبت تھی اے نزی سے لیکن نزی کو اس سے محبت نہ تھی ۔ چھٹینے ہی میں وہ آجو سے کھیلا کرتی تھی ۔ اور کھیل ہی کھیل میں وہ آجو کی ہوگئی تھی ۔ جب اسے ہوش آیا تو ہند چلا کہ وہ تو کسی کی ہو چکی ہے ۔ میجاری ۔ اب کیا کرتی وہ ۔ اس کے اس نے آجو کو اپنا لیا ۔ لیکن اسے اپنا نہ بنا سکی ۔ اور آجو نگر چھوڑ کر شہر چلا گیا ، اور وہاں سے "ایٹی کیٹ" پسند کرنا سیکھ آیا ۔ اور اسے ایٹی کیٹ اتنا بھایا ۔ کہ نزی اور اس کے کھیل دل سے اتر کئے ۔ نزی کو تو ذرا ایٹی کیٹ نہ آتا تھا ۔ لیکن مس فئی کیا تھی کویا ایٹی کیٹ میں جان پڑی ہوئی تھی ۔ آجو اسے دیکھ دیکھ کر جیتا اور مرجانے کی آرڈو کرتا ۔ اس میں کوئی برج نہ تھ ۔ اس لئے آجو کے گھر والے آجو پر محاہ نہ رکھتے تھے کیونکہ مرجانے کی آرزو کرنے کے لئے جیتے رہنا ضروری ٹھہرا ۔ اس سئے وہ اس کی رکھوالی نہ کرتے تھے ۔ ان کی آرزو تھی کہ وہ جیتا رہے عمر وراز ہو ۔ آپ جاتنے ہیں کھر والے

آجو فلی کو ماڈل کرل سمجھتا تھا لیکن مصیبت یہ تھی کہ مس فلی کو اس بات کا ڈرا لحاظ نہ تھی کہ مر ماڈل کرل سمجھتا تھا لیکن مصیبت یہ تھی کہ مس فلی کو اس بات کا ڈرا لحاظ نہ تھا کہ آجو اے کی سمجھتا ہے ۔ بڑا سمجھے! ۔ سمجھے!! بات یوں تھی ۔ کہ ہر ماڈل کرل کی طرح اے بھی ماڈرن کرل بننے کا شوق تھا ۔ اور ماڈرن گرل بننے کا شوق ہوتا ہے ۔ فی الحال فلی کو ماڈرن گرل بننے کا شوق ہوتا ہے ۔ فی الحال فلی کو وائلن بجائی تھی ۔ لیکن وہ بجتی نہ تھی ۔ بہھی تو وہ اور بھی شدت کے ساتھ بجائی تھی ۔

واٹلن کے سُر وادی میں کو نجتے ۔ آجو کے ول پر سیر سالکتا ۔ اور وہ لحاف میں منہ قال کر "آئی لو یو" کنگناتا ۔ اور نزی چھم چھم روتی ۔ اور ذونو آہ بھرتا اور کروٹ بدلتا اور جنگل کے درخت سر لٹکا لٹکا کر سنتے ۔ اور پھر ایک ووسرے کے شانوں پر سر رکھ کر آبیں بھرتے ۔ اور چشمے وب وب پاؤں آگر انہیں دیکھتے

اور سرک جاتے ۔ دیکھتے اور سرک جاتے ۔ ان کی باتوں کو دیکھ کر کوئل اونچی ٹہنیوں پر بیٹھ کر بتا دینے کی دھمکی دیتی ۔ لیکن کوئل کی بات کون سنتا ہے ۔ لوگ تو پیہو پیہو سنتے ہیں اور پیہو تو دردِ دل دھمکی نہیں ۔

یہ سب پریم نگر کے باشی تھے۔ ڈونو ۔ نزی ۔ آجو ۔ فلی اس کی وائلن ، درخت چشمے اور کوئل ۔

ان کے علاوہ اور لوگ بھی رہتے تھے وہاں نگر میں ۔ مثلاً ڈونو کی منگیتر وینا تھی ۔ جبے نگر کی وینس سمجھا جاتا تھا ۔ ایسی حسین تھی وہ ۔ اس کا حسن ویکھ کر جی چاہتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر پیراگی ہو جائیں ۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ سب کچھ تو چھوٹ جاتا تھا پر وینا نہ چھوڑی جا سکتی تھی ۔ مگر وہ ظالم تو آپ سبحی کچھ تھی ۔ مگر وہ ظالم تو آپ سبحی کچھ تھی ۔ بلکہ سبھی کچھ اسی سے تھا ۔ اور وہ آپ اس سے بھی زیادہ ۔ ایسا حسن تھا اس کا اداس اداس دویا دویا اور وہ آپ چپ چپ سی تھی ۔ نہ جائے وہ سب کی پیاری ہونے کی وجہ سے جب ہو گئی تھی ۔ یا چپ ہونے کی وجہ سے بیاری ۔ بہر حال نگر کے سبھی لوگ اسے چاہتے تھے ۔

کوئی د جاستا تھاکہ وہ کے چاہتی ہے کچھ لوگ کہتے وہ کسی کو نہیں چاہتی ۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے جوان لڑکی ہو اور کسی کو نہ چاہتے ۔ یہ نہیں ہو سکتا ۔ پھر اسے چپ کیوں گئی ۔ کوئی کہتا اسے ذوتو سے محبت ہے ۔ جبھی تو اس بنے ذوتو کے گھر کے سامنے گھر بنوایا ہے ۔ اور ذوتو کی محبت ہے ۔ جبھی تو اس بنے ذوتو کے گھر کے سامنے گھر بنوایا ہے ۔ اور ذوتو کی کھڑئی کے سامنے کھڑئی رکھی ہے ۔ کوئی کہتا ۔ اونہوں محبت نہیں اسے تو صرف یہ چڑہے کہ جب نگر کے سب جوان اسے دیکھ دیکھ کر دیوانے ہوئے جا دہے ہیں ۔ تو بھلا ڈوٹو کیوں بالا بالا رہتا ہے ۔ بہر حال چاہے اسے ڈوٹو سے محبت تھی یا نہ تھی ۔ نگر کے جوان واقعی ویٹی کی محبت میں دیوانے ہوئے جا دہے تھے ۔ اور اس قدر دیوانے کہ دینا کی بات بات کا ہوش تھا انہیں ۔ اب کھڑکی میں بیٹھی اور اس قدر دیوانے کہ دینا کی بات بات کا ہوش تھا انہیں ۔ اب کھڑکی میں بیٹھی اف سے ۔ اب سبز سوٹ پہنا جا رہا ہے ۔ اب سبز سوٹ پہنا جا رہا ہے ۔ اب سبز سوٹ پہنا جا رہا ہے ۔ اب سبز سوٹ پہنا جا دہا ہا ۔ اف ۔ وہ سبز سبز کونیلوں میں دودھیا سا پھول ۔ شبنم سے بھیکا بھیکا سا ۔ اف ۔ وہ کلیوں میں تکل جاتے ۔ اور دینا کے گیت کائے پھرتے ۔ اور بالآخر اف ۔ وہ کلیوں میں تکل جاتے ۔ اور دینا کے گیت کائے پھرتے ۔ اور بالآخر

کھاڑی میں جاکر مرتی بجا بجا کر دروِ ول کا اظہار کرتے ۔ اگرچہ مرتی اپنی طرف سے بڑھا چڑھا کر سناتی ۔ لیکن کون جاتنا تھا ۔ کہ وہ سنا جاتا تھا یا نہیں ۔ مشکل یہ بڑھا چڑھا کہ دروِ ول کا اظہار جبھی ہوتا ہے ۔ جب کوئی اسے سنے ۔ چاہے سن کر مسکرا ہی کیوں نہ دے ''بونہہ'' ۔ یہ بونہہ الو اور بھی اچھا رہتنا ہے ۔ اتنا تو پتہ چل جاتا ہے ۔ کہ بات پہنچ گئی ان تک ، لیکن دینا کو تو چپ گئی تھی ۔ اگر وہ بنسنا ہروع کر دیتی تو شاید کھ رای میں درو دل کا اظہار ہی نہ ہوتا ۔ اور مرلی رونے کی بخائے مینا شروع کر دیتی تو شاید کھ رای میں درو دل کا اظہار ہی نہ ہوتا ۔ اور مرلی رونے کی بخائے مینا شروع کر دیتی ۔ لیکن انجانی باتیں کون جان سکتا ہے ۔

بہر حال یہ تو سبھی جانتے تھے ۔ کہ ہر کوئی چاہتا تھا ۔ کہ وینا اسے چاہ ۔ اور ہر کوئی ڈونو کی خوش قسمتی پر جانتا تھا ۔ لیکن ڈونو اپنی بدقسمتی پر روتا تھا ۔

جب اس نے سنا کہ وبنا اسے اس قدر چاہتی ہے ۔ تو اسے اور بھی دکھ ہوا ۔ کہ نزی اسے کیوں نہیں چاہتی ۔ اور نزی کو اپنی محبت کی شدت جنائے کے لئے اس پر ازم ہوگیا کہ وہ دینا کی چاہت کو نزی کی محبت پر قربان کر وے جس قدر وہ قربانی کر تا اسی قدر اسے نزی پر گلہ پڑھ جاتا ۔ نزی کی بے وفائی اس میں اور بھی وفا پیدا کر دیتی ۔ اور اس کی وفائے نزی اور بھی چڑ جاتی ۔ لاپروا ہو جاتی ۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ وفا جبھی قابلِ قدر ہوتی ہے ۔ جب وہ دوسرے کی بوجود قائم رہے ۔ تو ذونو نزی سے اور بھی محبت کرنے لگا ۔ کی بے وفائی کے بوجود قائم رہے ۔ تو ذونو نزی سے اور بھی محبت کرنے لگا ۔ اور دینا سے اور بھی جرائے گئی ۔ اور دینا اس بات پر اور بھی چڑنے گئی ۔ ور نگر کے نوجوان کے اظہار دردِ دل میں اور بھی ورو بڑھا ۔ اور مرلی کے بین اور بھی طب ہوتے گئے ۔

جس روڑ وینا سے ڈونو کی منگنی ہوئی اس ون وہ کھاڑی میں بیٹھ کر اس قدر رویا اس قدر رویا کہ کھی بندھ گئی ۔ بھر اپنے دوست منجو کے شائے پر سر رکھ کر یولا ۔ "ہوگا کیا ۔ بھر اپنے ولاسا دیا بولا ۔ "ہوگا کیا ۔ بیاہ ہوگا"۔ منجو بے ولاسا دیا بولا ۔ "ہوگا کیا ۔ بیاہ ہوگا"۔ منجو ہے ولاسا دیا بولا ۔ "ہوگا کیا ۔ بیاہ ہوگا"۔ منجو یہ کبھی دیا ہوگا ۔ تہیں تہیں منجو یہ کبھی در ہوگا ۔ دہیں تہیں منجو یہ کبھی در ہوگا ۔ دہیادی دینا ۔ "لیکن در ہوگا ۔ دیکاری دینا ۔ "لیکن

ذونو" منجو نے کہا ۔ " رہتا گو تم سے اتنی محبت ہے" ۔ " یہ اس کا پاکل پٹا ہے منجو " ووثو چینے لکا ۔ میں نزی کا ہو چکا ہوں ۔ چاہے وہ جانے نہ جانے منجو ۔ کاش کہ وہ جانتی منجو ۔ کاش کہ وہ جانتی منجو ۔ کاش اللہ پھر جانتے کا کیا قائدہ جب میں شربا ۔ منجو"۔ اور وہ پھر پھوٹ پھوٹ کر روٹے لگا ۔ " ذوثو" منجو بولا ۔ "کیا دینا سے بیاہ کرنے سے انکار کر وو گ" ۔ اف ۔ یہی تو میں سوچتا ہوں منجو ۔ کتنی بدنای ہوگ میں میری نزی کی ۔ اف ۔ نہیں نہیں میں ویٹا سے بیاہ نہ کروں گا ۔ میں بیاہ کروں گا ، میں ویٹا سے بیاہ نہ کروں گا ۔ میں بیاہ کروں گا ، میں دیٹا سے بیاہ نہ کروں گا ۔ میں بیاہ کروں گا ، میں دوٹو میں کروں گا ، لیکن دوٹو نے اسے کاٹ ویا" ۔ میں مجبور ہوں ۔ ذوٹو میں مجبور ہوں ۔ ذوٹو میں مجبور ہوں ۔ دوٹو میں مجبور ہوں ۔ اور وہ ڈار ڈار روٹے لگا ۔

نزی کو پند نه تھا کہ ذونو اسنا مجبور ہو چکا ہے اور یوں رو رو کر اوپنی جان بلکان کر رہا ہے ۔ شاید وہ جانتی بھی ہو لیکن جاننا چاہتی نه ہو ۔ اس گئے ان جانا کر دیتی ہو ۔ کون جاننا ہے ۔ کون کہد سکتا ہے ۔ بہر حال کیسی بری تھی وہ سارا قصور نزی کا تھا ۔

نزی سے کوئی پوچھتا تو ایسا معلوم ہوتا ۔ جبیے سب ڈونو کی غلطی تھی ۔ اسے نزی سے محبت نہیں کرنا چاہئے تھا ۔ چونکہ چھٹینے میں وہ آپ نزی کے رقعے آجو تک پہنچایا کرتا تھا ۔ وہ خوب جانتا تھا ۔ کہ وہ آجو کی ہو چکی ہے ۔ اگر نزی سے محبت کرنی ہی تھی ۔ تو اتنی دیر کیوں لکائی اس بات میں اگر شروع اگر نزی سے محبت کرنی ہی تھی ۔ تو اتنی دیر کیوں لکائی اس بات میں اگر شروع شروع میں نزی کو محبت جتا دیتا یا کم از کم آپ ہی جان لیتا ۔ اس بات کو تو بات نہ بگرتی ، اور کچھ نہ کرتا تو کم از کم رقعہ لے جانے سے ہی انکار کر دیتا ۔

پتھر کا ول ہو تو کوئی ڈوٹو ہے اس بارے میں بات کرسے ۔ وہ آیک آہ مار کر آپ کی طرف یوں ویکھے گا ۔ کہ آپ کا ول خون ہو کر بہہ جائے گا ۔ اور جی چاہے گا ۔ اور آپ معاً شمجھ جائیں گے ۔ جی چاہے گا ۔ کہ اس کے گلے لگ کر رو ویس ۔ اور آپ معاً شمجھ جائیں گے ۔ کہ وہ نزی کا رقعہ کیوں نہ آجو کے پاس لے جاتا ۔ جبکہ اس کی خوشی نزی کی خوشی ہے وابستہ تھی اور وہ کیسے جاتتا کہ اے کیا ہے ۔ یہ بات بھی جائی جاتی ہے ۔ یہ بات بھی جائی جاتی ہے ۔ یہ بات بھی جائی جاتی ہے ۔ اور بس پھر

ہوش آتا ہے ۔ جب ہوش نہیں رہتا ۔ اور جان بھی لیتا تو کیے کہتا نزی ہے ۔ جب جان لو تو کہنے کو زبان بھی سلے ۔ اور ذبان مل بھی جائے تو کیا وہ ول ہے بڑی ہوتی ہے ۔ اونہوں ۔ کہاں ول مند کہاں دونوں کا میل بھی ہو ۔ پھر جب آپ رو رو کر تھک جائیں گے تو اے تسکین دینے کی خاطر بات بدلنا چاہیں گے ۔ مگر آنسوؤں کے روبرو بت بدلنا ، آخر آپ دل والے ٹھہرے ۔ پھر آپ کی سمجھ میں نہ آئے گا ۔ کہ گیا کرس ۔ اور آپ کسی بہتر صورت کو نہ جائتے ہوئے ازسرتو اسے کے لگا کر رو پڑس کے ۔ اور نزی کو گالیاں دینے لگیں گے ۔ کالی دینے سے جی ہلکا ہو جاتا ہے ۔ آخر ہر کسی کو کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی نزی ہے واسط پڑتا ہی ہے ۔ آپ کا دل بھی ٹھنڈا ہو جائے گا ۔ چاہے وہ پھر ے گرم ہونے گرتا ہی ہے ۔ آخر اس بے قبلت ونیا میں دل کے ٹھنڈے اور گرم ہونے کے عروہ کس بات کو قبلت ہے ۔

ادھر نزی اس بات پر روتی کہ آجو ئے کس کے گئے سب کچے بھلا دیا ۔۔۔۔۔۔ وہ بالین کے گئیل ۔۔۔۔۔۔ جب وہ خوشی خوشی دولھا بنتا تھا ۔ ور وہ شرما شرما جاتی تھی ۔ اور پھر منہ بنا کر دخ بدل کر گھڑی ہو جاتی ۔ نا بھٹی ہم نہیں گئیمیں گے ۔ تاکہ وہ منائے تو مان جائے ۔ کس کی فاط سب کچھ بعلا دیا ۔۔۔۔ اس کے لئے ۔۔۔۔ اللہ ماری جو سادا سادا ون سادنگی بعلا دیا ۔۔۔۔ اس کے لئے ۔۔۔۔ اللہ ماری جو سادا سادا ون سادنگی بعمانی سے لگا ۔ "آئی کو یُو"۔ چلاتی رہتی ہے بے جیا کہیں کی ۔ محبت نہ ہوتی اشتہار ہوا ۔ نہ جانے کیا سمجھا ہوا ہے اس نے ۔ آخر ایک نہ ایک ون وہ سمجھیں گئی ہو کو سمجھانا کھی تو کیا سمجھا دینا اسے ۔ جو آپ ہی نہ شمجھانا کھی تو کیا سمجھا دینا اسے ۔ جو آپ ہی نہ شمجھے تو کون سمجھائے ۔

آجو کو دکھ تھا تو صرف یہ کہ فلی سمجھتی نہیں ۔ بھلا درو دل کے بغیر نغمہ بیدا ہوا ہے کبھی سا ہے ۔ ہو بیدا ہوا ہے کبھی ۔ اور درو دل محبت کے بغیر ۔۔۔۔۔ کبھی سنا ہے ۔ ہو بھی جائے بیدا تو گیا وہ محبت بیدا کرے کا ۔ لیکن ہر ماڈرن گرل کی طرح فلی سمجھتی کہ وہ سب کچھ سمجھتی ہے ۔ ایک دن وہ بولی ۔ اجبیون ٹاؤ میں پریم لاد کر ہتوار پھینک وہنا ۔ اونہوں ۔ مسٹر آجو یہ بات نہیں چلے گی "۔ آجو بولا ۔

"مس فلی جب کنارا بی پرے سرکتا جائے پرے سرکتا جائے تو پتوار کس کام ك" - فلى يولى - مستر آجو جب برموج كنارا بو جائے اور دوبتا منزل تو خواہ مخواہ ساحل کو بدنام کرتے پھرنا"۔ "بدنام"۔ آجو مسکرا دیا ۔ "مس فلی کیا دیوی پجاری کے سجدوں سے بدنام ہوتی ہے ۔ "دیوی"۔ وہ طنزسے مسکراٹی ۔ "دیوی کا كيا ہے _ پتھر سے بنى ہوئى ديوى" _ "بال" وه كنگنايا _ "پتھر سے نه بنى ہوتى تو ایسی سنگدل نه ہوتی"۔ "مسٹر" آجو فلی تڑپ کر مڑی ۔ لیکن پھر نہ جانے کیوں چپ ہوگئی ۔ دراصل اسے آجو کی ہاتیں پسند نہ تھیں ۔ کیسی عام ہاتیں تھیں اس کی ۔ اور آجو کی شکامیں اف وہ شکامیں ۔ یوں منڈلائی تھیں ۔ وهنس جاتی تھیں توبه ! جان چھڑانا مشکل ہو جاتا ۔ ایسا مشکل ہو جاتا کہ پھر جان چھڑا نے کو جی نہ چابتا ۔ بلکہ جی چابتا کہ دیکھتا ہے تو پڑا دیکھے اور جی چابتا کہ اے اور دکھائیں ۔ اور دکھائیں ۔ خدا نخواستہ اگر وہ دیکھٹا بند کر دیتا تو کیا ہوتا ۔ بہر حال بڑی ہی عام بكابين تحيي اس كى _ آجو منت سے چلايا _ "مس فلى _ ضرا كے لئے _ ضرا کے لئے مس فلی ۔ مس فلی یوں نہ "زیاؤ ۔ یوں مرمر کر جینا مس فلی"۔ نہ جائے کیا ہوا ۔ ایک خوشی کی اہر دوڑی ۔ مس فلی کو گویا کسی مضراب نے چھیڑ دیا اور چھیڑنے کے لئے وہ چک کر ہولی ۔ "ہم نے تو کسی کو مرتے نہیں دیکھا"۔ اس نے ایک آہ بھری ۔ "مر کیا تو ایک دن تمہیں پیٹھ کر روؤ کی"۔ وہ جلال میں آگیا تحار "اس میں کیا برا ہے"۔ اس نے مسکرا کر جواب ویا۔ "آپ ہی کا کبنا ہے نا _ بجائے والا روئے تو وائلن بجتی ہے ۔ نہیں تو نہیں _ پھر تو میری واٹلن بیج کی وہ ہنسی ۔ اور آجو کا جی چاہا کہ چینیں مار مار کر رو دے ۔

وہ گر جاکر رو رو کر نڈھال ہوگیا ۔ پھر دفعتاً مسکرا دیا ۔ بنینے لگا ۔ قبقہد مارکر بنینے لگا ۔ قبال اس کی واٹلن بج گی ۔ ویٹا اسے سنے گی ۔ او سر دھنے کی ۔ یہاں میں راگ بن کر کی ۔ یہاں میں راگ بن کر کی ۔ یہاں میں داگ بن کر رہوں گا ۔ میں آپ اس کی واٹلن میں راگ بن کر رہوں گا ۔ اور وہ اے چھیڑے گی ۔ اپنے ہاتحوں سے چھیڑے گی ۔ اب اس کی واٹلن جج گی ۔ وہ پھر قبقہد مارکر بنسنے لگا ۔ بنستے سے چھیڑے گی ۔ یہ رہاں اس کی واٹلن جج گی ۔ وہ پھر قبقہد مارکر بنسنے لگا ۔ بنستے اس کی آنکھوں سے آنو ٹکل آئے ۔ سانس اکھڑ گئی اور وہ لیٹ کیا ۔ بالکل بنستے اس کی آنکھوں سے آنو ٹکل آئے ۔ سانس اکھڑ گئی اور وہ لیٹ کیا ۔ بالکل

ہی لیٹ گیا ۔ حتیٰ کہ فلی کی وائلن بجی تو بھی اسے خبر نہ ہوئی ۔

اوگوں کو اس کی موت کی خبر ہوئی تو وہ حیران رہ گئے "جہیں نہیں وہ مرا نہیں"۔ وہ تو چا گیا ۔ نگر چھوڑ کر چلا گیا ۔ نگر میں سنسنی دوڑ گئی ۔ نگر کو چھوڑ کر چلا جانا نگر کے قانون کے خلاف تھا ۔ اور آپ مر جانا نگر چھوڑ جانے کے برابر تھا ۔ چاہیے کوئی روز مر جانے کی و ھئی وہتا اس میں کوئی ہرج نہ تھا لیکن واقعی چلے جانا یا مر جانا بالکل ہی مرجانا نگر کا قانون اے جرم سمجھتا تھ ۔ اس لئے آجو کے گھر والوں نے یہ بات چھپا رکھی ۔ لیکن پند نہیں فلی کو تھی ۔ اس لئے آجو کے گھر والوں نے یہ بات چھپا رکھی ۔ لیکن پند نہیں فلی کو کس نے بتا دیا ۔ شاید وہ جائے سے پہلے رقعہ کھے کر آپ ہی بتا کیا ہو ۔ ورنہ فلی کو کیے معلوم ہوا ۔ کہ وہ اس کی وائلن میں نغمہ بن کر رہنے کے لئے چلا گیا ہو ۔ اس کے دل میں ورد بن کر رہنے کے لئے ۔ ایسا درد جو انگ آنگ میں بستا ہے اس کے دل میں ورد بن کر رہنے کے لئے ۔ ایسا درد جو انگ آنگ میں بستا ہے۔ اور جان بن جانا ہے ۔ اور پھر انگلیوں کی راہ تاروں میں بکھر کر فضا میں لہریں بیتا ہے ۔

نہ جائے قبی کو کیا ہوا وہ وائلن کو چھاتی سے لگا کر بیٹھ گئی ۔ اور وہ بجنے لگی ۔ رونے لگی ۔ رونے لگی ۔ اور آسمان نے اپنے بیلے وامن کو دوہرا کر دیا ۔ رونے لگی ۔ بین کرنے لگی ۔ اور آسمان نے بوکہ وہ آواز فرشتوں کے کان میں دیا ۔ تاکہ آواز اوپر نے بحل جائے ۔ ۔ ایسا نہ ہوکہ وہ آواز فرشتوں کے کان میں پڑ جائے ۔ ایسا نہ ہوکہ خدا کرشن مہاراج بن کر از سرنو گوکل کے بن میں آئے پر مچل جائے ۔

جب لوگ پوچھنے آئے تو فلی غصہ میں اٹھ میٹھی ۔ انکون کہنا ہے وہ آپ مرا ہے کون کہنا ہے وہ آپ مرا ہے کون کہنا ہے وہ جیشہ مرا ہے کون کہنا ہے وہ جیشہ سے اس کون کہنا ہے وہ جیشہ سے کون کہنا ہے وہ جینا ہے ۔ جموث ۔ سب جموث ۔ وہ جینا ہے ۔ جئے کا ۔ وہ تجمی نے مرہ کا ۔ ہال وہ میری وائلن میں نغمہ بن کر جینا ہے ۔ اب میں جانتی ہوں اس نے کہا تھا اپنے چاہنے والے کو جانو"۔

نہ جائے دینا نے اس کی بات کہاں سے سن پائی ۔ "اپنے چاہنے والوں کو جاتو"۔ یہ بات اس کی نس میں وهنس گئی ۔ وہ بحاک اٹھی ۔ اور معاً اپنے

چاہنے والوں کو جانے گئی ۔ کھاڑی میں روتی ہوئی مرلی کے بین کونجے ۔ اس نے انہیں سٹا ۔ اور سن سی رہ گئی ۔ پھر اسے مزید جاننے کے لئے وہ چل کھڑی ہوئی ۔ منجو نے اسے آتے دیکھا ۔ اور مرلی بجانا بندگر دیا ۔ بولا ۔ "دھن بھاک بیں میرے"۔ دیٹا شرما گئی ۔ اس نے اسے جان لیا تھا ٹا ۔ اس لئے وہ دونوں بانہوں میں یانہیں ڈال کر چلے گئے ۔ ایک دوسرے کو اور جاننے کے لئے یا اپنے آپ کو بھولئے کے لئے ۔ نگر چھوڈ کر چلے گے ۔

دینی چلی گئی ۔ دینی نگر چھوڑ کر چلی گئی ۔ نگر میں چرچا ہوا ۔ کھاڑی میں مرلیوں نے بڑھا چڑھا کر دینا کے پلے جانے کا دکھڑا رویا شاید بڑھا چڑھا کر نہ رویا ہو ۔ دکھ کو کون بڑھا چڑھا سکتا ہے ۔

اوھر نزی نے اپنے آجو کا آخری پینام سٹا۔ ''اپنے چاہئے والے کو جانو''۔
وہ کویا چوٹک کر بھاک انھی ۔ کس کے لئے جان سے چلے گئے ۔ کس کی خاطر اپنی جوانی لٹا دی ۔ اپنا بلیدان وے دیا ہائے کی ہوگیا ۔ اب کیا ہوگا ۔ نہیں نہیں وہ گئے نہیں ۔ وہ تو مجھے پریم کرنا سکھا گئے ہیں ۔ پریم اپنا بلیدان ہے مٹ کر جینا ۔ ''اپنے چاہنے والے کو جانو''۔ میں پالن کروٹکی میں ذونو سے پریم کی بھیک میاناکوں کی ۔ وہ مجھے معاف کر دیں گے ۔ نہ کریں تو میں پراشیت کروں گی ۔ میرا سر نہ اٹھے گا۔ اور وہ چھم محم موٹے گئی ۔ پھم چھم روتی میں ۔

ذونو نے سنا کہ وینا چلی گئی نگر چھوٹر کر چلی گئی ۔ اسکی آنکو کھل گئی ۔ ہال میں جانتا تھا ۔ جمجھے معلوم تھا ۔ وہ میری خاطر نگر چھوٹر گئی ہے ۔ میرے سلئے اپنا آپ کھو دیا ۔ ہال میرے لئے ۔ اسے مجد سے پریم تھا نا ۔ ہئے میں کس قدر اندھا رہا ۔ میں ئے اسے نہ جانا وہ چلی گئی ۔ تاکہ مجھے بیاہ سے انحار نہ کرنا پڑسے ۔ میری نزی بدنام نہ ہو ۔ اس نے اپنا آپ قربان کر دیا ۔ واقعی وہ دیوی تھی اور میں اندھا دیوانہ ۔ یہ کہکر وہ پھوٹ بھوٹ کر رونے لگا ۔ اور اس چلی گئی دیوی کے سامنے محبت کی جوت چھا کر میٹھ گیا ۔

فلی اپنی وائلن اٹھا کر آجو کی قبر پر جا میٹھی ۔ اسے اپنے مرے ہوئے پریمی

تين خدا

وه سينول چپ چاپ سنتھ تھے۔

چہرے اظہارِ جذبہ یا خیال سے خالی ۔ منہ اطمینان کی شدت سے یوں سوجے ہوئے گویا پیٹ بھر کر کھا لینے کے بعد کوئی بے حسی کا تودہ بن کر رہ گیا ہو۔ آنگھیں کھلی محض کھلی ۔ نظر سے عاری ۔ سامنے جہاں تک نظر کام کرتی تھی ایک وسیع ویرانہ او گھے دیا تھا ۔

وہ تینوں چپ چاپ بنتھے تھے ۔ بے نیاز ۔ بے خبر ۔

لمبی واڑھی والا لمبی چوڑی کھاٹ پر لیٹا ہوا تھا۔ رسیوں کے ورمیان وسیع خلاتھے۔ اُونچائی اور چوڑائی کو دیکھ کر محسوس ہوت گویا کسی "سائیکلوپ" کیئے بنی ہو۔ اس کی پہٹی وبلی وحوتی ہے اوھ لپٹی وبلیس اس بڑی چارپائی کے کونے میں بیٹھ تھے ۔ برکو تھاسے ہوئے تھے۔ بیٹھ تلے ایک میلا اور بحدا کاؤ تکیہ سہارا دے رہا تھا۔ منہ چقندر سا شرخ تھا جس کے تلے سہ رنگی واڑھی سینے تک چلی گئی تھی۔ موٹے موٹے موٹے ہوئٹ ۔ پھولی موٹی ناک ۔ اور دھنسی ہوئی آئھیں ۔ جو اس کھیلے ہوئے ویرانے سے پرک ورکھنے میں کھوئی بوئی تھیں ۔ جو اس کھیلے ہوئے ویرانے سے پرک رکھنے میں کھوئی بوئی تھیں ۔ کبھی کبھی وہ ۔ چونک اٹھتا جیسے اس ونیا میں آگیا ہو ۔ وائیں ہاتھ سے واڑھی کی وسعت کو محسوس کرتا ۔ اور پھراس کے کلے کے بھو ۔ وائیں ہاتھ سے واڑھی کی وسعت کو محسوس کرتا ۔ اور پھراس کے کلے کے بیمر وہ از سرنو دونوں ہاتھوں سے سرتھام کر کائنات کا جائزہ لین شروع کر دیتا ۔ وسرا بوسیدہ موڈٹے پر میٹھا تھا ۔ لمبا چہرہ ۔ چھوٹی اور شوخ آگھیں پیکے بھر وہ از سرنو دونوں ہاتھوں سے سرتھام کر کائنات کا جائزہ لین شروع کر دیتا ۔ وسرا بوسیدہ موڈٹے پر میٹھا تھا ۔ لمبا چہرہ ۔ چھوٹی اور شوخ آگھیں پیکے بوٹے گال ۔ پٹلے پٹلے کھنچے ہوئے ہوئٹ جو اکثر طنزیا تسخ سے کھل جاتے اُس

ے محبت ہو چکی تھی نا ۔ اس کی واٹلن سے براہ کے بین شکے ۔ نزی نے یوں محسوس کیا جیسے وہ کیت اس کے اپنے آجو کا سندیس ہو ۔ میں پالن کرونگی ۔ وہ بڑبڑائی ۔ میں نے ڈوٹو کو جان لیا ۔ اور وہ از سرتو ڈوٹو کے لئے چھم چھم رونے لکی ۔ ڈوٹو کو ایس محسوس ہوا جیسے دینا جاتے ہوئے اپنے ول کا ورو ہوا میں بکھیر گئی ہو ۔ جو دینی کی قربانی کا شاہد تھا ۔ نہیں نہیں وہ گئی نہیں وہ بہیں وہ بہیں ہے میرے من کے جانے سے بھی کوئی جاتا ہے بلکہ وہ تو نگر میں آگئی ہے میرے من کے باتا ہے بلکہ وہ تو نگر میں آگئی ہے میرے من کے باتا ہے بلکہ وہ تو نگر میں آگئی ہے میرے من کے باتا ہے بلکہ وہ تو نگر میں آگئی ہے میرے من کے باتا ہے بلکہ وہ تو نگر میں آگئی ہے میرے من کے باتا ہے بلکہ وہ تو نگر میں آگئی ہے میرے من کے باتا ہے بلکہ وہ تو نگر میں آگئی ہے میرے من کی دیوی ۔ اور دینا کی خاطر وہ کروٹیں بدلنے لکا اور آییں بحرنے لگا ۔

پتنوں نے سنا اور وہ سمٹ سمٹ کر ایک دوسرے سے لگ گئے ۔ ٹہنیوں نے ایک دوسرے سے لگ گئے ۔ ٹہنیوں نے ایک دوسرے کے شانوں پر سر رکھ کر آہیں بھرنا شروع کر دیا چھے فپ فپ مورونے گئے ۔ کوٹل نے بچھڑے باسیوں ۔ کو یوں آوازیس دینا شروع کر دیا ۔ جسے وہ آجائیں گے ۔ پگڑنڈیاں اِدھر ادھر دوٹیس جسے ''کھوٹے ہوئے'' ابجی مل جائیں گے ۔ آسمان نے اپنا پردہ اور بھی گاڑھا کر دیا تاکہ گئے ہوئے باشیوں کی یود آسمانوں پر نہ بہنچ جائے ۔ کہیں فرشتے بھی نہ چاہیے گئیں کہ اللہ میاں چلے جائیں اور آسمانوں پر بھی جستجو کی برنگینی کا چرچا ہو کہیں وہاں بھی ایک گرند بس جائیں اور آسمانوں پر بھی جستجو کی برنگینی کا چرچا ہو کہیں وہاں بھی ایک گرند بس جائیں اور آسمانوں پر بھی جستجو کی برنگینی کا چرچا ہو کہیں وہاں بھی ایک گرند بس جائیں ۔

کچو لوگ کہتے ہیں یہ سب جموث ہے۔ مبالغہ ہے۔ حقیقت یول ہے کہ وائلن سے براہ کے بین شکتے ہیں۔ ٹہنیاں سر وطن وطن کر سنتی بیں۔ شخصے چھن چھن چھن ناچتے ہیں۔ نگر کے ہاشی خوشی کے آنسو روتے ہیں۔ ڈنڈیاں اوھر اُدھر ناچتی ہیں۔

لیکن اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا ۔ چاہیے کوئی سی بات سچی ہو ۔ بہرحال نگر اور بھی بستا ہے اور نگر کے باشی اور بھی جیتے ہیں ۔

سے آنکھوں میں حقارت کی دھار لہراتی ۔ لمبی نوکیلی انتخیاں ان چانے اضطراب سے پنج و تاب کھاتیں ۔ وہ پیار بحری نکاہ سے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھتا گویا انہیں آنکھوں سے چھو رہا ہو ۔ چوم رہا ہو ۔ بحر کنگھیوں سے اپنے کسی ایک ساتھی کی طرف دیکھ کر مسکرانا تمسخر آمیز ادھوری مسکراہٹ ۔ ایک بار پھر اپنے ہاتھوں کو دیکھتا اور بالآخر آسمان کے یار دیکھنے میں کھو جاتا ۔ !

تیسرا لکڑی کے تخت پوش پر دو زانو بیٹھا کنگھ سے گیسو سنوار نے میں اکا اتھا ۔ اس کے تیل سے کبیگے ہوئے سیاہ لمبے بال شانوں پر پڑے تھے ۔ گول ابحرے ہوئے چکدار کال گویا بے حسی سے پھولے ہوئے تھے ۔ شرعی مو پچھوں سطے منڈی ہوئی داڑھی ۔ موٹے موٹے ہوئٹ آپ ہی آپ بلنے لگتے گویا ورد کر رہے ہوں ۔ وو اپنے گیسو ، کنگھے اور اپنے آپ میں مگن بیٹھا تھا ۔ بالوں سے کنگھا تکا ، بال بناتا پھر کنگھے کو کلپ کی طرح بالوں میں اٹکا کر ۔ دونوں باتھ منڈ پر پچیرتے ہوئے ۔ "سبجان اللہ" کا گاناتا سامنے رکھی ہوئی پگڑی بیباں سے اُٹھا کر وہاں رکھ دیتا ۔ اپنے تنگھ گھٹنوں پر بیبار سے باتھ پھیرتا ۔ چھاتی کے بالوں کو محسوس کرتا ۔ اور پھر اللہ اکبر کا نعرہ لکا کر ، از سرِنو کنگھا تکال کر بال بنانا ہو عکر دیتا ۔

چوتھا جو ایک عام نوجوان دکھائی دیتا تھا ، ان کی طرف باری باری عقیدت سے دیکھتا ۔ اور مسکراتا ۔۔۔۔۔ کویا ان سے قرب حاصل ہوئے پر مسرّت سے پھوٹے نہ ساتا ہو ۔۔۔۔ اور پھر اڑ سرِ نو امید افزا شکابوں سے باری باری ان کا مند تکتا ۔۔ وہ تینوں اپنے آپ میں کھوٹے ہوئے سے ۔ اور وہ نوجوان ان تینوں میں ۔۔

ان تینوں کے عقب میں ایک بوسیدہ اور کبڑا دالان بوسیدہ دیوار کے سہدر کے میں ایک بوسیدہ اور کبڑا دالان بوسیدہ دیوار کے سہدرے کھڑا ہونک رہا تھا۔ سیاہ نانک چندی اینٹول کی دیوارین ہٹریول کے پرائے ڈھائے کی طرح رینگئی ہوئی محسوس ہوتی تھیں ۔

ان کے سامنے ایک پیٹھا سا فیلا اس وسیع ویرانے کے تسلسل کو توڑ رہا تھا۔ جو سامنے وورتک پھیلا ہوا تھا۔ فیلے پر قبریس اوٹ پٹانگ ڈھیریوں کی

طرح بکھری ہوئی تھیں ۔ ارد گرد بگولے خاک اڑا رہیے تھے ۔ منڈ منڈ ٹہنیاں چاروں طرف عکل گئی تھیں ۔ گویا پنوں کی ہوس میں سرگرداں ہوں ۔ ارد کرد چاروں طرف ریت کی ہریں رینگ رہی تھیں ۔

لمبی داڑھی والے نے ایک انگرائی لی ۔ اور گہری اہمیت بھری آواز سے کھنکارا ۔ "اہم ۔۔۔ !!" تخوک کی پر کاری چلائی ۔ اپنی آواز کی کونج سن کر اطمینان سے وہ از سر تو خلا میں گھورنے لگا ۔

تراشی ہوئی داڑھی والے نے حقارت سے لمبی داڑھی والے کی طرف دیکھا ۔ ہونٹ تمسخر سے کھل گئے ۔ اس نے اپنی سیاہ اچکن کے بٹن کھول دئیے ۔ کویا کسی جذبے کی شدت سے پھکا جارہا ہو ۔ بے خبری میں دو ایک لمبے سانس لئے ۔ اور ہالآخر اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھنے میں محو ہوگیا ۔

منڈی ہوئی واڑھی والے نے کنگھا بالوں میں اٹکا دیا ۔ منہ پر ہاتھ پھیرا ۔ اور پھر سامنے وحرے ہوئے بھے ہوئے حقے کی نے کو منہ میں لے کر اسے چومنا شروع کردیا ۔

ٹوجوان نے باری باری ان تینوں کی طرف عقیدت سے دیکھ اور پھر والان کی بوسیدہ دیوار کی طرف کھورتے ہوئے آبیں بھرنے لکا ۔

وفعتاً منڈی ہوئی واڑھی والے نے حقہ چھوڑ کر اللہ اکبر کا نعرہ لکایا ۔ اور پھر چھاتی کے بالوں سے کھیلنا شروع کر دیا ۔

تراشی ہوئی واڑھی والا چوشا ۔ ''استغفراللہ ربی'' ۔ وہ دبی زبان میں گنگتایا ۔ آنکھ میں وہی چک لہرائی ۔ ہونٹ کھلے ۔ پھر وہ اچکن ہے کرد جماڑنے لکا ۔

لمبی دارھی والے نے کروٹ بدلی اور ٹانگوں کو کھجاتے ہوئے یولا ۔ "مولا ہی مولا ۔ سب رولا ہی رولا" ۔

تراشی ہوئی داڑھی واے نے چونک کر ادھرادھر دیکھا ۔ جیسے کمبی داڑھی والے کے نعرے کی تصدیق کر رہا ہو ۔

نوجوان کی بکاہ عقید تمندی سے بھیگ رہی تھی ۔ مولا ہی مولا"۔ اس نے دہرایا ۔ تراشی ہوئی داڑھی والے نے نوجوان کی طرف پر معنی انداڑ سے دیکھا ۔ مسکرایا اور پھر ہامعنی منکاہ سے اردگرد دیکھ کر ازسرنو نوجوان کی طرف دیکھ کر یوں مسکرا دیا ۔ گویا داد طلب کر رہا ہو ۔

منڈی ہوئی واڑھی وانے نے اپنی پکڑی اٹھا کر سر پر رکھ لی ۔ پھر کچھ سوچ کر اسے اتاریباں سے وہاں رکھنے میں مصروف ہوگیا۔ "اللہ الصمد"۔ اس کی آواز گونجی ۔

مراشی ہوٹی داڑھی والا جو شیلے کی قبروں کو دیکھنے میں مصروف تھا۔ چونک کر مندمی ہوٹی داڑھی والے جونک مندمی ہوٹی داڑھی والے کی طرف متوجہ ہوگیا۔ پھر اُس نے لمبی داڑھی والے کی طرف متوجہ ہوگیا۔ پھر اُس نے لمبی داڑھی والے کی طرف دیکھا جو ڈھیر کی طرح پڑا تھا۔ اس کی آنکھ چکی۔ اور ہاتھ کی اٹکلیاں اچکن کے بٹنوں سے کھیلنے لگیں۔

نه جائے کب تک وہ خاموش سٹیے رہے ۔

ویرائے میں وھول آڑنے لگی ۔ پکولے ناچنے لگے ۔ ریت کی لہریں رینگنے لگیں ۔ لمبی واڑھی ورائوں لکیں ۔ لمبی واڑھی ورائے کی وھوتی پھڑاتی ۔ اس کا لمبا سا ہاتھ وھوتی کو رائوں میں دہنے میں لگ جاتا ۔ اور پھر وہیں متھی سی بن کر پڑا رہتا ۔ "مولا بی مولا"۔ اس کے مند سے نعرہ نکل کر گونجتا ۔ "سبحان اللہ" ۔ منڈی ہوئی واڑھی والا اپنے منہ پر باتھ بھیرتے ہوئے چاتا جیے سامنے آئینہ پڑا ہو ۔ پھر وو ستھ کی ۔ نے کو پکڑ کر یوں چوسنے گاتا گوی وہ سنترے کی مٹھائی کی پھانک ہواور چھاتی کے بالوں سے کھیلنے لگ جاتا ۔ تراشی ہوئی واڑھی والا ارد گرو ویکھ کر مسکراتا جیے وہ پیزوں کی اہمیت اور حقیقت سے کماحقہ واقف ہو ۔ کالی ایکن سے گرو جھاڑتا ۔ نوجوان سے واد طعب کرتا اور پھر سامنے شیلے کی قبروں کی طرف شظر ڈال کر اپنے ساتھیوں کی طرف ویکھتا اور مسکراتا ۔

نوجوان باری باری ان کی طرف عقیدت بھری منگاہ سے دیکھتا آہ بھرتا اور پھر دالان کی بوسیدہ دیواروں کو گھورنے لگ جاتا ۔

"والسلام عليك" ليك بورها كسان داخل بوت بول يولا -

"وعلیکم السلام"۔ وہ تینوں بآواز بلند چلائے لیکن بوڑھے کی طرف کسی نے نوجہ نہ دی ۔

لمبی داڑھی والا عربی گنگنانے میں لگا رہا ۔ اس کی شکاہ افق کے پار دیکھنے میں لگی رہی ۔ اور مشحی دھوتی سنبھالئے میں ۔ تراشی ہوئی داڑھی والا اپنے ہاتھ دیکھنے میں شدت سے مصروف رہا اور منڈی ہوی داڑھی والا کنگھا شکال کر بال بنائے میں لک گیا ۔ توجوان نے بوڑھے چودھری کی طرف دیکھا ۔ سلام کا جواب ہو شوں میں دب کر رہ گیا ۔ لیکن وہ سرک کر چارپائی کی پائنتی کی طرف ہو بیٹھا تاکہ چودھری کے لئے بیٹھنے کی جگہ بنا دے ۔

چود هری چاریائی پر میشد گیا ۔ اس نے اپنی لاٹھی رکھ کر ان تینوں کیطرف دیکھا اور کئی بار بولنے کی ناکام کوسشش کی ۔ وہ تینوں اپنے آپ میں کھوئے ہوئے تھے ۔

"ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ کاؤں میں تشریف لائے ہیں" ۔ بڑھا بالآخر کہنے میں کامیاب ہوگیا ۔

لمبی واژهی والے نے کھنگھارا ۔ "اہم ۔۔۔۔" اور پھر تھوک کی پیک چلا کر خاموش ہوگیا ۔ ہم ۔ ویرانے میں آواز گونجی ۔

منڈی ہوئی داڑھی والے نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے "سبحان اللہ" کا نعرہ لکا اللہ" کا نعرہ لکا اللہ کا اللہ کا نعرہ لکا اللہ کا کا اللہ کا اللہ کا

"خدا كرے كاؤل والے بدايت حاصل كريں!" بدها چووهرى كفكنايا - " "الله كرے!" اچكن والا النے باتھوں كو ديكھتے ہوئے بولا -

"آمین" ۔ منڈی ہوئی واڑھی والے نے منفے کی کے کو منہ میں لیتے ہوئے کہا ۔اور پھر خاموش ہوگئے ۔

"جب سے یہ تئی چیزیں منکی ہیں" ۔ چودھری نے ان تینوں کی طرف نہ دیکھنے کی کوسٹش کرتے ہوئے کہا ۔ "یہ بائیکوپ اور راڈیو" ۔ کی آنگھیں کھل جائیں"۔

"میال جھگڑا تو یہی ہے کہ ہر کوئی آنگھیں پھاڑے دیکھنے میں لگا ہے ۔ آنگھیں موندھ کر دیکھنے کا زمانہ گزر گیا ۔ لمبی داڑھی والے نے آنگھیں موندھ کر

کہا ۔ منڈی ہوئی داڑھی والا چونک اٹھا ۔ اور منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آنکھوں پر ہاتھ ِرکھ کر بولا ۔ احسبحان اللہ "کیا بات کی ہے مولانا نے "۔

کچھ دير تک وہ سب خاموش بيٹي رہے ۔

لمبی داڑھی والا آنگھیں بند کئے پڑا تھا۔ تراشی ہوئی داڑھی والا پلکیں جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھنے میں لگا تھا اور منڈی ہوئی داڑھی والا آنگھیں بند کئے حظے کی نے چوس رہا تھا۔

"آپ کی واعظ سنیں کے ۔ تو سب ٹھیک ہو جائے گا" چودھری نے از سر نو بات چھیڑی ۔

بڑھوں کی بات کون سنتا ہے میاں ۔ لمبی دارھی والے نے ہاتھ سے اپنی داڑھی کی لمبائی محسوس کرتے ہوئے کہا ۔

" تو آپ کی کسر مفسی ہے" چودھری بولا ۔

"میال نفس رہا بھی ہو" ۔ بڑی داڑھی والے نے اپنی دھوتی ٹانگوں میں دہاتے ہوئے کہا ۔"بحر کسر شفسی کیسی ؟"

"سب شفس ہی کا جھکڑا ہے "۔ منڈی ہوئی داڑھی والے نے چھاتی کے بالوں کو سہلانا بند کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن واعظ تو ہوگا ۔ سارا کاؤں منتظر ہے"۔ چودھری بولا ۔

"بال وعظ تو ہوگی"۔ تراشی ہوئی داڑھی والے نے ہاتھوں کو بیار سے دیکھتے ہوئے کہا ۔

"ہاں میاں" بڑی واڑھی والا ہنسا "ربین تو بے کی کوئی نامیے نہ ناہے"۔ "وہ تو اب کسی اور بین پر تاچتے ہیں"۔ اچکن والا بولا ۔ "استغفر الله ربی !" لمبی دارهی والا چونک کر جلال میں بولا" ۔ "میال ان شیطانی ہتھکنڈوں ہے کون لڑے" ۔ اس نے کروٹ لے کر تھوک کی پیک چلائی ۔

"ہم تو وامن بچاتے پھرتے بیں" ۔ سراشی ہوئی واڑھی والے نے اچکن کو اٹھلیوں سے جھاڑتے ہوئے کہا ۔

"دہم جانیں اللہ میاں آپ عابر آچکے ہیں" ۔ لمبی داڑھی والا ہنسا اور پھر عجز بحرے انداز سے داڑھی پر ہاتھ پھیرٹا شروع کردیا ۔

''زمین اپنی خبریس دے رہی ہے''۔ منڈی ہوئی داڑھی والا بال بناتے ہوئے بولا ۔

"میاں خبر لینے والا بھی ہو کوئی" کمبی داڑھی والا ہاخبر اندازے بولا۔ اور پھر زور سے کھنکھارا۔ "آہم کی کونج سن کر اطبینان سے داڑھی کو ہاتھ میں لئے کر اس کی وسعت محسوس کرنے لگا۔

"قیامت کے آثار ہیں" ۔ تراشی ہوئی داڑھی والے نے فیلے پر قبرول کو کھورتے ہوئے کہا ۔

آثار ۔۔۔۔ ؟" لمبی دارھی والے نے مٹھی کی گرفت کو مضبوط تر کرتے ہوئے دہرایا" ۔ اس سے بڑھ کر قیامت اور کیا ہوگی ؟"

«سبی الله» - نوجوان گنگنایا -

"الله كرے لوكوں كو ان باتوں كى تميز ہو جائے" _ چودھرى دعائيہ انداز سے بولا _

"لوگ ۔۔۔۔۔ ؟" لمبی داڑھی والے نے یوں بیک چلائی گویا نشانہ کیا ہو ۔۔۔۔۔

"لوگول کی ذہنیت ۔۔۔۔ کس قدر تعفّن ہے ۔ جہالت اور غلاظت ۔ لعوذ باللہ" ۔

"آپ جو تشریف لائے ہیں" چودھری بولا ۔ "ایسی و عظ ہو جائے کہ لوگوں

"آخر کب تک میاں"۔ بڑی واڑھی والا جلال میں اگیا "فداکی لاٹھی بے آواڑ ہے"۔

"بے شک" ۔ منڈی ہوئی داڑھی والے نے ٹانگ اکٹا کر اس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور محسوس کرنے لکا گویا وہ لکڑی کی بنی ہو ۔

"لیکن حضرت!" چودهری بولا - "الله تعالی بدایت دینے کے لئے اپنے بندے بھیجتا ہی ہے"۔

"سبحان الله" مندى ببوئى وارهى واسلے نے مند پر ہاتھ پھیرتے بوئے کہا ۔ "بڑى بڑى المول ہستیاں آئیں" ۔

"بڑے بڑے بڑے بڑاگ" ۔ لمبی داڑھی والا اپنی داڑھی کی وسعت کو ہاتھ سے محسوس کرتے ہوئے بولا ۔ وقعتاً وہ پھر جلال میں آگیا"۔ لیکن میال کوئی جانے بھی ۔ یہ لوگ ۔۔۔!!" اس نے تھوک کی پیک چلائی "اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل پر تالے لکا دیئے ۔ آنکھوں میں بھس بھر دی ۔ اب کوئی کیا کرے"۔

پھر بھی اللہ کے بندوں نے کیسے کیم سر انجام دیتے ۔ تراشی ہوئی داڑھی والا ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بولا ۔

"مولانا نے اعظم گڑھ میں وعظ کی تھی" ۔ نوجوان نے لمبی داڑھی والے کی طرف اشاراکیا اور دبی آواز میں چودھری سے مخاطب ہوکر کہنے لگا ۔ "وعظ ختم ہونے پر کوئی آنکھ خشک نہ تھی"۔

"ان کی واعظ کی تاهیر کون نہیں جانتا ؟" چووھری گنگنایا ۔

"سب مولا ہی مولا" لمبی داڑھی والا کروٹ لیتے ہوئے چلایا _

"الله كى ومن بيم" مندى بوئى وارهى والله في مند پر باتحد پايميرت بوت كيا _

" زبان کا جادو ہے" ۔ اچکن والا گنگنایا ۔ " خیر خیر" ۔ لمبی واژھی والا بینتابی سے کہنے لکا ۔ زبان بیچاری کیا کر یکی جب

تک سننے والوں کے مردہ دلوں میں وہ ذات رکریم قبولیت پیدا نہ کرے ، بیجارے ۔ بیجارے ۔ بیک اور پھنس جاتے

بیں -"آپ سے برگزیدہ اصحاب نہ ہوں تو ٹردوں میں جان کیسے پڑے ؟" چودھری بولا ۔ تراشی ہوئی داڑھی والے نے بڑی داڑھی والے کی طرف دیکھا ۔ آنکھ میں وہی چک لہرائی ہونٹ کھل گئے ۔

"اہم" ۔ منڈی ہوئی داڑھی والے نے غیراز معمول کھنکھارا اور وہ اظمینان سے منہ پر ہاتنے پھیرٹے لکا ۔

"میاں! جان ڈالنے والے کو آپ دار پر چڑھانا پڑتا ہے"۔ کمبی داڑھی والا بنس کر بولا ۔ اور پھر یوں اکڑ کر انگڑائی لی کویا دار پر چڑھا ہوا ہو ۔

"الله تعالى كو اينے بندوں كى آزمائش جو منظور ہوئی" ۔ چودھرى نے نوجوان سے كہا ۔

"كيا شخكانه ب آزمانش كا" برسى وارهى والابنسا -

"لینوں ہی کی آزما نش ؟" منٹری ہوئی واڑھی والے نے منہ پر ہاتھ پھیرا ۔ "قادر مطلق جو تھہرا"۔ اچکن والا گنگنایا ۔

"اچما بھٹی" ۔ لمبی داڑھی والا چنایا ۔ "کرلے آنمائش ۔ اس کی مرضی ۔ بماری مرضی کی مرضی کے باز نہیں ہماری مرضی کیا اس کی مرضی سے جدا ہے ۔ ہم تو میال وعظ کرنے سے باز نہیں آئے گے"۔

"جبھی تو لوگ واعظ سن کر اس قدر متافر ہو جاتے ہیں" ۔ نوجوان بولا ۔ "ہاں بھٹی" ۔ چودھری بولا ۔ دسمیا مجال جو اس کی مرضی بغیر ہتنہ بھی ہل سکے"۔

"اعظم گڑھ میں مولانا نے غازہ اور پاؤڈر کی خوب بات کی"۔ نوجوان ہنسنے ۔

"بال _ وه اعظم مره _ _ _ " برى وارهى والا بنسا _ _ _ "بال

اور کیا ؟"۔

"ہوں" ۔ سراشی ہوئی داڑھی والا بولا ۔ "نکتہ دانی تو کب کی مفقود ہو کئی"۔

"میاں! یہ عوام تو بھیڑیں ہیں"۔ لمبی داڑھی والے نے کہا۔" یہ کیا جائیں نکتہ شناسی ؟"

"بھیڑیں ہی سہی"۔ چودھری بولا۔ "جو کچھ بھی ہیں آپ ہی کا سرمایہ بیں"۔

"ہمارا سرمایہ ؟" وہ ہنسا "میال ہمیں سرمایہ کی لعنت سے پاک ہی رہنے دو"۔ کمبی داڑھی والے نے جواب دیا ۔

"یہ وہ سرمایہ نہیں حضرت!" چودھری نے کہا۔ "اگر ایک آدمی کے دل میں بھی حقیقی چنکاری پیدا ہو جائے تو سبحان اللہ"۔

"خیر خیریہ تو ٹھیک ہے"۔ لمبی داڑھی والے نے داڑھی ہاتھ میں لے کر کہا : "لیکن ایسا گڈریا بھی کیا جس کے ہاتھ میں لاٹھی نہ ہو"۔

"اس کی لاٹھی ہے آواڑ پڑی بھی تو کیا مرا"۔ لمبی داڑھی والا بنسا ۔ اس نے اپنی لمبی واڑھی کو ہاتھ سے محسوس کرتے ہوئے کہا ۔ "اس کی لاٹھی میں جان بھی رہی ہو ۔ ور ڈماٹہ گیا ۔ جب قہر نازل ہوتے تھے ۔ ور ٹہ آج ہی سے یہ بھیڑ فائد اپنے بوجھ سے آزاد ہو جائے" ۔ معا اس کی شکاہ سامنے شیلے پر پڑی اور وہ جلال میں شیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا ۔ "یہ کا مٹی قیلا ان آجری ہوئی قبرول کے بوجھ سے آزاد ہو جائے"۔

والان کے پاس ہی پنڈال بنا ہوا تھا۔ سفید چادروں کے فرش پر تین کرسیاں پڑی تھیں جن کے پاس ایک میٹھی سی میز لگی ہوئی تھی۔ میز پر گلاسوں میں بدو گلدشتے سبح ہوئے تھے۔ نیچے دو ایک پھٹی ہوئی دریاں پچھی ہوئی تھیں۔ جن پر گاؤں کے لوگ میٹھے تھے۔

وہ ایک دوسرے سے باتیں کرنے میں مشغول تھے ۔ لیکن ہر گھڑی ایک

ہاں ۔ میاں جب ہم نے کہا کہ آج کل کا حسن بھی کیا ہے ۔ منہ پونچو تو مث جائے ۔ ہیاں جب ہم نے کہا کہ آج کل کا حسن بھی کیا ہے ۔ منہ پونچو تو مث جائے ۔ ہمارا مطلب سرخی پاؤڈر سے تھا ۔ پھر دیکھا تو عورتیں منہ پونچ رہی بیں ۔ گویا پسینے ہے برا حال ہو رہا ہو ۔ حالاتکہ گرمی نام کو نہ تھی"۔ بین ۔ گویا پسینہ!" نوجوان مسکرا کر خاموش ہوگیا ۔

" اسی موضوع پر تنقریر کی تھی"۔ منڈی ہوئی داڑھی والا بال بناتے ہوئے کہنے لگا۔

"خیر خیر میاں!" کمبی داڑھی والا گنگنایا اور پھر اٹھ کر جوش میں کہنے لگا۔
"موضوع تو وہی پرانا ہے۔ ہاں تاخیر اللہ تعالیٰ بیدا کرنے والا ہے"۔ اس کا ہاتھ داڑھی پر جا پڑا۔ اور وہ محسوس کرنے لگا۔ کویا وہ تاخیر سے بھیگ رہی ہو۔ ایکن والے نے کنگھیوں سے دیکھ کر مسکرانا شروع کر دیا۔

دومعظم پورہ میں ۔۔۔۔۔ " منڈی ہوئی داڑھی دالے نے ازسرتو بیان کرنے کی ناکام کوسٹش کی ۔

"مولا ہی مولا ۔ سب رولا ہی رولا ۔۔۔۔ " بڑی داڑھی والے نے تعرہ لکا کر معظم پورہ کی بات ان سنی کردی ۔

ا پورہ ی بات ان کی طوی ۔ "ایسا مسئلہ چھیر سٹیے آج"۔ چودھری بولا ۔ "کہ مولا ہی مولا ہو جائے"۔ "کاؤں والے آپ بے تاب ہیں"۔ ٹوجوان نے کہا ۔

"بر تاب تو بین" للبی وارهی والے نے پرتاب اندازے کہا ۔ "پر

"تاب والول مے ڈر جاتے ہیں یہ لوگ!" منڈی ہوئی وار حی والے نے منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا ۔۔

"اب تو و نیا میں بے تابی کا دور ہے"۔ ایکن والا گنگنایا اور پھر مسکرا دیا ۔
"واہ صاحب کیا بات کی ہے ۔ کیا نکتہ پیدا کیا ہے" ۔ منڈی ہوٹی داڑھی والے نے کہا ۔

"ارے میان!" لمبی دارهی والا بولا _ نکته کیا کرے کا _ نکته چین بیدا کریکا

سظر والان کی طرف دیکھ لیتے جہاں سے مولانا تشریف لانے والے تھے۔ ان کے انداز سے شوق اور جوش کی شدت ظاہر ہو رہی تھی ۔ کئی ایک کپڑے سے ٹانگیں اور پیٹھ باندھے ہوئے بٹیجے تھے ۔ کسی نے اپنی لاٹھی کو گھوڑا بنا رکھا تھا ۔ آنکھ میں زندگی کی چک لہرا رہی تھی ۔

وفعناً وه خاموش ہو گئے ۔۔۔۔۔ مولانا تشریف لارہے تھے ۔

تینوں اصحاب دالان سے نکلے اور ایک وقار سے پنڈال کی طرف آئے۔ بڑی واڑھی واڑھی واٹر سے پنڈال کی طرف آئے۔ بڑی واڑھی واڑھی وائر سے پھیرتے ہوئے کھنگھارا۔ آہم ۔۔۔۔ !!" اپنی آواز کی گونج سن کر اس کے چبرے پر اطبینان کا ایک اور فلاف چڑھ کیا۔

اچکن والے نے مجمع پر شکاہ ڈالی اور محسوس کیا گویا وہ کسی بھیڑ خانے میں آگھسا ہو ۔ معاً اس کے ہاتھ کی چھڑی اُبحر کر عصا بن گئی ۔

منڈی ہوئی داڑھی والے نے اپنے منہ پر ہاتھ بھیرا اور اپنا سونٹا یوں آہستہ سے ٹیکنا شروع کر دیا کویا وہ بے آواز ہو ۔

وہ تینوں پنڈال پر بیٹھ کئے ۔

"لبی داڑھی والے نے قرآن کریم کی آیت پڑھتے ہوئے سامنے مجمع کی طرف دیکھا ۔ کیروں کا ایک بڑا سا ڈھیر پھوٹی چھوٹی ڈھیروں میں بٹا جا رہا تھا ۔۔۔۔۔ بھیرین سر جھکائے ادھر ادھر سرک رہی تھیں ۔ کویا پناہ مانگ رہی ہوں ۔ اس نے نکاہ اٹھائی سامنے اس بیٹھے سے ٹیلے پر ڈھیریاں بکھری پڑی تھیں ۔ رینگ رہی تھیں ۔ جیسے ان درختوں کی پناہ میں آ جائے کی خواہاں ہوں اور درخت شاخیں بھیلائے کورے تھے ۔ کسی جذبہ سے مسعور ہو کر وہ جلال میں بولا ۔ "اے مردہ مسلمانو! تم ۔۔ تم اس منت کے افراہ ہو جو بولا ۔ "اے میں دُنیا بحر کے لئے ہیام حیات بن کر آئی تھی ۔ لیکن آج تم ۔ مردہ بھیروں سے ڈیادہ حیثیت نہیں رکھتے"۔

اس نے تم پر زور دیتے ہوئے کہا ۔ اور پھر جلال میں آہم کھنکھارا مہم

" _ آواز گونجی اور وہ اطمینان سے لوگوں کی طرف دیکھنے لکا _ جیسے تم اور ہم کا فرق واضح کر چکا ہو ۔

"بھیڑوں سے بڑھکر حیثیت نہیں رکھتے"۔ اس نے دھرایا ۔ معاً اچکن والے نے محسوس کیا گویا اس کے ہاتھ میں چھڑی کی جکد عصاتھا۔ "آج تم ایک مردہ قوم ہو۔ اپنے اپنے نفس میں مدفون ۔ آج تم محض دھیریاں ہو۔ قبروں کی سی ڈھیریاں اُس نے ایک نظر ٹیلے کی طرف دیکھ

"آج م ایک مرده قوم ہو ۔ اپنے اپنے مقس میں مدفون ۔ اج م حص مٹی کی دھیریاں ہو ۔ قبروں کی سی دھیریاں اُس نے ایک مظر شیلے کی طرف دیکھ کر کہا ۔ "ان مزاروں پر بھی روشنی کے بگولوں نے یورش کر رکھی ہے ۔ لیکن اللہ تعالی کی رحمت! وہ شیلے کی طرف انتخی اٹھا کر خاموش ہوگیا ۔ وہ دیکھو شیلے کی قبریں بگولوں کی زو میں آئی ہوئی ہیں ۔۔۔۔ وہ درخت ۔۔۔۔ وہ درخت ۔۔۔ وہ درخت ۔۔ بوڑھے ہیں چاتی ہیں چاتی ہیں پسلیاں عل آئی ہیں" ۔ اچکن ورخت کی طرح اپنی والے نے اپنی چھاتی پر ہاتھ بھیرا ۔ لیکن وہ درخت ۔ اللہ کی رحمت کی طرح اپنی والے نے اپنی چھاتی پر ہاتھ بھیرا ۔ لیکن وہ درخت ۔ اللہ کی رحمت کی طرح اپنی طرف اشانیں بھیلائے قبروں کو پناہ دے رہے ہیں ۔ وہ دیکھو" اس نے از سرنو شیلے کی طرف اشارہ کیا اور دونوں ہاتھ شہنیوں کی طرح بھیلا دیئے ۔

معاً اس کے دونوں ساتھی اٹھ بیٹھے ''خاموش'' منڈی ہوئی داڑھی والا اپنا سونٹا ہجوم کے سر پر کھڑا کرکے چالیا ۔ میٹھ جاڈ ۔ میٹھ جاڈ تراشی ہوئی داڑھی والے نے اپنا ہاتھ اور چھڑی پھیلاتے ہوئے کہا ۔

وہ تینوں ہاتھ پھیلائے اس شیلے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جہاں تین درخت ٹہنیاں پھیلائے کھڑے تھے۔ پنڈال تلے ان تینوں کے زیر سایہ بھیڑیں مٹی کی ڈھیروں کی طرح دیکی ہیٹھی تھیں۔

"ہاں ۔۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ابھی تمہاری محافظ ہے" کمبی داڑھی والا جلال میں بولا"۔ "لیکن تم اپنے شفوس میں مدفون ہو ۔ تم ۔ اہم ۔۔۔۔ اس نے کلا صاف کیا ۔ ہم ۔۔۔۔ " ویرائے نے تمسخر ہمری آواز میں جواب دیا ۔

کلا صاف کیا ۔ ہم ۔۔۔۔ " ویرائے کے شے تمسخر ہمری آواز میں جواب دیا ۔

لیکن وہ تینوں باہیں پھیلائے گھڑے دہے اور ہمیڑیں رینگتی رہیں ۔

ياكل

میں پاکل ہوں ۔ میرا پاکل بنا صرف اس کئے ہے کہ مجھے ظہیر سے محبت ہے ۔ اب میں جان گئی محبت ویوانگی کے سوا کچھ نہیں ۔ ہاں ۔ پاکل بنا وبنا یہ بن جانا ۔ کاش میں خود پاکل نہ بنتی ۔ لیکن اب پہھتانے سے حاصل ۔ وقت بیت چکا ۔ جو ہونا تھا ہو چکا ۔

کون ہے جو میری کہائی سے واقف نہیں ۔ میں وہ بدنصیب عورت ہوں جو ونیا بھر میں بدنام ہے ۔ جے دیکھ کر کہنیاں چلتی ہیں ۔ ایکنیاں اتھتی ہیں -آنکھوں میں عربان اشارے محصلتے ہیں ۔ لوک دیکھ دیکھ کر مسکراتے ہیں ۔ مسخر بھری مسکراہٹ وہ یوں کورے کے کورے رہ جاتے ہیں ۔ کویا میں دنیا کی حسین ترین عورت ہوں ۔ جھوٹ ہے! سراسر جھوٹ !! میں ایک دیلی پتلی اداس عورت بوں اور بس کورا رنگ حسن نہیں ہوتا ۔ سُتے ہوئے کم چبرے کو خوبصورتی سے کیا تعلق ۔ البت میری آنکھ ۔ لیکن نہیں ان آنکھوں میں اداسی اور بے بسی کے سواکیا ہے شوخی نہیں ۔ چک نہیں خار نہیں تبسم نہیں ۔ پھران کی سی بیں میری آنگھوں کو تلاش کیوں کرتی ہیں ۔۔۔۔ کیوں ؟ ان چھلکی ہوتی کٹوریوں میں عم کے سواکیا ہے ۔ پھر بھی انہیں چھیا چھیا کر رکھتی ہوں ۔ شکر ہے کہ میری پلکیں اتنی لانبی ہیں ۔ شاید میرے اِن سے ۔ آنسو بال بن کر اک آئے ہیں ۔ لیکن لوگ کسی صورت چین نہیں لینے دیتے ۔ پلکیں اٹھا کر ویکھول تو یوں مفت جاتے ہیں ، جسے سدھ بدھ نہ رہی ہو ۔ پلکوں سے ڈھانے رکھوں تو يوں جھانكتے بيں كويا ميں چنتائى كا عل بوں ۔ آوازے كتے بيں ۔۔۔۔۔ أف ان كى وه عربال باتيں به تنكى نكابيں مدرور و مجھے ايسى عورت مجھتے بیں جس کے بارے میں جو جی چاہے جہاں جی چاہے کہا جا سکتا ہے ۔ اور یہ سب اس دیوانے رضا کی مہریاتی ہے ۔۔وہ ہوشیار دیوانہ ۔۔۔۔ اُف اس کی کھناڈتی

شکل ۔ موجا ہوا چہرہ ۔ اور خاموش وحشت بھری شکاییں ۔ میں جاتتی ہوں وہ دیوائد نہیں ۔ دیوائد نہیں ۔ دیوائل کے پردے میں مجھ سے اعتقام کے رہا ہے ۔ اُف کس قدر خوفناک اعتقام ہے اس کا ۔ ہوس کار فریبی !! کیا ڈھونگ رچا رکھا ہے ۔ اور یہ سب صرف اس لئے کہ میں نے اُس سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا ۔ اپنا شریک دیات آپ نجننے کا مجھے حق نہیں کیا ؟

جبال میں صرف میں ہی ایک عورت ہوں ۔

کیے اچھے تھے وہ دن جب میں الہور کی بھیڑ میں تنہا تھی ۔ جب میں المہور کی بھیڑ میں تنہا تھی ۔ جب میں برسری جاہی ہوں جہ بھاگی دوڑی پھرتی تھی ۔ کوئی میری طرف گھورتا نہ تھا ۔ سرسری جاہیں اور بس ۔ پھر میں اور رضا اکھے سیر کرنے گئے ۔ لیکن کوئی بارے اکٹھے گھوٹ پر معترض نہ تھا ۔ ان دئوں نوگ بہاری راہ سے ہٹ کر اپنی راہ ناپا کرتے تھے ۔ ان دئوں بھی تو میں میں تھی ۔ یہی میں ۔ یہی رنگ ۔ یہی آنکھیں ۔ پھر ۔۔۔۔۔ ؟ آہ!! ان دئوں میری زندگی میری اپنی زندگی میری اپنی زندگی میری اپنی زندگی کے ایکن اب وہ کویا عوام کی ملکیت بن چکی ہے ۔ لیکن کھوں ؟ ۔۔۔۔ بر راہ گیر مجھے یوں دیکھتا ہے جسے وہ میرا راز جاتنا ہو ۔ جسے میں ان کے ایک اشارے کی منتظر بیٹھی بوں ۔ جسے وہ میرا راز جاتنا ہو ۔ جسے وہ میں ان کے ایک اشارے کی منتظر بیٹھی بوں ۔ جسے وہ جس سے دو میرے کہوے ۔۔ اُف!! میں سیمھور پر سالے میں ان کے ایک اشارے کی منتظر بیٹھی ہوں ۔ جسے وہ میرے کہوے ۔۔ اُف!! میں سیمھور پر سالے میں ان کے کیڑوں میں دھنے کی ہوں میری حالت ان عور توں ہیں جانچتے ہیں ۔ پر کھتے ہیں ۔ لیکن ان کی شکاییں ان کے کیڑوں میں دھنے کی سیس جانچتے ہیں ۔ پر کھتے ہیں ۔ لیکن ان کی شکاییں ان کے کیڑوں میں دھنے کی سیس جانچتے ہیں ۔ پر کھتے ہیں ۔ لیکن ان کی شکاییں ان کے کیڑوں میں دھنے کی سیس جانچتے ہیں ۔ پر کھتے ہیں ۔ لیکن ان کی شکاییں ان کے کیڑوں میں دھنے کی سیس جانچتے ہیں ۔ پر کھتے ہیں ۔ لیکن ان کی شکاییں ان کے کیڑوں میں دھنے کی سیس جانچتے ہیں ۔ پر کھتے ہیں ۔ لیکن ان کی شکاییں ان کے کیڑوں میں دھنے کی سیس جانچتے ہیں ۔ پر کھتے ہیں ۔ لیکن ان کی شکاییں ان کے کیڑوں میں دھنے کی

جاتے ۔ "وہ ہے "۔۔۔ "وہ ۔" "دیکھا" ۔۔ "اسے جاتے ہو" ۔۔۔۔۔ "بانكى ہے بانكى" _ كليول ميں دروازے كھلتے _ "اچھا _ يہ ہے وہ" _ "بائے رى يە كافرە" ـ يال ـ بال يىلى ـ كوئى مسكراتا ـ كوئى ناك چردهاتا ـ عورتين ہونٹوں پر انکلی رکھ کر حیران کھڑی ہو جاتیں۔ آپ چاہے کسی سے آنگھیں لکائے ہوئے ہوں ۔ لیکن مجھے دیکھ کر ہاتھ کانوں پر رکھ لیتیں جیسے ابھی ابھی مج کرکے آئی ہوں مجھے دیکھ کر ناک سکوڑ لیتیں اور پھر میاں یا دیور کی ظرف دیکھ کر مسکراتیں تنکی مسکراہٹ ۔ بربنہ وعوت ۔ بھوکے ساتھی کے ہونٹ لیسدار جونک کی طرح لٹک آتے اور ہوس سے اندھے کوشت کے لوتھ سے قریب ہی کھے ڈھونڈنے لکتے ۔ یہ بیں وہ لوگ جو مجھے مفرت سے دیکھتے ہیں ۔ اس لئے ك كوئى اتتقاى جوش سے بحرا ہوا مرو ميرى محبت ميں ويوانہ ہو جائے كا وصونگ ریائے معصابے ۔ کلی کوچوں میں میرے نام کے نعرے لکاتا بھرتا ہے ۔ ویوانہ ہونے کے باوجود اس قدر ہوشیار ہے کہ ہر سے عشق بیجاں کا پھول اٹھائے اس ے باتیں کرتا رہتا ہے ۔ میرا نام "آئی وی" ہے نا اس نئے ۔ ویوانہ ہونے کے باوجود مجم سے عشق کرنے کے دعوے کو تہیں بھلاسکا ۔ استا نہیں بھولتا کہ میں کس راہ سے ہسیتال جاتی ہوں ۔ وہ ویوانہ جو جگہ جگہ میرے پیچھے سایہ کی طرح ا کا رہتا ہے ۔ شہر شہر میرا چیچھا کرتا ہے ۔ مجھے اس کی ہوشیاری اور ضد پر حیرانی ہوتی ہے ۔ اُف وہ ہوشیار ویوانہ جس کا وجود محبت کے ماتھ پر کانک کا نیکہ

لوگ سمجھتے ہیں میں اس کی دیوانگی کا باعث ہوں ۔ اُف یہ لوگ اور ان کی باعیں وہ اس خبطی کو عشق کا بیغامبر سمجھتے ہیں ۔ اس کی ہر حرکت ان کی شاہ میں محبت اور وفا کا مرقع ہے ۔ وہ میری ہربات سے بے وفائی اور ستم کیشی اخذ کرتے ہیں ۔ اور پھران اخذ کی ہوئی شفصیلات کو اپنی خواہشات کے مطابق تر تیب و ب کر خوش ہوتے ہیں ۔ یہاں سے کاٹ چھائٹ کی ، وہاں بڑھایا چڑھایا تاکہ کہائی سنسنی خیز ہو جائے انہیں سنسنی پیدا کرتے سے لطف آتا ہے ۔ ان کی سن سن کرمیں آپ اپنے قصے کی حقیقت پرشک کرنے گئی ہوں ۔ سمجھ میں نہیں آتا ، کرمیں آپ اپنے قصے کی حقیقت پرشک کرنے گئی ہوں ۔ سمجھ میں نہیں آتا ، آیا میری بات سجی ہے یا وہ جو ڈبان ڈو خلق ہے ۔ لیکن ایک بات ڈبان ڈو خلق آیا میری بات ڈبان ڈو خلق

کومشش نہیں کرتیں ۔ جیسے ۔ جیسے کوئی پلیلا گھناؤنا کیڑا رینک رینگ کر سوراخ کر رہا ہو ۔ لوگ انہیں دیکھ کر راز افشا کرنے کی خاموش دھکی نہیں دیتے ۔ سودا کرنے ہیں ۔ ناک چڑھا لیتے ہیں یا منہ موڑ کر چل دیتے ہیں ۔

ہاں میری حالت اخلاق سے کری ہوئی ان عور توں ۔۔۔۔ لیکن نہیں ۔ كون جانتا ہے كن حالت في كسيث كر انہيں وہاں لا بتھايا ہے ____كون كمد سکتا ہے ۔ نہ جائے میں ۔۔۔۔ لیکن تہیں میں آپ سے کچو نہ چھیاؤں کی ۔۔۔۔۔ چھیانا ؟ میں اینے آپ کو جھوٹی تسلی دے رہی ہوں ۔ کہ میرے پاس اب بھی چھپانے کو کچھ باتی ہے ۔ جھوٹی تسلی میں تسلیم کرتی ہوں کہ بارہا ميرا جي چاہا کہ ميں لالٹين جلا كر بيٹھ جاؤں ۔ اور اپنے آپ كو ان عربان اشاروں اور نکابوں سے محفوظ کرلوں ان وھنس جانے والی مفولتی ہوئی شظروں کی زو سے رج جاؤں ۔ ایسا کرنے سے جسم روندا جائے کا ۔ روح تو بچ جائے گی ۔ اب وہ میری روح کو لتار دہے ہیں ۔ ۔۔ لیکن مجھ میں جرأت بھی ہو ۔ ہاتھ کا کھلونا بننے لئے جرأت ہونی چاہئے اور مجھ سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا کہ برقعہ پہن لیتی ۔ ڈرتی رہی کہ لوگ کہیں گے ۔ غیر مسلم ہو کر بر تعد پہنتی ہے ۔ ڈرتی رہی کہ مزید چرچا ہوگا ۔ فقرے کسے جائیں کے ۔ پہن لیتی ۔ تو نہ جائے وہ ویوانہ کیا کرتا ۔ الوك فكابون سے نوج ليتے _ وهجيال اثا ويتے جب تنكے مندكى بے خائش عموميت مجھے چھیا نہ سکی تو پردہ کیا چھیا سکتا تھا۔ وہ پردا جس کی اوٹ کے کر ایک عام عورت بھی حسین بن سکتی ہے اور راہ جاتے لوگوں کے لئے سنکار کئے ہوئے

چہرے سے زیادہ پر جوش وعوت بن جاتی ہے ہو فیر اب تو میں بڑی صد تک اس جیتی جالتی ہدنای سے بے نیاز ہو چکی ہوں ۔ جو قدرت نے میرے ماتھ میں کیل بنا کر ٹھونک دکھی ہے ۔ لیکن جب سوچتی ہوں ۔ جو قدرت نے میرے ماتھ میں کیل بنا کر ٹھیس لگتی ہے ۔ نیج ۔ نیج ۔ سوچتی ہوں ۔ کہ میں نے کیا سہا ہے تو دل پر ٹھیس لگتی ہے ۔ نیج ۔ نیج ۔ میٹ سمٹ کر جھکی جھکی آنکھوں سے چلنے کے باوجود میں یوں محسوس کیا کرتی سمٹ سمٹ کر جھکی جھکی آنکھوں سے چلنے کے باوجود میں یوں محسوس کیا کرتی تو یا زمین کی بجائے میں ہوں پر پھسل رہی ہوں ۔ تکابوں کا تاتتا بند جاتا ۔ ایک تار فوٹ سے بیشتر دوسرا مسکرا مسکرا مسکرا کر برماتا ۔ تیسرا کلیڈ آئی کی جونک لگا دیتا ۔ ہونٹ بلتے ۔ آواڈے کے

ہوں تو بھی سمجھ میں آئے ۔ ہر کوئی اُسے یوں ترتیب دینے پر تلا ہوا ہے ۔ کہ رضا کی محبت بلند تر دکھائی دے ۔ اس کی دیوانگی قربانی نظر آئے اور میری خاموشی بے حسی طلم اور نہ جانے کیا ۔ بات یوں ڈھالی جاتی ہے ۔ جس سے ظاہر ہو کہ مجھ سے بڑی فاحشہ کوئی نہیں ۔ ابھی تک مجھ میں تمیز باتی ہے ۔ چھوٹی موٹی تفصیلات تو خلط ملط ہو چکی ہیں ۔ لیکن اہم تنفصیلات یاد ہیں مجھے ۔ آب رضا کو نہیں جاتے ۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ دیوانہ رضا ہے تو آپ کی بھول ہے ۔ وہ رضا کچھ اور تھا ۔ مجھے وہ دن یاد ہے ۔ جب میں نے اے پہلی مرتبه دیکھا ۔ اس روز میری ڈیوٹی ڈی وارڈ میں لکی ہوئی تھی ۔ نائٹ ڈیوٹی ۔ وس کے قریب وہاں چہنچی ۔ اور حسب معمول راونڈ کرنے لکی ۔ وہ مجھے دیکھ كر چونكا _ اور بحر فكتكي بانده كر ويكونتا ربا _ أكريد يد كوئي نئي بات نبيس - أكثر مریض ہیں دیکھ کر یہ ظاہر کرنے کی کوسٹش کرتے ہیں ۔ جیسے اس قانی دنیا میں کوئی غیر فانی مخلوق کو دیکھ کر اوسان کھو رہا ہو ۔ لیکن اس کے باوجود رضا کا انداز ا اس کی میلا میں بناوٹ کی بجائے بے ساختگی کی جھلک تھی ۔ شاید اسی وجہ سے میں جھیٹپ گئی ۔ میں تے جلدی سے اس کا کلٹ ویکھا اور دوائی بنا کر لے آئی ۔ دوائی پنتے ہوئے بھی وہ میری طرف تکتا رہا ۔

اس کے سوا اُسے کوئی بی بائل ٹوٹی ہوئی تھی ۔ چو کھیل کے میدان میں ٹوٹی تھی ۔ اس کے سوا اُسے کوئی بیکلیف نہ تھی ۔ چوکور چہرہ ۔ سانولا رنگ کشادہ پیشائی پر کندل دار بال اور مست آنگھیں ۔ جن پر مہری بھوس تنی ہوئی تھیں ۔ نہ جائے انہیں ویکھ کر یہ احساس کیوں ہوتا کہ کوئی سانپ کنڈلی مار کر بیٹھا ہے ۔ شاید اس لئے کہ ان بھووں میں بلا کا اضطراب تھا ۔ داونڈ کے بعد میں اپنی نشست پر آبیٹھی ۔ اسے دیکھے بغیر میں محسوس کر رہی تھی ۔ کہ وہ میری طرف دیکھ دہا آبیٹھی ۔ اس احساس کی وجہ سے یا نہ جائے کیوں میرا دل دھک دھک کر دہا تھا ۔

آخر مجھ سے در رہا گیا۔ میں نے آنکھ بچا کر اوھر ویکھا۔ اس کی شکامیں میرے مند پر لکی ہوئی تھیں۔ میں نے آنکھیں جھکالیں۔ اور یوں میٹھ رہی۔ حیے کوئی شدت سے کام میں مصروف ہو۔ لیکن آخر کب تک یوں میٹھ رہتی۔

تام مریض سو گئے یا چپ چاپ پڑ دہے ۔ وارڈ کے پر لے سرے پر دو ایک کراہ دے تھے ۔ لیکن وہ کرون موڈے میری طرف تک دہا تھا ۔ مجدسے دہا تدگیا ۔ نیند نہیں آئی تمہیں ۔ میں نے پاس جاکر اسے کہا ۔ وہ چوبی ۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے تا ۔ میں نے لاپرواہی سے سرسری طور پر کہا ۔ میں بڑے مزے مرب میں ہوں " ۔ وہ مسکرایا ۔ لیکن اس طرح صحت پر برا اثر پڑے گا ۔ میں تو چینے لگا ہوں ۔ کب سے مردوں کی طرح پڑا تھا ۔ میرا کی طرح پڑا تھا ۔ میرا کی طرح پڑا ۔ میرا ۔ میرا ۔ میرا کی طرح پڑا ۔ میرا ۔ میرا ۔ میرا کی طرح پڑا ۔ میرا ۔ میرا اب ۔ ۔ ۔ ۔ میرا کی طرح پڑا ۔ میرا ۔ میرا ۔ میرا ۔ میرا ۔ میرا کی طرح پڑا ۔ میرا کی طرح پڑا ۔ میرا ۔ می

وو ایک ون تو میں نے کوسشش کی کہ رضا سے بے نیاز رہوں ۔ لیکن میں کیا کرتی ۔ ساری ساری رات وہ میری طرف تکتا رہتا ۔ حتی کہ اس احساس کی وجہ سے محصے کام میں مشغول دکھائی دینا مشکل ہوگیا ۔ یہیے پہل میں بہائے بہانے سارے وارڈ میں پھرا کرتی تھی ۔ لیکن دو ہی دن میں مجھے اِدھر اُوھر جان دو بھر وکھائی دینے لکا ۔ جلدی جلدی جاتی اور پھر کام تختم کرکے واپس آجاتی ۔ فہ جائے کیوں میں نے کرسی کو بھی ایسے مقام پر سرکا لیا تھا ۔ بہاں سے وہ میرا سارا چبرہ دیکھ سکے ۔ بہت جلد ہم اچھ خاصے ووست بن کئے ۔ اس کا بات کرنے کا انداز انوکھا تھا ۔ مخلف سے عادی ۔ بات کرتے ہوئے جھیکت بھی نہ تھا ۔ اس کے علاوہ اظہار محبت کے سوا اسے کسی بات سے دلچسپی نہ تھی ۔ ہربات میرے ذكر پر ختم ہوتى _ پوچھتى ہوں _ آپ كو چوٹ كيسے آئى _ جواب منتا ہے _ "کیوں نہ آتی چوٹ نہ آتی تو تم سے کیسے ملتا" ۔ لیکن اس روز جب اس نے سنا کہ میں ووسرے وارڈ میں لکنے والی ہوں ۔ تو نہ جائے اسے کیا ہوا ۔ ایک ساعت کے لئے اس کا منہ لال ہوگیا ۔ "بس اتنی سی بات پر" میں نے ازراہ مذاق کہا ۔ "اتنی سی بات !" وہ ینسا ۔ اف وہ بنسی ۔ اسی کی بنسی میں دیوانگی کی جھلک تھی ۔ نہ جائے تجھے کیا ہوا ۔ جی جاہا ادھر ادھر ہو جاؤں ۔ "اتنی سی

بات الموه برهر بدسات در جانے کیوں اتنی سی بات پر میں کیوں اس قدر پریشان ہوگئی ۔ نتیجہ یہ جوا ۔ کہ میں نے اپنی ڈیوٹی بدل لی ۔ یہ میری غلطی تھی ۔ اگر میں اپنی ڈیوٹی المسجنیج نے کرتی تو حالات نہ بگڑتے ۔

چند ہی ونوں میں وہ مجد سے بے سکلف ہوگیا ۔ اصل میں اس کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی تھی ۔ کہ اس سے باشکلف رہنا مکن نہ تھا۔ اس کا اتداز ایسا تھا کہ چند ہی باتوں میں وہ دوسرے کو مانوس کر لیتا ۔ اس کی ہر بات گھو تگھٹ اُسی دینے والی تھی ۔ کہ وہ ایسی جلدی بخچے شادی کا ہیفام دے دیکا ۔ آپ جائے ہیں ۔ نرس کی ڈیوٹی دوا پلائے اور پہٹی کرٹے تک محدود نہیں ہوتی ۔ بھیں ہر مریض کا دل بہلانا پڑتا ہے ۔ ہماری حیثیت مریض کے باتھ کے کھلوئے سے ٹیادہ نہیں ہوتی ۔ تو میں رضا کا دل بہلائے کی کوشش کیا کرتی لیکن مجھے یہ وہم بھی نہ تھا ۔ کہ میری ہر بات کسی بہلائے کی کوشش کیا کرتی لیکن مجھے یہ وہم بھی نہ تھا ۔ کہ میری ہر بات کسی دو بتے کے کا سہارا ہو رہی ہے ۔ بر مریض نرس سے اظہار محبت کرنا چاہتا ہیں باتوں میں محبت کی جھلک ہے ۔ ہر مریض نرس سے اظہار محبت کرنا چاہتا دیک میری باتوں میں محبت کی جھلک ہے ۔ ہر مریض نرس سے اظہار محبت کرنا چاہتا دیک میری باتوں میں عبت کی جھلک ہے ۔ ہر مریض نرس نے اظہار محبت کرنا چاہتا دیک سے ۔ یہ حالے کیوں نرس ، کو محبت بھری شاہ ہو گئی ہوئی ہوئی اس وقت وہ اس دیا کے کیوں نرس ، کو محبت بھری شاہ ہوئی ہوئی ہوئی اس وقت وہ اس دیا کی طرح مشتھل کیوں ہو جاتے ہیں ۔ جس

اس وقت لینا ہوا وہ کلکی باندھے میری طرف دیکھ دہا تھا۔ اور میں اس کے کلٹ پر اندراج کر رہی تھی۔ اس نے مجھے بلایا اور پاس آنے کا اشارہ کیا۔ میں سرسری طور پر اس کے پلنگ پر جھکی۔ اس کا چہرہ سنجیدہ تھا۔ بولا "آیک بات پوچھوں"۔ ہاں باں میں نے للہواہی ہے کہا۔ اس نے بلا تکلف میرا ہاتھ اسٹے ہاتھ میں لے لیا۔ اور کہنے لکا۔ "مجھ سے شادی کروگی۔ آئی وی" میں چونک پڑی لیکن جلد ہی اپنے آپ کو سنجمال کر خاق سے بولی۔ "شادی ؟" ہیاں"۔ وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ "اور اگر میں "ند "کمہ ووں تو ؟" میں نے بات کو خاب و خیال میں ہی تو ۔۔۔۔ تو وہ پریشان ہوگیا۔ جیسے یہ کنکنایا۔ کیا ہو کا میں مسکراٹی "کیا ہو گا۔ "تو تہ اس نے ادرگرو دیکھ کر کہا۔ یہ بتیال گنکنایا۔ کیا ہو کا میں مسکراٹی "کیا ہو گا"۔ اس نے ادرگرو دیکھ کر کہا۔ یہ بتیال گنکنایا۔ کیا ہو کا میں مسکراٹی "کیا ہو گا"۔ اس نے ادرگرو دیکھ کر کہا۔ یہ بتیال کی ایس کے خواب و خیال میں ہی تہ تھا۔ "تو تہ جائے گیا ہو جائیں گے۔ اور یہ دنیا۔۔۔۔۔" بجھ جائیں گی ۔ اس نے گوئی سے باہر اشارہ کیا۔ "وہ چائیں گے۔ اوریہ دنیا۔۔۔۔۔"

بہت کچر ہو گا پھر تو" ۔ میں پنسی ۔ "بال" اس کا چرہ اور سنجیدہ ہوگیا ۔
یہویں سکڑیں ۔ "میں پاکل ہو جاؤں گا ۔۔۔۔ مذاق نہ سمجھو آئی وی ۔
داق میں اڈاؤ" ۔ میں اس کے سنجیدہ اور وحشیانہ انداز کو دیکھ کر گھبرا گئی ۔
"اتنی جلدی بھی کیا ہے ۔ مجھے سوچنے دو" "اچھا" وہ تیوری چڑھا کر بولا "افکار نہ کرنا ورنہ ۔۔ "اس کا انداز دیکھ کر میں کانپ گئی ۔ "جوش میں نہ آؤ مسٹر رضا فائک بل جائے گی" ۔ فائک "دوہ چالیا" کر یہ فائک تمہارے اور میرے درمیان حائل ہے ۔ تو تمہاری قسم میں اسے اکھاڑ کر بھینک دوں گا"۔

اس دن سے مجھے رضا سے ڈر آئے لگا۔ اس کے جوش اور شوق کی شدت کو دیکھ کر میں سہم جاتی ۔ اس کی تنی ہوئی گھنی بھویں یوں ابھر تیں جیسے طوفان میں کرداب اٹھ رہے ہوں ۔ اس سے میل مداپ بند کر لینے کی ہمت نہ تھی ۔ سو بات بڑھ کئی ۔ اس کی تکابیں میرے لئے مخصوص ہو بات بڑھ کئی ۔ اس کی تکابیں میرے لئے مخصوص ہوگئیں مجھے ایسا محسوس ہونے لگا ۔ کہ وہ صرف میرے لئے جیٹا تھا ۔ صرف میرے لئے ۔ جس قدر ڈرتی اسی قدر اسے جھٹلانا مشکل ہوتا جاتا ۔ میری خاموشی میرے لئے میرا دھیان اس کی توقعات کو ہوا دیتی ۔ خوف کے باوجود یا شاید اسی لئے میرا دھیان اس کی طرف لگا رہتا ۔ حسے کبو تری شکاری کی بندوق کو دیکو کر دہشت سے بے حس و حس و حس و کرکت میں اس کی باندھ کر دیکھنے پر مجبور ہوتی ہے ۔

جلد ہی وہ دن آگیا۔ جب وہ خود چاتا ہوا میرے گر آیا۔ وہ پہلا دن تھا۔ جب ہمارے تعلقات میں مریض اور نرس کی سی بات نہ تھی لیکن اس کے باوجود اس نے خود کو فریب وے وے دے کر اپنے آپ کو مریض بن رکھا تھا۔ ایسا مریض جس کی صحت کا وارو مدار مجھ پر تھا۔ میں جیشہ کے لئے اس کے نزدیک ترس بن چکی تھی۔ میرے گھر وہ صرف دو ایک مرتبہ آیا۔ اس کے بعد مجبوراً مجھ بن چکی تھی ۔ میرے گھر وہ صرف دو ایک مرتبہ آیا۔ اس کے بعد مجبوراً مجھ شقیقت کا اظہار کرنا پڑا۔ اگرچہ میں نے پوری کومشش کی ۔ کہ اے انکار کے ساتھ تیار کر دول ۔ لیکن اب ان شفصیلات سے قائدہ ؟

انکار سن کر وہ ایک زخمی پرندے کی طرح ترٹیا ۔ اس کی بھویں سمٹیں منہ سرخ ہوگیا ۔ بھر دفعتاً اُس نے ایک قبِقبِہ لکایا ۔ کرخت اور بھیانک قبِقبِہ ۔ قائده ـ

انہیں وتوں مسٹر ظہیر مجد سے ملے وہ پہلے شخص تھے جنہیں مجد سے ہدروی تھی ۔ ورنہ لوگ تو مجھے ڈائن سمجھتے تھے ۔ وہ ڈائن جس نے اپنے جادو سے اسے دیوانہ بٹا رکھا تھا ۔ اور اپنے اس شہکار پر نازال تھی ۔ نہ جانے لوگوں کو دیوانوں سے ہمدردی کیوں ہوتی ہے ۔ ان کی بربات میں نکتہ پیدا کر لیا جاتا ہے ۔

میں مجھتی ہوں لوگوں کو انوکھ واقعات سے عشق سبے ۔ وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے ۔ کہ عشق و محبت کی کوئی کہانی معمولی واقعات سے بنی ہو ۔ اس کے وہ ہر آپ میتی میں انو کھے بن کا رنگ بحرتے رہتے ہیں ۔۔۔۔۔ زبان زو خلق ہو کر ہاری کہانی میں کیا کیا رنگ نے بھرے کئے ۔ نئی انواقی تفسیلات جوڑی کئیں ۔ رضا کی قربانیاں میرے طلم حنی کہ ہر قصہ ایک عجیب سا قصہ بن گیا ۔ ایک ان سنا قصہ اب تو بارہا مجھے خود شک پڑجاتا ہے ۔ کہ شاید وہ قصہ صحیح ہے۔ مجھے اپنی یادداشت پر اعتبار نہیں رہا۔ باں تو ظہیر بہلا شخص تحار جس سے دلی ہمدروی تحی باس کے ول میں اس ویوائے کے خلاف بغض تھا۔ لیکن اس کے باوجود کبھی کبھار اس کے منہ ہے بھی ایسی بات مکل جاتی جس سے فلہر ہوتا ۔ کہ اس کے ول کی گہرا ٹیوں میں رضا کی مظلومیت اور میری بے وفائی کے تاشرات دیے ہوئے ہیں ۔ میں سن کر چونک پڑتی ۔ دھک سے میرے سینے میں کچھ ڈولنے لکتا کردوہیش دھندلا جائے ۔ مثلًا اس روڑ وہ ازارہ مِداق بولا ۔ "وہ دیوات سیا ہے ۔ آئی ۔ وی تمہرا انداز بی کچھ ایسا ہے ۔ کہ یاکل ہوئے بنا رہا نہیں جانتا" "کیول" - میں چرکئی "میں کیا ہے وفا ہوں"۔ "نہیں" ۔ وہ کھوٹے ہوٹے انداز میں بولا ۔ "ہے وفا نہیں لیکن تمہاری وفا بذات خود ویوانہ کن ہے "۔ پھر وہ ہنس پڑا لیکن یہ بات میرے ول پر پتھر کی لکیر بن گئی ۔ میں ایک حساس لڑکی جوں ۔ بات میرے ول میں کسب کر مجھے عم کی اتفاد کہرائیوں میں وحکیل دیتی ہے ۔ اور میں یول محسوس كرنے لكتى ہوں _ صبح نشے ميں ہوں _ سدھ بدھ نہيں رہتى ____ ہال

اس کے بعد ہر روز ہسپتال جاتے ہوئے راہ میں کہیں نہ کہیں وہ قہقہہ کو نجتا ۔ وہی کھوکھی آواز جس میں تمسخ اور طنز بحرا ہوتا ۔ جیے دور ۔ دور کوئی بدروح اس دنیا کی جھوٹی مفکد خیز باتوں پر تمسخ اڑا رہا ہو ۔ پھر وہ قبقہہ ہمارے بسپتال کی دیواروں میں سے سنے لکا اور بالآخر میرے مکان کے گرد اسنڈ آیا ۔ ایک دن جب میں کھڑی میں کھڑی نہ جانے کس سوچ میں کھوئی ہوئی تھی ۔ میری شکاہ اس پر پڑی ۔ وہ کلی کی نکڑ پر کھڑا تھا ۔ نوجا ہوا منہ آئری ہوئی بھویں ۔ بلوری بھٹی پھٹی آئھیں ۔۔۔۔ اُف وہ منظر !! میں نے ڈر اور شفرت بھری پھریری محسوس کی اور جھجک کر چیچھے ہٹی ۔۔۔۔ پھر وہی قبقہہ ۔ اف وہ کھڑا ہنس رہا تھا ۔ چہرے کے خطوط یوں ابھر سمٹ رہے تھے ۔ جیسے جانگنی کے عذاب میں مبتدا ہو ۔ بصد مشکل میں نے آپ کو اس منظر سے علیحدہ کیا ۔ اور دھڑام میں بے چاریائی پر آگری ۔

اس کے بعد د جانے کیا ہوا ۔ ہر جگہ وہی قبقہ گونجنے لگا ۔ حتی کہ تام ونیا اس کی کونج کی لیبٹ میں آگئی ۔ پھر حالات اس حد تک پہنچ گئے کہ وہ میرے مکان تلے کھڑا میرا نام لے لے کر پکارتا ۔ چیختا ۔ قبقہہ ماد کر ہنستا ۔ میرے نام کا نعرہ گئی کوچوں میں گونجئے لگا ۔ ہسپتال کی دیواریس آئی ۔ وی آئی ۔ وی کی صداؤں سے کونجئے لگیں ۔ باغ کی روشیں ۔ سڑکیں ۔ بازار ۔ اف الالگ میری طرف کھورٹے لگے ۔ مسکرانے گئے ۔ کبنیاں چئیں ۔ آئیسی چکیں ۔

ایک ہنگامہ برپا ہوگیا ۔

ا مہر میں دفی پرندے کی طرح تر پتی دیک ان حالات نے مجھے دیوانہ بنا دیا ۔ میں زخمی پرندے کی طرح تر پتی دیک کر کونوں کی طرف کحسک جاتیں ۔ میرا جسم سمٹ کر معدوم ہون چاہتا ۔۔۔۔ لیکن بے سود!! میں نے مکان بدلے ہسپتال بدلے ایک شہر کو چھوڈ کر دوسرے میں چلی گئی ۔ لیکن وہ دیوانہ ہر جگہ جا پہنچتا ۔ ہر جگہ وہ میرا مکان ڈھونڈ لیتا ۔ اور ایک روز میں دیکھتی کہ وہ میری دہلیز پر میٹھ ہاتھ میں آئی ۔ وی کا پھول لئے اس سے باتیں کر دیا ہے ۔ ہر شے شہر میں نئے سرے سے چرچا ہوتا ۔ شے جوش سے باتیں ہوتیں ۔ شی شہر میں نئے سرے سے چرچا ہوتا ۔ شے جوش سے باتیں ہوتیں ۔ شی شہر میں ۔ نئی ۔ اب میں نے شہر یدلئے کا خبط چھوڈ ویا ہے ۔ کیا شہر میں ۔۔۔۔۔ اف یہ اب میں نے شہر یدلئے کا خبط چھوڈ ویا ہے ۔ کیا

یہ بات ظہیر کے ول کی گہرائیوں میں کردی ہوئی تھی ۔ ورنیہ خاق میں بھی وہ ایسی بات کھول کر نہ کہتا ۔۔۔۔۔ اکثر سٹیج بٹھائے ایک آہ بھر تھینچ کر وہ آپ ہی آپ كنكنانے لكتا ہے ۔ "آئی ۔ وى ۔ اگر تم مجھ سے شادى كرنے سے انكار كر دو تو ۔۔۔۔ "میرے دل پر ایک تحییس سی لکتی ہے ۔ مسکرانے کی کوسشش كرتى ببوئى يوچىتى بون "تو" ---- "تو" ---- شايد ميں بھى كسى وبليز پر آئی ۔ وی کا پھول کے میٹھ جاؤں ۔ "مسٹر ظہیر ۔۔۔ !" میں غصے میں چلاتی ہوں ۔ لیکن وہ اپنی دھن میں مگن کیے جاتا ہے ۔ "کس قدر نشہ ہے اس احساس میں کہ کوئی میرے لئے دیوانہ ہو چکا ہے"۔ "ہاں" میں جل کر کہتی ہوں" ۔۔۔۔۔ ایک ہوچکا ہے ۔۔۔۔ ایک ہوچکا ایک ہو رہا ہے"۔ میری آنکھیں بھیگ جاتی ہیں ۔ اس لئے کہ مجھے ظہیر سے محبت ہے ۔ لیکن اس نے مجھے غلط سمجھ ۔ اُف محبت میں کیا گیا برواشت کرنا پڑتا ہے ۔ اس روز جب اس نے کہا۔ "آئی ۔ وی ۔ مجھے خیال سے آتا ہے کہ میں تم سے محبت نہیں کرتا۔ تو میرے یاؤں تلے زمین سرکنے لکی۔ جمیوں ۔۔۔۔، "شاید میں اس بات پر فخ محسوس کرنا چاہتا ہوں کہ میں اُس کا محبوب ہوں ۔ جے شہر کے لوگ ایریاں اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں ۔ اور بس" "اچھا" میں زبردستی مسکرائی اور چیرٹنے کی خاطر بولی ۔ "لیکن یہ نہ بحو کئے صاحب کہ ہر بلندی کو سر چکرا دینے کی بری عادت ہے" ۔ وہ بنسا ۔ "ہاں رضا نے ویوانہ بن کر اپنا تحفظ کر لیا ہے ۔ تمہاری مہریاتی بے امتنائی دونوں دیوانہ کن جو ہوئے کوئی کیا کرے " ۔ تو آب بحی اینا تحفظ کر لیں" میں چڑ گئی ۔۔۔۔ "شاید" وہ بولا ۔ تمماری باندی كو قائم ركينے كے لئے مجھے قربانی دینا پڑے"۔

اف ظہیری وہ باتیں ۔ مگر ان باتوں کے باوجود یا شاید انہیں باتوں کی وجہ سے میں اس کی طرف کھی جاتی ہوں ۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے ۔ جیسے اس کا ایک جزو مجھے سے نفرت کرت ہے ۔ ڈرتا ہے مجھ سے بچنے کی کوسٹس کرتا ہے نہ جانے کیوں مجھے سوچنے سے بیر ہے ۔ اسے سوچ بچار میں دیکھ کر میں چڑ جاتی ہوں ۔ مشتعل ہو جاتی ہوں ۔ لیکن اس کے باوجود مسحور ہوکر بیٹھ رہتی ہوں ۔ ایسے محسوس کرتی ہوں جھے اپنے آپ پر قدرت نہ ہو ۔۔۔۔ کچھ سمجھ میں ایسے محسوس کرتی ہوں جھے اپنے آپ پر قدرت نہ ہو ۔۔۔۔ کچھ سمجھ میں

نہیں آتا ۔۔۔۔ لیکن مجھے ظہیر سے والہانہ محبت ہے۔ پاکل ہوئی جارہی ہوں ۔۔۔۔ اس کے باوجود لوگ سمجھتے ہیں کہ مجھے پاکل کرنے سے اتکاؤ ہوں ۔۔۔۔ اس نے ساوجود کوگ سمجھتے ہیں کہ مجھے پاکل کرنے سے اتکاؤ ہے۔ ویوانہ بنانے سے دلچسپی ہے ۔۔۔۔۔ اف یہ لوگ!!

آخر وہ دن آ پہنچا ۔۔۔۔ اف وہ دن !! کویا مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی ۔ میری دبی دبی ویوائکی طوفان بن کر اٹھی اور چھاکئی ۔

میں ہسپتال سے واپس آرہی تھی ۔ حسب معمول وہ ویوادہ مجھ سے دس پندرہ قدم چیجھے ہاتھ میں آئی ۔ وی کا پھول کئے اس سے باتیں کرتا ہوا میرے پہنچھے آرہا تھا ۔ وہ جیشہ میرے پیچھے چیجھے آیا کرتا تھا ۔ جب میں گھر یا ہسپتال میں داخل ہو جاتی ۔ تو وہ وییں سڑک کے کنارے دہلیز پر میٹھ جاتا ۔ لوگ اسے دیکھتے ہی سمجھ جاتے کہ میں کہیں آس پاس ہی ہوں ۔ شاہیں اٹھتیں آنکھوں میں ویک ہراتی کہنیاں چلتیں ۔ انکلیاں اٹھتیں ۔ جھکی جھکی آنکھوں سے سمٹ سمٹ کر چلنے کے باوجود خواہ مخواہ مجھے یہ احساس ہوتا کہ بونوں کے بازار میں کلبور چل پر دیا ہے ۔۔۔۔ یوں محسوس ہوتا جب میں قضا پر چھائے جا رہی ہوں ۔ بور ۔۔۔۔ بھائے جا رہی ہوں ۔

بھوں ۔۔۔ بھوں!! وفعتا ہازار میں وقیخ پکار کی آوانہ ہیں بلند ہوئیں ۔۔۔ پھر ایک چیخ ۔۔۔ "آئی ۔ وی ۔۔" میں نے پہلی مرتبہ مرد کر دیکھا وہ سرک کے درمیان موٹر نلے چت پڑا تھا ۔ بایاں بازو آئی ۔ وی کے کرے ہوئے پھول کی طرف بڑھا ہوا تھا ۔ جیے اے اٹھانے کے لئے پھیلا رکھا ہو ۔ اب تک وہ بازو اے اٹھانے کی آرزو ہے تڑپ رہا تھا ۔۔۔ اف وہ منظر ہونٹ بل رہے تھے ۔ "آئی وی ۔۔" آئھیں پھول کی طرف تکنگی باندھ کر دیکھ بونٹ بل رہے تھے ۔ "آئی وی ۔۔" آئھیں پھول کی طرف تکنگی باندھ کر دیکھ رہی تھیں ۔۔۔ کسی نے پھول اٹھا کراس کے ہاتھ میں وے ویا ۔ ایک باد اس کی آخھیں شکر گذاری کے جذبہ سے بھیگ گئیں ۔ میں حیرانی سے بت بنی کوئی تھی ۔ مگر پاؤں زمین میں گڑے ہوئے اور میں گڑے ہوئے اور میں گڑے جب وہ اسے موٹر میں ڈال کر ہسپتال لے گئے تو دفعتاً وہ طلسم ٹوٹا اور میں گئر کی طرف بھا گے جب وہ اسے موٹر میں ڈال کر ہسپتال لے گئے تو دفعتاً وہ طلسم ٹوٹا اور میں گئر کی طرف بھا گیا ۔ لوگ ایک دوسرے ہائیں کر

اور چہرے پر وحشت چھا گئی تھی ۔۔۔ شاید یہ میری آنکھوں کا دھوکا تھا۔ میں نے محبوس کیا کہ میری روح کا کوئی صد تڑپ تڑپ کر مردہا ہے۔ لیکن مجھے تسکین تھی ۔ کہ میں نے اپنے محبوب کو ایک دیوائی سے محفوظ کر لیا ہے ۔ مجھے اپنا خیال نہیں ۔۔۔۔۔ اپنے آپ کو محبوب کے لئے تریان کر دینا، کیا یہ محبت کی انتہا نہیں ۔۔۔۔۔ ؟ لیکن لوگ !! وہ کبھی نہ سمجھ تریان کر دینا، کیا یہ محبت کی انتہا نہیں ۔۔۔۔ ؟ لیکن لوگ !! وہ کبھی نہ سمجھ سکیں گئے ۔۔۔۔ ؛ لیکن اوک !! وہ کبھی نہ سمجھ سکیں گئے ۔۔۔۔ ؛

ہاں میں پاکل ہوں ۔ میرا پاگل پن صرف اسی گئے ہے کہ مجھے ظہیر سے محبت ہیں صرف اسی کے سوا کچھے ظہیر سے محبت دیوانگی کے سوا کچھے نہیں ۔ پاکل بنا دبنا یا بن جانا ۔ کاش میں خود پاکل نہ بنتی !! لیکن اب پھتائے سے حاصل!!؟

رہے تھے ۔ لیکن اس کے باوجود نہ جانے کیوں اس روڑ میں نے محسوس کیا ۔ جیبے میں کسی ویرائے میں چل پھر رہی تھی ۔ کسی وسیع کائنات میں حقیر کیڑے کی طرح رینگ رہی تھی ۔

اس دوند کے میں میں نے شنا وہ مرکبا ۔ میں نے ایک دھجکا محس کیا ۔ میری دنیا بولی ۔ نہ جائے کیوں یار یا میں نے دعائیں مائلی تحییں کہ وہ مرجائے میرے ماتھ ہے بدنای کائیکامٹ جائے میں سمجھتی تھی اس کے مرفے پر مجھے مسرت ہوگی ۔ میں آزاد ہو جاؤنگی دنیا میرے لئے اس قدر وسیع ہو جائے گی ۔ حسے کسی زمانے میں تھی ۔ لیکن انسان سوچتا کچھ ہے ہوتا کچھ ہے ۔ کو بجھے اُس کی موت پر غم نہ ہوا ۔ لیکن فوشی بھی نہ ہوئی ۔ ایسا محسوس ہوا کہ میں سمٹ کی موت پر غم نہ ہوا ۔ لیکن فوشی بھی نہ ہوئی ۔ ایسا محسوس ہوا کہ میں سمٹ کر معدوم ہوگئی ہوں ۔ اور ارو گرو کی اشیاء ابھر کر بلند ہوتی جا رہی ہیں ۔ وہ اس قدر پھیل گئیں کہ میں ان میں دفن ہو گر رہ گئی ۔ وفعتاً دنیا نے انگرائی لی اور میں سمثی ۔ میں ان میں دفن ہو گر رہ گئی ۔ وفعتاً دنیا نے انگرائی لی

اسی شام کو ظہیر آیا نہ جانے وہ اس قدر مضطرب کیوں تھا، بولا ۔ "میں چاہتا ہوں آئی ۔ وی ۔ میں چاہتا ہوں جلد ہماری شادی ہو جائے " ۔ نہ جانے کیوں میں نے محسوس کیا جسے وہ مجھ سے خاق کر دہا ہو ۔ شاید چھیڑنے کی غرض سے میں نے محسوس کیا جسے وہ مجھ سے خاق کر دہا ہو ۔ شاید چھیڑنے کی غرض سے میں نے کہا " اور اگر نہ ہوسکے تو ۔۔۔ " معا اس کا چہرہ غصے یا نہ جانے کس بات سے سوج گیا ۔ اف وہ چہرہ! مجھ ایسے محسوس ہوا جسے رضا دوبارہ جنم لے دہا بہت سے ۔ "تم چاہتی ہو میں بھی پاکل ہو جاؤں " ۔ وہ چلایا میرے ول میں ایک وحشت بحرا جذبہ کھولنے لگا ۔ میں ہنسی ۔ دیوانہ وار ہنسی ۔ اس کا چہرہ اور بھی محسون ہوتا گیا ۔ میں اٹھ میٹھی میری منظر کوئی سے باہر تھی ۔ وہ وسیع پھیلاؤ سے نے لگا ۔ لوگ کرنے ہوتا گیا ۔ میں باکھ میں کوئی گھیور آگوا عوا ۔ ان جوا ۔ معا مجھے محسوس ہوا کہ میں پاکل ہوئی جاری ہوں ۔ ویوانی ہوں ۔ ان حالات میں ظہیر کی زندگی برباد کرنا ۔ "نہیں ۔ یہ نہیں ہو سکتا"۔ میں چلائی " یہ حالات میں ظہیر کی زندگی برباد کرنا ۔ "نہیں ۔ یہ نہیں ہو سکتا"۔ میں چلائی " یہ حالات میں ظہیر کی زندگی برباد کرنا ۔ "نہیں ۔ یہ نہیں ہو سکتا"۔ میں چلائی " یہ کھی نہ ھو گئی تھی ۔ منہ سوج گیا کہ میں اپنی خوشی ظہیر کے لئے قربائی کر میں اپنی خوشی ظہیر کے لئے قربائی کر سے کہا توں کھڑا تھا ۔ آنکھوں کی چک بجھ گئی تھی ۔ منہ سوج گیا کر ہوں ۔ وہ جوں کا توں کھڑا تھا ۔ آنکھوں کی چک بجھ گئی تھی ۔ منہ سوج گیا

تحيك ہو جائے كا ۔ سب "۔

میں ہو اوں ۔ ''جی ، چپا جی میں بلراج کے لئے چائے بنوا لوں کا۔ آپ فکر نہ کریں''۔ پرکاش نے کہا ۔

"بان ، بان" وہ خوشی سے بربرانے کے ۔ "چائے بنوالینا ۔ سب تحیک ہو جائے ما"۔ کویا اپنے آپ کو تسلی دے دہ ہوں ۔ "رینا ضرور آ جائے گا"۔ وہ آ تو جایا کرتا ہے ۔ لیکن ۔۔۔۔۔ اچھا میں جاتا ہوں ۔ میں ذرا ہو آؤں "۔ یہ کید کر وہ اندر داخل ہو گئے ۔

"اولڈ گوز"۔ پرکاش انہیں جاتے ہوئے دیکھ کر دبی آواڈ سے بولا۔
"دماغ ۔۔" پرکاش نے اٹکلی سے سرکو بجاتے ہوئے معنی خیز انداز سے
کہا ۔ "چکر"

"چکر ؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

دروازه

" دروازه کس نے بند کیا ہے۔ رہنا ۔ او رہنا !! ۔ اور یہ کھڑکیاں بھی ۔ اور کون ہو گا ۔ بس وہی رہنا ۔ اور کون ۔ جانے کہاں چلا گیا ہے ۔ اب کیا ہو گا ۔ بس حیلے تو سب وروازوں پر تالے لک جائیں "۔ وہ اپنے آپ ہی بی بر بڑاتے رہے اور پھر وفعتا ان کی شکاہ ہم پر پڑی ۔ "اوہ! تم ہو پر کاش ۔ تم آگئے بہت اچھا کیا تم سے ارتبا کی شکاہ ہم پر پڑی ۔ "اوہ! تم ہو پر کاش ۔ تم آگئے بہت اچھا کیا تم سے اچھا ہوا تم آگئے "۔

"میرے ہم جاعت ہیں"۔ پرکاش نے میری طرف اشارہ کرکے کہا ۔
"بدراج"

"اچھا اچھا ۔ بہت اچھا ہوا ۔ بڑی مہرانی ہے" ۔ وہ مجھ سے مخاطب ہوئے ۔ آپ آگئے ۔ اچھا ہوا ۔ بھر انہوں نے حسرت سے بند وروازے کی طرف دیکھا ۔ "نگر یہ وروازہ"۔ یہ اور پھر میری طرف معذرت بھری شکاہ سے دیکھ کر پولے ۔ "دیکھو نا ۔ سبھی وروازے بند کردیتا ہے ۔ رینا آومی بہت اچھا آومی ہے ۔ اس وروازے بند کر دیتا ہے ۔ کویا ہم قیدی اچھا ہیں ۔ یہت بھلا آومی ہے ۔ اس وروازے بند کر دیتاہے ۔ گویا ہم قیدی بیس ۔ دیکھا آپ نے ۔" اور ان کے ہوٹٹوں پر مایوس مسکراہٹ چھا گئی ۔ بیس ۔ دیکھا آپ آئے"۔ وہ از سرنو بڑبڑانے گئے ۔ گویا کچھ کہنے کیلئے بول رہے ہوں ۔ اپنی آواز کا سہارا لے رہے ہوں ۔ "پر کاش نے میرا نام دہرایا"۔

"باس - باس - مجھے نام یاد نہیں رہتے - نہیں رہتے - آپ بیٹھ جائیں ۔ آپ مسٹر راج ۔ بیٹھ جائیے ۔ اور پر کاش ! ان کے لئے چائے بحول کئے ۔ اور پر کاش ! ان کے لئے چائے بحول کئے ۔ اوچوا اچھا ۔ کوئی بات نہیں ۔ سب ٹھیک ہو جائے گا ۔ پر وہ رہنا ۔ نہ جائے کہاں چا جاتا ہے ۔ اور دروازہ ، یہ ویکھو تہ جانے کیول بند کر جاتا ہے ۔ لیکن وہ آ جائیگا ۔ وہ ہیشہ آجایا کرتا ہے ۔ آپ بیٹھئے سب بند کر جاتا ہے ۔ لیکن وہ آ جائیگا ۔ وہ ہیشہ آجایا کرتا ہے ۔ آپ بیٹھئے سب

لیکن وہ پھر بڑابڑاتے ہوئے اندر آگئے۔ "لو!" وہ تہایت یاس بھرے انداز میں بولے ۔ " وروازہ بھی یند ہوگیا ۔ اب کوئی کیا کرے ؟" انہوں نے اندرونی دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔

"یہ دروازہ جو ہے"۔ پرکاش نے طنزاً بیرونی دروازے کی طرف اشارہ کیا ۔
"اوہ"۔ یہ تو میں بھول ہی گیا وہ چونک کر بولے ۔ "ہاں یہ دروازہ جو ہے ۔ تفییک ہے ۔ بھول جاتا ہوں میں" انہوں نے معذرت بھری شکاہ سے میری طرف دیکھا ۔ "بمول جاتا ہوں مسٹر ۔۔ مسٹر ۔۔"

"مسٹر بلراج" پرکاش نے طنزا دہرایا ۔

"مسٹر بلراج ! میں بھول جاتا ہوں ۔ اچھا تو آپ مینٹھیں آپ "۔ یہ کہد کر وہ باہر تکل گئے ۔

"اف یه دروازے کا مینیا ۔ پر کاش نے منه بنا کر کہا ۔ دکریک ہے کریک ۔ تم چپ کیوں ہو" ۔ وہ مجھے گھورنے لگا ۔

"بال ہال کریک" میں چونک کر بولا۔ نہ جانے اس وقت میرے دل پر بوجھ کیوں پڑا ہوا تھا۔ نہ جانے مجھے اس وقت تام دنیا ایک بند دروازے کی طرح کیوں وکھاٹی دے رہی تھی۔ " نہیں نہیں میں خاموش تو نہیں"۔ میں نے کہا۔

"ظاموش نہیں تو یہ گیان دھیان کی تصویر کیوں بنے ہوئے ہو" ۔ وہ بولا میں سنے نہینے کی ناکام کوسشش کی ۔

" اس سڑی بڈھے کی ہاتوں پر نہ جاؤ"۔ وہ بولا۔ نہ جائے بوڑھا ہو کر انسان سڑی کیوں ہو جاتا ہے"۔

"شايد يم بھي بو جائيں" -

"میں! ؟ میں تو اس سے پیشتر اپنے آپ کو بلاک کر لوں گا"۔
"چھوٹے بابو بی آئے ہیں"۔ رہنا اندر داخل ہوتے ہوئے چلایا "میں نے کہا تھا میں نے ۔ میں نے کہا جرور کوئی آئے می ۔

جرود آئے گا کوئی میں نے کہا۔ سو آگئے چھوٹے بابو۔ پہنجون میں تو نہیں پھوکی میری آنکھ کبھی ۔ کل سے جو پھرک رہی تھی ۔ میں نے کہا جرور کوئی آئے گا۔ کا ۔ اور سب اچھے ہیں نا۔ پر آپ تو کالج سے آئے ہیں نا۔ اور چائے نہیں پی کیا ۔ اور پا بول ۔ ابھی لیے میں تو اب آرہا بول ۔ ابھی لیئے دیتا ہوں ۔ ابھی لیئے دیتا ہوں ۔ ابھی ۔ سے کہ کر وہ اندر چائے لگا۔ لیکن وفعتا کی اور دیتا ہوں ۔ ابھی کر بولا ۔ "بڑے بابوجی کہاں گئے ۔ اندر تو نہ ہوں کے وہ"۔ دیوار کی طرف دیکھ کر بولا ۔ "بڑے بابوجی کہاں گئے ۔ اندر تو نہ ہوں کے وہ"۔

وہ جاری طرف مخاطب ہو کر شکایت کرنے لگا۔ "نہ جائے کہاں چلے جاتے ہیں ۔ کہاں مارے مارے پھرتے ہیں ۔ بس میں ہو آؤں ہو آؤں میں جیسے وحیتر جانا ہو"۔ وہ بنسا۔ "پھوٹے بابو دیکھو نا ہر سے گھوستے رہتے ہیں ۔ جیسے کوئی چھوکرا سکول سے بھاک ریا ہو ۔ اب کوئی کہاں تک ان کے چیچے مارا مارا پھرے ۔ اچھا تھے ۔ دیکھا مجھے تو اٹھ بنٹھے ۔ اچھا تو اب گھر ہی جانا ہے نا ۔ جانا جو ہوا گھر ۔ کچھ سمجھ میں ند آئے ہے چھوٹے بابو ۔ پر آپ کی چائے "۔ دفعتا وہ چونک کر بول ۔ "ابھی ماتا ہوں چھوٹے بابو ۔ پر آپ کی چائے "۔ دفعتا وہ چونک کر بول ۔ "ابھی ماتا ہوں چھوٹے بابو ۔ پر آپ کی جائے "۔ دفعتا وہ چونک کر بول ۔ "ابھی ماتا ہوں چھوٹے بابو

پر کاش کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ ''دیکھا یک نہ شد دو شد''۔

لیکن نہ جانے مجھے بنسی کیوں نہ آئی ۔ میں چپ چپ بیٹ میں اسلام ایک ۔ ''یہاں ڈاکٹر کا تو پتہ ہی نہیں ۔ وونو ہی مسٹر ہائیڈ بیں''۔ پرکاش مسکرایا ۔ ''ایک دروازے بند کرتا پھرتا ہے اور دوسرے انہیں کھولنے کے لئے ترستا ہے ۔ مگر انتا نہیں کر سکتا کہ خود محلیف کر کے کھول لے ۔ عجب تناشا ہے ۔''

"بال" میں نے مسکرانے کی کومشش کی ۔
"چپ کیوں ہو تم"۔ وہ مجھ سے بگڑا ۔
"چپ کہاں ہوں"۔ میں لے چک کر کہا ۔

"چپ تو ہو تم"۔ وہ بولا ۔ "تم بھی تو یہاں آگر بند کھوکی بن کئے ہو"۔

سیج پوچھو چھوٹے بابو 1 تو دکان بھی ایسے نہیں ہوتی"۔ "رینا" پر کاش بولا۔"یہ دروازے کھولنے کا خبط ہے کیا ؟"

"جی !" رینا چکا ۔ "بڑے ٹھاٹھ تھے جب تو ۔ بڑا مجاج تھا ۔ رام کا دیا کا پھی تھا مہاراج ۔ پھر جوائی بھر کر آئی تھی ۔ جہاروں میں ایک تھے ۔ یہ اونچا لمیا قد اور درد بھری آئھیں مست دکھیں تھی ۔ پر چھوٹے بابو جب بھی چھپ پھی گھیا قد اور درد بھری آئھی میں میٹھ رہتے ۔ ٹد ہنسی ٹد مجاک ۔ بُپ سی لگی رہتے تھے ۔ اکیلے میں میٹھ رہتے ۔ ٹد ہنسی ٹد مجاک ۔ بُپ سی لگی رہتے تھی ۔ پر پھیشن میں جیچھے نہ رہتے ۔ یہ گلے میں بندھنے والی اور مہاراج سوٹ سوٹ ۔۔۔ بڑی ٹس بھی تو میں بندھنے والی اور مہاراج سوٹ ۔۔۔ بڑی ٹس بھی تو رہاں نے ایک آہ بھری ۔ میں بھی تو جوان تھا ان وتوں ۔ چھوٹے بابو بس سارا جیون اسی گھر میں بیت گیا۔ ۔

"ہوں تو بڑے مزے میں رہتے تھے چیا جی"۔ پر کاش مسکرانے لکا۔ رہنا نے آنکھ سے ایک ان بہا آنسو پونچھا ۔ "جی بڑے میں ۔ یہیں اسی سرک پر مکان لیا ہوا تھا۔ اوھر چوک کی طرف چوبارہ تھا ایک ۔ سرک پر ہی ہے وہ بس بابو جی اور میں ۔

"نسبت روڈ پر" _ پرکاش چلایا _ "یہاں تو میلا لکا رہتا ہے نا لڑکیوں نا۔"

"او نہوہ چھوٹے باہو"۔ اس نے سر بلایا ۔ "ان دنوں تو یہ چکہ کھائی پرشی تعلی ۔ "ان دنوں تو یہ چکہ کھائی پرشی تعلی ۔ اکا دکا مکان تھا ۔ ہاں کالج کے سے گرتی تھیں ۔ ہس دو ایک"۔

"دو ایک"۔ پرکاش نے پوچھا ۔ "لیکن رینا ! یہ بھی کیا کم ہے ۔ ہمیں تو ایک بھی میسر نہیں آئی"۔

"بى بى بى بى" _ وہ بنسا _ " جھوٹے بابو تو مجاک کرتے بیں" اس نے مجھے محصال کرتے بیں" اس نے مجھے محصاراج _ محاطب کر کے کہا _ " پر آپ جائیں بیں _ "رسوئیہ کو کون پوچھے ہے مہاراج _ بال بابو جی" _ وہ پھر بنسا _ بڑا رنگیلا مجاج تھا ان دنوں بابو جی کا _ پر چھوٹے

"پہلو تم ہی کھلا دروازہ ، سہی"۔ میں نے اسے چڑانے کیلئے کہا۔
"بہم تو ہیں ۔" وہ بولا۔ اور اٹھ کر کھڑکیوں کی طرف چلا۔ "آخر ہمیں کوئی
کھلی کھڑکی مل ہی جائے گی نا"۔ یہ کہد کر وہ باہر دیکھنے لگا۔
"ارے" وہ چلایا "یہ سنا تم نے"۔

"نہیں تو" میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا ہے ؟"
"یہ آواز"۔۔۔۔ بڑی سریلی ہے"۔

"آواز" میں نے پوچھا ۔

"سنتے نہیں" وہ بولا ۔ یہ بغل کے کمرے سے آواز آ رہی ہے اس دیوار سے اس طرف ۔ "میں دیکھ آؤں ڈرا" پر کاش باہر نحل گیا ۔ اور میں پھر اپنے خیالات میں کھو گیا ۔

کھے دیر کے بعد پر کاش ہنستا ہوا لوٹا۔ "بھٹی واہ کیا چیز ہے اس ساتھ والے کمرے میں"۔

"چاہے اپنے گھر ہی سے کوئی ہو"۔

"واه" وه بنسا چا تو اکیلے رہتے ہیں ۔ اور یہ کرے کرائے پر ہیں ۔ کیا سمجھے ؟ جاتے ہو ۔ کون ہے سلافدار کھڑکی کے چیھے ؟ یوں ہیشمی ہے ظالم ، جیے کوئی کماری قید ہو ۔ لیکن دوست ! یوں معلوم ہوتا ہے کویا پہلے ہی سے کوئی معاوم ہوتا ہے کویا پہلے ہی سے کوئی شاہ پر چڑھا ہوا ہے ۔ منتظر بیٹمی ہیں آپ ۔۔۔۔ تم نے آواز نہیں سنی تھی ۔ اچھا اب بولی تو بتادوں کا ۔ ادے یار صاف آواز آئی تھی ۔ یہ ساتھ والا کرہ تو ہے ذرا دھیان رکھنا"۔

"الو _ سارے دروازے کھل گئے ہیں"۔ رہنا بربراتا ہوا چائے لے کر داخل ہوا _ "اب کوئی کیا کرے رہا ہوں ہو جائے اللہ داخل ہوا _ "اب کوئی کیا کرے ۔ بابوجی تو حد کردیتے ہیں ۔ حد ۔ میں پوچھوں اگر ٹھنڈ لگ جاوے تو ۔ اور ٹھنڈ نہیں تو بجار باتیں ہیں ۔ کتا بلی آجاوے تو اس نے چائے میز پر رکھ دی اور آپ بھی تو اتنی جاعتیں پاس ہیں چھوٹے بابو! اس نے چائے میز پر رکھ دی اور آپ بھی تو اتنی جاعتیں پاس ہیں چھوٹے بابو! بھی اس بین چھوٹے وارد اس بھول دو ۔ گھر نہ ہوا وگان ہوئی ۔ اور

بابو کے سمان تیج نہ تھے ۔ بس بھیتر ہی بھیتر گھش ہو جاتے تھے ۔ ''اچھا تو ہم تیز ہیں''۔ پر کاش مسکرایا ۔

"چھوٹے بابو" اس نے آہ بھر کر کہا ۔ "جوانی سبھی کو تیج بنا دیوے ہے ۔ پر سچے بنا دیوے ہے ۔ پر سچے بناؤں ۔ بابو جی میں یہ بات نہ تھی ۔ بس چیکے ہے دیکھا اور پی گئے ۔ پر وہ جالم! توبہ ہے چھوٹے بابو وہ تو آپھت تھی آپھت"۔
"وہ جالم! توبہ ہے چھوٹے بابو وہ تو آپھت تھی آپھت ۔
"وہ کون" ۔ پر کاش نے مزید دلچسی سے پوچھا ۔

رینا اپنے ہی خیال میں کہناگیا۔ "اب بھی جو یاد آوے ہے تو جی بیٹھ جاوے ہے"۔ اس نے ایک آہ بھری "پر چھوٹے بابو! دل کی بڑی اچھی تھی وہ"۔ جاوے ہے"۔ اس نے ایک آہ بھری "پر چھوٹے بابو! دل کی بڑی اچھی تھی وہ"۔ "ارے یہی تو نہیں جو اس کرے میں رہتی ہے"۔ پر کاش نے دیواد کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

"لو چھوٹے بابو! میں تو جب کی بات کر ریا ہوں" رینا بولا ۔

"بھٹی ساری بات بناؤ تو پند چلے نا" پر کاش نے اسے چھیڑنے کے لئے کہا ۔

"کیا ہتاؤں پھوٹے بابو ۔ جب وہ سڑک پر سے گرتی تو کھانچے والے سووا ور بنا بھول جاتے"۔ وہ بنسنے لگا ۔ "وہ بھی کیا دن تھے میں جو سبجی بنا رہا ہوں اور وہ گرے ، تو چھوٹے بابو یوں سدھ بدھ ماری جائے کہ چاکو سے انگلی کٹ جائے ۔ یہ دیکھو! اس سنے بائیں انگلی دکھتے ہوئے کہا ۔ کئی بار کئی یہ انگلی ۔ ویکھ کر تو بٹرھے بھی ٹھوکر کھا جاتے تھے ۔ اور وہ مسکراتی اور یوں جلے جاتی صبعے کچھ ہوا ہی نہ ہو ۔ بڑی تیج تھی وہ ۔ چھوٹے بابو کی طرح ۔ پر منہ دیکھو تو بسیعے کچھ ہوا ہی نہ ہو ۔ بڑی آٹھا کر دیکھے تو وم جھوٹے بابو کی طرح ۔ پر منہ دیکھو تو بھولا بھالا ۔ اور جو وہ نجر اٹھا کر دیکھے تو وم جھے تھا ۔ ایسا روپ تھا اس کا ۔ بھولا بھالا ۔ اور جو وہ نجر اٹھا کر دیکھے تو وم جھے تھا ۔ ایسا روپ تھا اس کا ۔ برا روپ تھا ۔ پوس پھوٹی تھیں ۔ وہ چوشیاں ۔ کیا بتاؤں چھوٹے برا روپ تھا ۔ یوں پھدکتی تھیں ۔ وہ چوشیاں ۔ کیا بتاؤں چھوٹے مہاراج ، وہ چوشیاں ۔ کیا بتاؤں چھوٹے بابو ۔ بڑے گو بند لال سیٹھ کی بٹیا ۔ اکبلی بٹیا تھی ۔ لاٹلی معلوم بابو ۔ بران دنوں بھیں کیا کھر تھی سیٹھ گوبند لال کی ۔ بھیں کیا معلوم بابو ۔ بران دنوں بھیں کیا کھر تھی سیٹھ گوبند لال کی ۔ بھیں کیا معلوم بونا ہی تھا ۔ پر ان دنوں بھیں کیا کھر تھی سیٹھ گوبند لال کی ۔ بھیں کیا معلوم بونا ہی تھا ۔ پر ان دنوں بھیں کیا کھر تھی سیٹھ گوبند لال کی ۔ بھیں کیا معلوم بونا ہی تھا ۔ پر ان دنوں بھیں کیا کھر تھی سیٹھ گوبند لال کی ۔ بھیں کیا معلوم

کہ وہ لکھ پتی ہیں ۔ ہمیں تو یہ بھی کھبر نہ تھی بھٹی ، وہ سیٹھ گوبند الل کی بیٹی ہے ۔ اور چھوٹے بابو !" وہ ہھر بنسنے لگا ۔ "ہارے پابو جی چھپ چھپ کے دیکھیں تھے اُسے ۔ کبھی رسوٹی میں آجاتے ۔ بہائے ببائے ۔ رینا کیا بناؤ کے آج ۔ رینا کیا جائے تو بڑی اچھی بنائی تھی آج ۔ رینا کیا حال چال ہے ۔ بر چھوٹے بابو میں جانتا تھا کہ وہ کھڑکی میں دیکھنے کو آئے ہیں ۔ میں نے بابو میں جانتا تھا کہ وہ کھڑکی میں دیکھنے کو آئے ہیں ۔ میں نے بھی کبھی نہ جانیا تھا اُنہیں ۔ پر انہیں یوں بہانے بناتے دیکھ کر گند آتا تھا مجھے "

"غصه تو آنا بي تحا پركاش بولا _ تمبيل ديكف كا موقعه جو نه ملتا تها"_ "بى بى بى بى بى - ربنا بنسا - "لو چھوٹے بابو بھى كيا بات كرتے بيس - صد کرتے ہیں یہ بھی ۔ بھلا مجھے کون پوچھے تھا وہاں ۔ میں ویسے ہی ویکھتا تھا ۔ میاک مجاک میں ۔ گند تو مجھے یوں آوے تھا کہ بابو می کو دیکھنا تھا تو کھی کے وطفتے یوں جھپ جھپ ویلفنے سے پھائدہ ۔ آپ ہی بتائیں "۔ وہ مجھ سے مخاطب ہوا ۔ "یہ آج کل کی چھوریاں بھلا چھپ چھپ کر دیکھنے کو کیا جانیں ہیں ۔ آپ بی بتائیں مہاراج ۔ وہ تو چاہیں ہیں کہ کوئی سامنے کھڑا ہو کر راستہ روکے ۔ وہ جانے کئے چھوٹے بابو جب چھپ چھپ کر رونا چلے تھا۔ پر ہمارے بابو می نے تو حد كردى _ كالج جانا چيوٹ كيا _ بس برت رہتے _ كاتے رہتے _ اور اس كا انتجار كرتے رہتے _ آئے كا وكت بوا تو اٹھ بنتھے _ منہ باتھ وحو ، كبرے یبن ، آکورے ہوئے ۔ ریٹاکیا بن رہا ہے ۔۔۔۔۔ آگر میں نے سمجھایا ۔ میں نہ سمجماتا چھوٹے بابو تو سمجماتا کون ۔ میرا سارا جیون اسی گھر میں بیت گیا ۔ اسی کھر میں ۔ میں نے کہا ۔ بابوجی جو جابیں کریں آپ ۔ میں کچھ نہیں کہتا پر کالج نہ جائیں آپ تو کیسی بری بات ہے ۔ لالہ جی ناراج ہول کے ۔ مجھے والليس كے رك ريناتم في جيس كھيركيوں نه كى _ مين في كها وہ بھى تو جاتى بی ہے کالج ۔ اس بات پر چھوٹے بابو ۔ بابوجی کا رنگ ہلدی ہو گیا ۔ پر وہ بولے نہیں یی گئے ۔ یہ ان کی آدت ہے ۔ پھر انہوں نے کالج جانا شروع کردیا چھوٹے بابو پر ۔۔۔۔ میں بھی دیکھتا ریا ۔ پھپ چھپ کر دیکھتا ریا ۔ کہ کیا

کریں ہیں ۔ تو مہاراج کپڑے پہنے ، چائے پی ۔ جلدی جلدی اور پھر نیچ اتر گئے اور پان والے کھیئے کے پاس جا گھڑے ہوئے ۔ بہائے بہائے ، کبھی پان کھا ، کبھی سگرٹ پی ۔ گھڑے دہ بھر جب آے دور ہے آتے دیکھا تو آسی طریعہ چل دیے ۔ ان کا کالج اسی طریعہ تھا نا ۔ وہ اس پٹڑی پر ہوتی اور یہ اس پٹڑی کی رہو لیے اور یہ اس پٹڑی کہ ۔ میں گھڑی ہے سب بٹڑی پر ہولی اور یہ اس کھڑی ہے سب دیکھتا رہتا ۔ چھوٹے بابو ہر بات کو ویکھتا تھا میں ۔ اپنے بابوجی ہولے ہولے ہولے ۔ چھٹے ہی جاتی تھی ۔ اس کی چال ہی ایسی تھی چھوٹے بابو ۔ وہ تو بہتے ہی جسے جاتی تھی ۔ اس کی چال ہی ایسی تھی چھوٹے بابو ۔ وہ تو بہتے ہی جسے جسے جاتی تھی ۔ اس کی چال ہی ایسی تھی چھوٹے بابو ۔

"اور وہ بھی تو بابوجی کو دیکھتی ہوگی ۔ کیوں رہنا"۔ پرکاش نے پوچھا۔
"اس کا کیا تھا چھوٹے بابو وہ تو کسی کو بھی نے دیکھے تھی ۔ پر سب کو دکھتی دی مالوم ہووے تھی"۔

"مبيس بھی" ۔ پر كاش مسكرايا ۔

"بى بى بى بى ئى دو بني كا _ " بحج ديكستى تو تى وه _ پر چهوف بابو وه تو اس نل كو بهى ديكي تى ي ـ جو پيرى پر لگ ديا ته" _ اس نے اك آه بحرى اور بولا اس كے ديكي تى كه بابو جى كه ديكو كر اس كے مند پر بنسى آجاوے ميں _ پر ميں نے ديكھا تھا ، بابو جى كه ديكو كر اس كے مند پر بنسى آجاوے تى _ بلكى سى ، پركيا مجال جو وه بنس جائے كھل كر _ برا روب تھا اس كا جى _ "اس نے ايك اور آه بحرى اور خاموش ہوگيا _ پير وه آپ بى آپ چونك كر بولا _ "بهريوں ہوا _ كه وه پان والا بهيا جسكى دكان سے بابو بى پان كھاتے كر بولا _ "بهريوں ہوا _ كه وه پان والا بهيا جسكى دكان سے بابو بى پان كھاتے اور انتجاد كرتے تے _ كہن لكا _ كيوں بابو بى اكيا چوكرى ہے _ برى تياكہ بابو بى اس كى انتجاد كرتے تے _ كہن لكا _ كيوں بابو بى ايمان تھا جو يہ نہ جائے تھاكہ بابو بى اس كى انتجاد كرتے بيں ، سبحى جائے تے مہاراج سبحى _ پر ہمادے بابو بى يہ سبحى جائے تے مہاراج سبحى _ پر ہمادے بابو بى يہ سبحى جائے تے مہاراج سبحى _ پر ہمادے بابو بى يہ سبحى جائے تے مہاراج سبحى _ پر ہمادے بابو بى يہ سبحى جائے تے مہاراج سبحى _ پر ہمادے بابو بى يہ سبحى جائے ہيں _ اند سے _ لو مہاداج " وہ مجھ سے خاطب بوا _ "بھلا لگن كى بات بھى چھپ سكے سبح ہميں _ اور پھر يہ بات _ مہاداج يہ بات و جموٹ بابو ہى سبحى جائے ہميں _ اور پھر يہ بات _ مہاداج يہ بات و جموٹ بابو ہى ميں آئى اور يوں أپھلى جي رہٹ كا كيند " وہ بنسنے لكا _ "تو چھوٹ بابو اس

روج سے بادو جی نے و کان پر کھڑے ہونا چھوڑ دیا ۔ اور وہ اور بھی نگو بن گئے ۔
اس بات کو بنس کر ٹال دیتے تو وہ کیا منع کرتے انہیں ۔ تو جی ۔۔۔۔ انہوں
نے وہاں کھڑے ہونا چھوڑ دیا ۔ بھر پرلی پٹڑی پر نل کے پاس جا کھڑے ہوتے ۔
اور جب وہ دور سے نجر پڑتی تو اس کی طرف چل دیتے "۔

''سی پٹڑی پر جس پر وہ آتی تھی ؟'' پر کاش نے مصنوعی حیرانی سے پوچھا ۔

> "جی ، اسی پیزی پر" رینا چک کر بولا ۔ "بڑی ہمت پیدا ہوگئی تھی"۔

"جی ! سیلے تو یہ بات نہ تھی پر آپ جانیں ہیں ۔ دھیرے دھیرے آس بندھ ہی جاتی ہے چھوٹے بابو ۔ پھر بھی جب دونوں میں تھوڑا سا پھاسلہ رہ جاتا تو بابوجی یشری کو چھوڑ ، سڑک پر اُئر آتے اور پھر سڑک یاد کر کے دوسری پٹردی پر آجائے ۔ پر مہاراج وہ مکن سطے جاتی ۔ ویسے ہی اسی پٹڑی پر ۔ میں ویکھتا تھا جب بابو جی سڑک پر اُترتے تو وہ پرلی طرف مند کرکے ہنس دیتی ۔ لیکن کیا مجال جو منہ سے کچھ پتہ ہلے ۔ ایسی تیج تھی وہ ، اور میں ریکھتا رہتا چھوٹے بابو ۔ بابو جي كو _ دونوں كو _ عجب دن تھے وہ بھى ، چھوٹے بابو" _ ربنا خاموش ہوگیا ۔ بول کھو گیا ۔ کویا خواب دیکھ رہا ہو ۔ لیکن اس سہائے خواب کے باوجود اس کی آنگھیں بھیک رہی تھیں ۔ گویا کسی ساکن اور گہری جھیل میں تیر رہی ہوں ۔ "ہاں چموے بابو" اس نے آگ سے بسی اور حسرت سے بات شروع کی ۔ کیا دن تھے وہ ۔ میں ان کو دیکھنے میں اپنا کام کاج بھی بھول جاتا ۔ بس صبح وشام کوا ان کو دیکھتا رہنا ۔ پریہ اپنے آپ میں مکن تھے ۔ انہیں کیا مالوم کہ ربنا دیکھ ریا ہے ۔ وہ سب جانتا ہے ۔ انہیں تو اپنی بھی سدھ بدھ نہ تھی ۔ يروه ---- نه جانے كيا نام تھا اس كا _ بھلاسا نام تھا _ بل _ بل _ بل ـ بل اور وہ سوچ میں پڑکیا "بلراج ۔۔۔۔ ؟" پر کاش بولا اور اس نے میری طرف مسکرا کر دیکھا ۔

شلید اس نے پرکاش کی بات نہ سنی ۔ "بل ۔ بلبیر کماری ۔ وہ بولا۔ ہاں

باں بلیر کماری ۔ وہ کماری برقی برکھ والی تھی ۔ میں جانوں اسے سب پتہ تھا اسے " میں جانوں اسے سب پتہ تھا اسے " مالوم تھا میں دیکھ ریا ہوں ۔ جب وہ میری رسوئی کی کھوئی کے سامنے آتی تو جرور ایک نجر اٹھا کر دیکھتی ۔ کور سے دیکھتی تھی ۔ جاتتی ہوگی وہ کہ میں بابو جی کا رسوئیہ ہوں ۔ برور جاتتی ہوگی ۔

"تم بھی توجوان تھے"۔ پرکاش مسکرانے لکا ۔

"آپ تو مجاک کریں ہیں ۔ اس لے حسرت بھری آواڈ سے کہا ۔ جوائی تو چھوٹے بابو آنہیں ہی آوے ہے جنہیں رام نے دیا ہے ۔ رسوئیہ کی جوائی بھی کیا چوائی ہے ۔ پھوٹے بابو ۔ وہ تو رسوئیہ ہوا ۔ چاہے بڈھا ہو یا جوان ۔ اور پھر مہاداج وہ لکھ بتی کی بٹیا ۔ آپ تو مجاک کریں ہیں مہاداج ! ۔ اس نے ایک آہ بھری اور مجھے مخاطب کرکے کہا ۔ پھراک دن بابو جی ادھر سے جا دیئے تھے ۔ اور کماری اور مجھے مخاطب کرکے کہا ۔ پھراک دن بابو جی ادھر سے جا دیئے تھے ۔ اور کماری اور مجھوٹ سڑک پر آتر آئی ۔ کماری اور بھی س مرک پر آتر س تو وہ بھی پھری چھوٹ سڑک پر آتر آئی ۔ کے سمان پھڑی سے سڑک پر آتر س وہ بھی ہیری چھوٹ سڑک پر آتر آئی ۔ شاید وہ بھی اس ورلی پٹری پر آن چاہے تھی مہاراج ! بابوجی یہ دیکھ کر یوں گھرائے شاید وہ بھی اس جو جا ریئی تھی اس سے جا فکرائے اور وہ مسکرائی ۔ پر چھوٹے بابو جی کو بہت چوٹ آئی ۔ اور وہ دیوی مسکرا کر اپنی داہ چلی گئی مٹر کر بابو جی کو بہت چوٹ آئی ۔ اور وہ دیوی مسکرا کر اپنی داہ چلی گئی مٹر کر

اسگلے روج بابوجی کالج جانے کی جِد کرنے گئے ۔ پر چھوٹے بابو میں نے جانے نہ دیا ۔ اتنا بڑا بھم ہوگیا تھا ٹانگ پر ! میرے کہنے سے گئے تو نہ پر بی ، دیکھے بنا نہ رہ سکے ۔ کسلکھانے کی کھڑئی سے دیکھے رئے ۔ ادھر میں بھی دیکھ ریا تھا کہ دیکھوں آج بابو جی کو پیڑی پر نہ پاکر کیا کرتی ہے وہ ۔ میرا کھیال تھا چھوٹے بابو ، کہ اس رانی کا کیا گیا تھا ۔ اس کی بلاسے چاہیے کوئی مرے یا جئے ۔ پھر وہ آئی اور اس نے دور سے دیکھا چاروں طرید دیکھا ۔ اور پھر یوں چپ چاپ چلے گئی جیسے مٹی کی بنی ہو ۔ نہ وہ لئک ، نہ بنسی ۔ دوسرے دن بھی وہ یونہی کجری ۔ پر تیسرے دن وہ نل کے پاس آکر رک گئی ۔ نئل رسوئی کی کھڑئی کے سامنے پر تیسرے دن وہ نل کے پاس آکر رک گئی ۔ نئل رسوئی کی کھڑئی کے سامنے تھا ۔ بالکل سیدھ میں ۔ رکی ، پھر چانے گئی ۔ پھر وک گئی اور سر اٹھا کر اوپر

دیکھا ۔ میری طریحہ ۔ اور چھوٹے بابو میرا تو جی بیٹھ کیا ۔ ایک تو اس کا روب اور دوسرے اس کی آنگھیں لال سی ہو رئی تھیں ۔ پھر ہاتھ اٹھا کر انگلی سے مجھے بلايا _ اور چھوٹے بابو ! ميں كولى سمان اڑ كر پہنچا اور ياس جا كھرا ہوا _ بولى _ تم رسوئیہ ہو ۔ میں نے سر ہلایا ۔ کہنے لکی تمہارے بابو کیسے ہیں ۔ جیادہ چوٹ تو نہیں آئی ۔ چوٹ تو آئی ہے پر اچھے ہو جائیں کے ۔ میں نے جواب دیا پھر بولی ۔ تم یہاں اکیلے رہتے ہو ۔ میں نے سربلا دیا اور کہا میں اور بابوجی ۔ بس جمواتے بابو پھر وہ چلی گئی "۔ اِس نے اک آہ بھر کر کہا ۔ "واپس آیا تو بابوجی رستہ روکے کھڑے تھے ۔ بولے ۔ کہاں گیا تھا رہنا ۔ جیسے وہ کچھ جانتے ہی نہ ہوں ۔ مجھے مالوم تھا چھوٹے بابو کہ وہ کسکھانے میں چھپ کر دیکھ رشے ہیں ۔ میں نے آپ دیکھا تھا انہیں ۔ میں نے منہ پکا کر لیا ۔ اور کہا ۔ جری بھیا کے پاس کیا تھا۔ بھر بابو جی منتیں کرنے کیے۔ نہیں نہیں ربنا سے بتاؤ کیا کہتی تھی وه _ تجھے مجاک سوجھا _ کیوں نہ سوجھتا" _ وہ چک کر بولا _ "وہ کیوں چھپ چھے کر کرتے تھے بات! میں نے کہا ۔ کہتی تھی تمہارے بابوجی بیاہ کرینگے مجھ سے ۔ چھوٹے بابو کیا بتاؤں ۔ میری جُبان ہی ایسی ہے ۔ بس جو کہدوں پورا ہو جادے ہے ۔ مجھے کیا بتہ تھا کہ یونہی ہو جائے گا"۔ اس نے آہ بھر کر کہا ۔ "اجھا ؟ ____ تو يوشبي ہواكيا _ يڑے وحر ماتا ہو تم" _ پركاش بولا _

رینا نے اقبات میں سربلا دیا اور بولا ۔ دیمی دھرماتا کیا بنوں کا میں ، میری بیان ہی ایسی کالی ہے ۔ اِدھر بات تکلی ادھر پوری ہوگئی ۔۔۔۔۔ بس بی کیا بناؤں مہاراج ۔ دوسرے دن وہ کماری آپ بی آپ اوبر آگئی ۔ گھر میں ۔ میں آپ جمیل ریا تھا ۔ اور بابو اندر پانگ پر پڑے تھے ۔ وہ تو پڑے ہی دہتے تھے نا ۔ ابھی جم اچھا نہ ہوا تھا ۔ ہو بھی جاتا چھوٹے بابو تو دل کا جھم تو تھا ہی ۔ دل کا جھم کب اچھا ہووے ہے چھوٹے بابو" ۔ اس نے ایک آہ بھر کر کہا ۔ دل کا جھم کب بھی بہیں ۔

"معلوم ہوتا ہے تمہیں بھی کوئی دل کا زخم لکا ہے" ۔ پر کاش أسے چھیڑنے لکا ۔

نجرسے بابوجی کو دیکھا وہ بھی مسکرائے ۔ بڑی تیج تھی وہ ۔ بڑی "۔

"جب ميں چائے لے كر آيا چھوٹے بابو! اور انہيں ايك ميج پر سنتھے ديكھا ۔ تو میراجی ببت کفش ہوا مہاراج ۔ ببت ۔ مجھ دیکھ کر بولی رسوئیہ تمہاری انگلی کیسی ہے ۔ اور چھوٹے بابو نہ جانے میں نے اٹکلی کیوں چھیالی ۔ بس چھیالی میں نے اور کہنے اکا ۔ اٹھلی کو تو کچھ نہیں ہوا دیوی جی ۔ وہ مسکرائی ۔ کل کث جو کئی تھی ۔ میں نے کہا دیوی یہ اٹکلیاں تو روج ہی گنتی ہیں ۔ رسومیہ جو ہوا ۔ چاکو کا کام ہے دیوی ۔ ان انگلیوں کا کیا ہے ۔ اور چھوٹے بابو جی پھر جو میں نے جائے رکے کر سیب چیرنے کو چاکو اٹھایا تو اس نے چاقو میرے ہاتھ سے چھین لیا ۔ اونہوہ ۔ انکلی کٹ جائے کی اور مسکرائی ۔ میں نے کہا نہیں دیوی جی روج تو نہیں کتنی ۔ اور میں سرماکی رسوئی میں آگیا ۔ پھر وہ اکیلے بنٹھے رہے ۔ بابوجی کو توبس پُپ لکی تھی ۔ ہاں وہ تبھی جبھی کچھ کہد دیتی ۔ میں نے تو صرف اتنا ہی شنا کہتی تھی اس روج آپ کر کیوں گئے ۔ پھر بولی ۔ یفری سے اتر کیوں آتے تے آپ ۔ پھر د جانے کیا کہا اس نے اور وہ کیا بولے ، مجھ سے تو سنا در کیا ۔ چھوٹے بابو ۔ پھر وہ جور سے بنسی "نے کیا کر رہے ہیں آپ ۔ اور مجھے آواج دے کر بلایا ۔ رسوفیہ یہ دیکھو تو کیا کرئیے ہیں تمہارے بابو جی ۔ اور میں بھا کا بھا کا سمیا دیکھوں ہوں بابوجی شکر والی پیالی میں جائے ڈال بھے ہیں ۔ شکر والی پیالی میں چائے بنانے کے تھے۔ بابو جی بولے میں بھی یاکل ہوں۔ رسویہ وہ مسکرائی تمہارے بابوجی کو کیا ہو گیا ہے اور تیجی نجر سے اوھر دیکھا میں نے کہا ۔ ديوى آب جائيں ۔ وہ بولى كيوں ميں كيوں جانوں ۔ ميں سنے كما ۔ آپ نہ جائيں تو کون جائیں اور وہ سرماسی کئی ۔ میں اور ناتا ہوں شکر میں نے کہا اور س کیا وہاں سے ، مہاراج ۔ اس سے تو میں کھامکھا تھا چھوٹے بابو ۔ پر نہ جائے جلدی میں مجھے کیا ہوا شکر والے بینے کو چھوڑ سوجی کی پیالی بھر لایا ۔ میں پیالی لے کر کوا ہوگیا ۔ اور اس نے چمچہ بھرا اور مسکرائی اور پھر بنسنے لکی ۔ میں حیران ۔ ادهر بابو جی حیران پر وہ کھش تھے ۔ بڑے کھش ۔ یہ کیا ہے وہ بولی ۔ شکر ہے ۔ میں نے کہا ۔ اچھی شکر ہے یہ ، وہ پنسی اب میں جو دیکھ ریا ہوں تو سوجی تھی ۔ اوہ میں چلایا ۔ بالکل پاکل ہے ، بابوجی بات مسمجھ کر چلائے ۔ دیکھ "اجی مہاراج" ۔ وہ مجھے مخاطب کرکے بولا۔ "کون ہے جے دل کا جھم تہ ہووے ہے ، چاہیے رسومیہ ہی کیوں نہ ہو ۔ سبھی کو ہووے ہے چھوٹے باو ۔ کیا بھاگوان کیا فردھن"۔

"اچھا تو وہ تمہارے گھر آگئی" ۔ پرکاش نے اسے یاد دلایا ۔

"جي ٻال تو آلو چھيل رتيا تھا ميں ۔ مر كر ديكھتا ہوں تو كمارى جي كھوى بیں ۔ میں تو کھڑا رہ کیا اور چھوٹے بابو ، جاتو اتنا سا انتخی میں چلا کیا ۔ اور مجھے مالوم بھی نہ ہوا ۔ اور کھون پوند بوند کرے ہے اور وہ حیران ، دیلھے ہے میری طریھ ۔ ادھر باہو حی نے دیکھ لیا ہو کا ۔ اور وہ جھم والی ٹانگ سمیت اٹھ کر درواج میں آ کھڑے ہوئے ۔ اور میں حیران کھڑا بابو جی کو دیکھوں ہول ۔ اور بابوجی کماری کے منہ پر نجر جائے حیران کھڑے دیکھیں ہیں ۔ چھوٹے بابواس روج تو "وه بنسنے لگا۔ "اس روج تو ہائیسکوپ ہو ریا تھا۔ ہمارے کھر میں ، پھر مباراج نہ جانے کماری می کو کیا ہوا ۔ مؤکئی جیے جا ریٹی ہو اور میں حیران کہ آئی بھی اور چل بھی دی ۔ اُدھر بابوجی بربرائے اور چیجھے دوڑے ، پر دو کدم رک کر کودے ہو رہے ۔ پھر میں ہی بولا۔ جائے تو یی جاتے دیوی جی ۔ تیار ہی ہے اور وہ بن دیکھے بولی ۔ آج نہیں پھر سہی اور ہولے ہولے سیرمیال اترتی کئی ۔ اور بابوجی نه جانے کیا کیا بربراتے رہے ، انہیں پوری بات کرنے کی ہمت بھی ہوئی ؟ پھر وہ آپ ہی تجلی سیرھی پر چہنج کر رکی ۔ ہم دونوں تو کشبرے سے لگے نیجے جمانک رہے تھے ۔ نجر بحر کر اوپر دیکھا اور بولی اب تو تمہارے بابوجی ایھے ہیں و رسومیہ ! جی جی ۔ بڑی مہرانی ہے بابوجی بڑبڑائے اور میں بھاک کرنیج اتر كيا _ ميں في كما ديوى جي جائے تو يى جائے _ اور وه مسكرا كر كہنے لكى -نہیں رسوفیہ ، پھر سہی ۔ پھر آؤں کی میں ۔ اور جی ، یہ کبر کر پھر اوپر دیکھا بابوجی کی طریحہ اور مسکراٹی "رینا ایک آہ بحر کر خاموش ہوگیا ۔

کچھ ویر کے بعد اس نے آپ ہی سلسلا کلام جاری کردیا ۔ "اسکلے روج وہ پھر آئی ۔ اس روج تو میں نے بھا ہی لیا ۔میں نے کہا دیوی آج تو چائے پلائے بنا نہ جانے دو تکا میں ۔ یہ آئی کا گھر ہے ۔ یہ سن کر وہ مسکرائی اور نیچی

کر کام نہیں گرتا ۔ اور وہ اس شکر کی بیالی کیطرف دیکھ کر ہنسی جادے تھی ۔ جس میں بابو جی نے چائے ڈال دی تھی ۔ پھر بابو جی نہ جائے سمجھ کر یا ویسے ہی چپ سے ہوگئے پر مہاراج ان کی اپنی سدھ بدھ ماری دی تھی ۔ بھل بات کیا کرتے ۔ ویسے آج کل کے لاکے تو اتنی باتیں کریں ہیں کہ لوگ مند دیکھتے رہ جائیں ہیں ۔ پر چھوٹے بابو ان کی باتیں جبھی تک چلیں ہیں ۔ جب تک کوئی وور جارئی ہو ۔ اور بھارے بابو جی تو بس پی جانا ہی جانیں تھے ۔ وہ چلی گئی تو پھر وہ کئے مجھے کھورنے رہنا یہ کیا کیا تو نے سوجی لا دی وہ کیا کہتی ہوگی میاک کیا تو بے موجی لا دی وہ کیا کہتی ہوگی میاک کیا بہتی ہوگی میان بی جانے ہی جوں بیارہ میں چپ ۔ اور کرتا بھی کیا ۔ آگر رسوئیہ ہی ہوں نا چاہے وہ کیسا اچھا ہی کیوں نہ جانیں ۔ پھر بھی رسوئیہ ہی کیا ۔ آگر رسوئیہ ہی ہوں نا چاہے وہ کیسا اچھا ہی کیوں نہ جانیں ۔ پھر بھی رسوئیہ ہی ہی ہے "۔

"بوں ۔ ٹھیک ہے رہنا" ۔ پرکاش بولا ۔ "اچھا تو پھر بھی کبھی آئی

"بال چھوٹے بابو صرف ایک دیھ" ۔ وہ چپ ہوگیا ۔ آنگھیں بھر آئیں اور چند ساعت کے لئے بت بٹا میٹھا رہا ۔

"دن ڈھلا ہوا تھا اور میں رسوئی میں میٹھا تھا۔ بابو جی اندر لیٹے وے تھے۔ وہ آئی اور منہ پر انتخی رکھ مجھے چپ رہنے کا اشارہ کیا ۔ پھر پاس آئی اور میں ہیں ہے منہ لگا کر بولی ۔ کہاں ہیں ۔ میں نے انتخی ہے بتایا کہ اندر لیٹے دے ہیں ۔ بولی چپ پھر ایک لپھاپھ نکال کر دیا مجھے یہ دے دو انہیں ۔ پر انہیں یہ نہ بتانا کہ میں لائی ہوں ۔ کہنا کوئی دے گیا ہے ۔ اور کہنا جواب مانکا اور اُس ناداج ہو جاؤں گی ۔ چھوسٹے بابو کیا بتاؤں ۔ وہ کچھ کیا اور اُس ناداج ہو جاؤں گی ۔ چھوسٹے بابو کیا بتاؤں ۔ وہ کچھ کیا اور اُس ناداج ہو جاؤں گی ۔ چھوسٹے بابو کیا بتاؤں ۔ وہ کچھ کیا ہو جائے تھا ۔ ایسی اپھی تھی وہ ۔ وہ تو کوئے میں لگ ، چپ کر کھڑی ہو گئی اور میں سمجھا کچھ مجاک ہے ۔ سو میں بھاک کر بابوجی کے پس لے گیا وہ لپھاپھ ۔ میں اور میں سمجھا کچھ مجاک ہے ۔ سو میں بھاک کر بابوجی کیا مانوم کیا بھرا ہے اس میں ۔ بابو جی نے کھولا ۔ پڑھا اور رنگ بلدی سا ہوگیا ۔ بولے کس نے دیا ہے تہمیں ۔ میں نے کہا بابوجی ایک لڑکا آیا تھا اُس دیوی نے بھیجا ہے ۔ اور جواب کو کہا ہے ۔ بولے کب آیا کیا اُس دیوی نے بھیجا ہے ۔ اور جواب کو کہا ہے ۔ بولے کب آیا تھا اُس دیوی کے بھیجا ہے ۔ اور جواب کو کہا ہے ۔ بولے کب آیا تھا اُس دیوی کے بہتے گئے دے تھے۔ اور جواب کو کہا ہے ۔ بولے کب آیا تھا اُس دیوی کے بھیجا ہے ۔ اور جواب کو کہا ہے ۔ بولے کب آیا تھا اُس دیوی کے بہتے ہو گئوں کی طرح

بحرفے لکے ۔ اب میں کیا کروں ۔ کیا کروں میں ۔ اب کیا ہوگا رہنا! اور میں حیران میں نے پوچھا کیا لکھے ہیں ۔ بولے کچھ نہیں ، نچھ نہیں ، تم اب جاؤ ۔ جاؤ تم ۔ اب جو میں رسوئی میں آیا تودہ کونے سے لکی کھڑی تھی ۔ منہ پر ہنسی بر چھوٹے بابو جافران کی سما ن جرد رنگ ۔ پھر میرے کان سے منہ لکا کر بولی ۔ پوچھو ، جب وہ لڑکا آئے تو کیا جواب دوں ۔ مجھے تو ڈر لکتا تھا بابو می کے سامنے جاتے دے ۔ پر اس نے کہا ۔ تو کیے نہ جاتا میں ۔ چلا گیا اور وہ جواب كاسن كر صخير كلے _ رينا ، رينا سج بتا يہ انہوں نے بھيجا ہے _ سج بتا رين _ جي ، میں نے کہا ۔ پھر وہ آپ ہی آپ بولے ۔ اب کیا ہوگا ۔ اچھا رہنا مجھ سے ایسا مجاک نہ کرو ۔ میں نے کہا ، بابوجی میں کیوں کرنے لکا آپ سے مجاک ۔ لیکن میرے ماتا پتا ، وہ بولے کیا کہیں کے ۔ رہنا ۔ ماتا تو مان جائے پر پتاجی کیے مانیں کے اور _ اور رینا جانے وہ کون ہے ۔ تہ جانے کیا جات ہے اسکی _ میں ینا جی کو کیا بناؤں کا ۔ نہیں نہیں میں بنا جی سے کیسے کہ سکتا ہوں رہنا میں نہیں جاؤں کا نہیں جاؤں کا ۔ میں حیران چھوٹے بابو ۔ اب میں کھڑا ان کا منہ دیکھ ریا ہوں ۔ اور پھر جو سر اٹھایا میں نے تو دروازے میں وہ آپ کھڑی ہے ۔ الل ، الل آنگھیں اور ہونٹ کے سے بحرے وے ۔ ایک نجر اس نے بابو جی کی طربھ دیکھا ۔ اور بابوجی بت بنے کھڑے کے کھڑے رہ کئے ۔ وہ بولی ۔ آپ کو مجد سے کرج ہے یا جات سے ۔ وہ چل پڑی ، اب بابوجی پاکلوں کی طرح میکھے بحام _ اور بوك نه جاؤ بلبير!! _ يه اس كا نام تحانا نه جاؤ كے نه جو جانا بلبير! _ میرے ماتا بتا ۔ میں ان کی مرحی بنا کیا کر سکتا ہوں ۔ تم نہ جافہ ۔ آگھر چھوٹے بابو وہ کھڑی ہوگئی اور بولی اچھا تو پوچھ کیجئے اپنے مات پتا سے ۔ اگر وہ مان جائیں تو تجھے مانا ۔ اکلے بدھ کو باک میں ملول کی میں ۔ اسی وقت ۔ اور اور وہ ہونٹ کاٹ کر ہولی ۔ اگر نہ ملے آپ تو پس میں سمجھ لوں کی کہ وہ نہیں مانے ۔ پھر میں تبھی نہ ماوں کی ۔ یہ کیکر وہ چلی کئی ۔

"چھوٹے بابو مجھے کیا گھبر تھی کہ یہ بات ہے ۔ میں تو مجاک سمجھتا رہا ۔ پر اس سمے مجھے مالوم ہو گیا کہ مجاک نہیں ۔ اور بابوجی تو بھر بالکل اپنے آپ سے

نے چیکے سے سر بلایا ۔ پھر وہ بولے لیکن ماتا جی ۔ ماتا جی نے تو د ، تدکی ہو کی ۔ ریٹا بتاؤ مجھے ۔ تم چپ کیوں ہو ۔ میں نے کہا ۔ جی وہ کہیں تھیں ۔ جو ایس کیا اُس نے تو میں جر کھا لوں گی ۔ جہرا ؟ وہ بولے ، اور پھر دھم سے پنگ پر کر پڑے ۔ اب بابو جی کا اور بھی بُرا طال ہوگیا ۔ ہرسے بولئے ۔ نہیں نہیں ریٹا میں نہیں جاؤں کا ریٹا ۔ کیا ماتا جی سچ چ جر کھالیں گی ۔ ریٹا میں نہیں جاؤں کا ریٹا ۔ کیا ماتا جی سچ چ جر کھالیں گی ۔ ریٹا میں جرور ملوں کا ۔ میں جرور ملوں کا ۔ بھے جینا ہے ریٹا میں جرور ملوں کا ۔ میں جرور ملوں کا ۔ میں جرور ملوں کا ۔ جھے جینا ہے ریٹا میں جرور ملوں کا ۔ جھے جینا ہے ریٹا میں جرور ملوں کا ۔ میں جرور ملوں کا ۔ جھے جینا ہے ریٹا میں جرور ملوں کا ۔ جھے جینا ہے دینا میں جرور ملوں کا ۔ میں جرور ملوں کا ۔ جھے جینا ہے دینا ہوگھ بین میں جو گئے بین ، پر جھے پوچھتا ہی کون دیوی ہے ۔ نہ جانے کیے لوگ بیں وہ ۔ بڑے لالہ جی سچ کہتے ہیں ، پر جھے پوچھتا ہی کون ۔ نہ جانے کھے ۔ نہ باں بابو جی کی حالت دیکھی نہ جائے تھی ۔

پھر بدھ کا دن آگیا جب اس نے باک میں ملنا تھا بابو جی سے پر اس روج تو بابو جی ندھال پڑے تھے ، مہاراج آٹھ دن نہ کھایا نہ بیا اور ہر سے اٹھ اٹھ کر پاکلوں کی سمان بھاگنا ۔ مجھ سے بولے رہا پتا جی کی اور بات ہے پر ماتا جی ، ماتا جی سمان بھاگنا ۔ مجھ سے بولے رہا پتا جی کی اور بات ہے پر ماتا جی ، ماتا جی سے جہر کھا لیا تو ۔ لیکن رہنا میں جاؤں کا ۔ مجھے جانا ہی ہوگا ۔ پھر آپ ہی آپ میں سوچ میں پڑ جاتے ۔

جب وو گفتے رہ گئے تو مجھے بلایا ۔ بولے رہنا ۔ مجھے ڈر ہے میں چلانہ جاؤں ۔ رہنا ماتا جی کو پانا اور می ماتا جی کو پانا اور می ماتا جی کو پانا اور میں بھلا ماتا جی کو کا سکتے ہو رہنا ۔ ماتا جی کو پانا میں بھلا ماتا جی کو کسے بچا سکتا تھا ۔ بولے ہاں تم بچا سکتے ہو ماتا جی کو رہنا ۔ بچاؤ کے ؟ میں نے سر ہلا کر ہاں کہد دیا اور کیا کرتا میں چھوٹے بابو ۔ بولے سوکند کھاؤ ۔ میں نے سر ہلا کر ہاں کہد دیا اور کیا کرتا میں چھوٹے بابو ۔ بولے اچھا تو ایک تالہ نے آؤ ۔ بھر وہ میرے ساتھ چھلے کرے میں چلے کئے اس کمرے کا ایک درواز جسے آج دونو شو دیکھنے ہیں تم نے ۔ میں حیران ۔ بولے اور جاتے وے بیں کمرے کو باہر سے تالہ میں نے پوچھا ، بولے اور جاتے وے اور جاتے وے بیں کمرے کو باہر سے تالہ میں نے پوچھا ، بولے اور جاتے وے اس کمرے کو باہر سے تالہ میں نے پوچھا ، بولے اور جاتے وے اس کمرے کو باہر سے تالہ میں نے پوچھا ، بولے ہاں کہیں وہے اس کمرے کو باہر سے تالہ میں نے پوچھا ، بولے ہاں کہیں

بھی گئے ۔ کبھی روتے کبھی لیٹ رہتے اور کبھی آپ ہی آپ ادھ ادھ پھرتے اور برراتے ۔ پتا ہی کیا کہیں گئے ۔ نہیں نہیں میں تو پتا ہی ہے نہ کہوں کا ۔ پاپ کیوں نہ ہو اور پھر چپ ہو جاتے اور کچھ دیر کے بعد پھر بولئے ۔ نہیں نہیں میں جاؤں کا جرور جاؤں کا چاہ نہیں نہیں میں جاؤں کا ۔ مجھے جانا ہی ہوگا ۔ میں جاؤں کا جرور جاؤں کا چاہ کچھ ہو ۔ ربنا ۔ ربنا میں جاؤں کا اور چھوٹے بابو ساری ساری رات نہ سوئے ۔ کچھ ہو ۔ ربنا ۔ ربنا میں جاؤں کا اور چھوٹے بابو ساری ساری رات نہ سوئے ۔ سوئے ۔ نہی تو آپ ہی آپ اٹھ بیٹھے اور یہی چلاتے ۔ پھر مجھے مالوم ہوا کہ اس نے بیاہ کے لئے لکھا تھا ۔ پر چھوٹے بابو بہی سنا ہے ۔ آپ نے کہ لاکی آپ اپنے بیاہ کی بات کرے ۔ توہ ۔ پر وہ کالج کی تھی نا ! بارہویں میں تھی ۔ کالج کی لاگی کا گیا ہے ۔ اور وہ کی لاگی کا کیا ہے ۔ اور وہ تھی بھی ایسی تیج "۔ اور وہ تھی بھی ایسی تیج "۔

"اس دوج کے بعد" اسٹے ایک آہ بھر کر کہا ۔ "میں نے اس کو اس سرک پر سے گرتے نہ دیکھا ۔ میں سارا سارا دن کھڑا رہتا ۔ چھوٹے بابو پر وہ آتی تو دکھتی نا ۔ ادھر بابو جی بھی انتجاد کرتے پر وہ نہ آئی ۔ اور بابو جی کی حالت مجھ سے دیکھی نہ جائے تھی ۔ سو چھوٹے بابو میں نے بابو جی کو دلاسہ دیا ۔ اور آپ بڑے لالہ جی سے بات کرنے کے لئے گاؤں چلا گیا نہ پر چھوٹے بابو وہاں میری بات کون سے تھا ۔ بڑے لالہ جی سے بات کی تو وہ بنس پڑے بو ایم کس کی لڑکی سے وہ کتنی جائداد ہے اس کے بتاکی ۔ اور ان کی جات کیا ہے ۔ اب میں کیا بتاف بابوجی ۔ بس چپ ہوریا میں ۔ پر ماتا جی سے میں نے ساری بات کہ جائوں بابوجی ۔ بس چپ ہوریا میں ۔ پر ماتا جی سے میں نے ساری بات کہ بر اور ان کی جات کیا ہے ۔ اب میں کیا دی ۔ ساری بات شنادی انہیں ۔ اور ماتا جی تو سن کر مجھ پر ٹوٹ پڑیں ۔ بولیں اچھا اب ایسا ہوگیا ہے وہ ۔ نرلج کہیں کا ۔ رینا اگر اس نے ایسی ویسی بولیں اچھا اب ایسا ہوگیا ہے وہ ۔ نرلج کہیں کا ۔ رینا اگر اس نے ایسی ویسی بولیں اچھا اب ایسا ہوگیا ہے وہ ۔ نرلج کہیں کا ۔ رینا اگر اس نے ایسی ویسی بولیں اچھا اب ایسا ہوگیا ہے وہ ۔ نرلج کہیں کا ۔ رینا اگر اس نے ایسی ویسی بولیں اچھا اب ایسا ہوگیا ہے وہ ۔ نرلج کہیں کا ۔ رینا اگر اس نے ایسی ویسی بولیں اپنا سامند نئے آگیا واپس ۔

بابوجی نے مجھے دیکھا اور جھٹ سمجھ گئے ۔ بولے ۔ میں تو پہلے ہی جانوں تھا ۔ میں تو پہلے ہی جانوں تھا ۔ میں جانتا تھا وہ نہیں مائیں گے ۔ رہنا ، رہنا تم بولئے نہیں ۔ بولو کیا کہا ہے انہوں نے ، بنا جی کیا کہنا ۔ میں

بڑا اچھا ہوا۔ مہریاتی ہے۔ مہریاتی ۔ رینا اب دروازہ بند نہ کرن وہ ہوئے ۔ ہم
قیدی نہیں ۔ نہیں ہم قیدی نہیں ہیں ۔ اچھا تو میں چاتا ہوں ۔ تجھے جانا
ہے ۔ میں ڈرا ہو آؤں ۔ رینا ۔ اوہ پھر چاگیا" ۔ وہ شکایت کرنے گے ۔ لیکن
ان کی آنگھیں ۔ حسرت ، یاس اور بے بسی سے بھری تھیں ۔ اچھا میں ہو
آؤں ؟ بڑبڑاتے ہوئے وہ اندر واخل ہوگئے ۔

میں چنا نہ جاؤں مجھے ڈر ہے میں چا جاؤں کا رہنا میں چا جاؤں کا ۔ ماتا جی کو پیانا تمہارا دھرم ہے رہنا ۔ جاؤ ۔ ابھی تالہ لکا کر چلے جاؤ ۔ چلے جاؤ ۔ اور مہاراج وہ دھڑام سے پانگ پر کر پڑے اور رو رو کر حال بیجال کر لیا ۔ اب میں کیا کرتا مہدراج میں نے درواج کو باہر سے تالہ لکا دیا اور آپ چلا گیا"۔

''تو پھر وہ کبھی نہ آئی''۔ پر کاش نے پوچھا ۔

ر بنائے سر ہلا کر انکار کر دیا ۔ اس سے اس کی آنکھوں میں ان بہے آنسو چھلک دہیے تھے ۔

"اور دروازه بند بی ربا" پرکاش کنگنایا ب

"جي"رينا بولا ₋

عین اس وقت ساتھ والے کرے سے کسی کی آواز آئی ۔ "ساوتری ۔ تم پھر کھڑکی میں آبیٹھی ہو ۔ ساوتری ۔ تم سے جو کہا ہے دروازہ کھول کر نہ بیٹھا کرو"۔

پر کاش چونکا ۔ اور مجھ سے کہنے لکا ۔ "سناتم نے یہ کرا ہے اس کا ۔ فالباً اس کا ہے"

"چل اٹھ یہاں سے" آوار آئی پھر آئی "راجو یہ کھڑکی بند کر دو بند کر دو اے"۔

معاً بابوجی کمرے کے بیروٹی دروازے کے بیچے بربرائے "کو یہ دروازہ بھی بند ہوگیا ۔ یہ بھی بند موگیا ۔ اب کوئی کیا کرے ۔ ربنا او ربنا "۔ ربنا نے جلدی اٹھ کر دورازہ کھولا اور وہ اندر آ گئے ۔ "تم آ گئے ربنا ۔ برا اچھا ہے "۔ وہ بربراتے ہوئے ہماری طرف آئے "تم آ جایا کرتا ہو ، ربنا ضرور آ جایا کرتا ہے ۔ مسٹر ۔ مسٹر ۔ مسٹر ۔ "

"مسٹر بلراج" - پركاش في انہيں ياد ولايا -

" مجھے نام یاد نہیں رہتے ۔ مسٹر راج ۔ اچھا ہوا تم تے چائے پی لی ۔

C

مهرائيان

ویے تو شیخ صاحب محلے بھر میں نہائت شریف آدی سمجھے جاتے تھے۔ مگر بیویوں کے حق میں لوک دل ہی دل میں انہیں مہلک سمجھتے تھے۔ اس کی سینوں بیویاں کے بعد دیگرے سب سے بڑی وجہ اور شبوت یہ تھا۔ کہ ان کی سینوں بیویاں کے بعد دیگرے فوت ہو چکی تھیں ۔ انہیں بیویاں ادلتے بدلتے کا شوق نہیں تھا۔ بلکہ اسی بات پر وہ اکثر مغموم رہا کرتے تھے ۔ اور جب کبھی وہ شہزادہ سے بات چیت کرتے تو خواہ مخواہ ان کی گردن جمک جاتی ۔ ان کے منہ سے بیساخنہ "جی ہاں جی باس می ان کی حال کی سائی کر ان کے منہ ہوتا جسے وہ اسے بیاہ کر لاتے کی سائی کر رہے ہوں ۔

شہرادہ ان کی چوتھی بیوی تھی ۔ اور ان کے دوست مولوی محمد عثمان کی بیٹی ۔ مولوی صاحب نہایت پاکباز آدی تھے ۔ ان کا ایمان تھا کہ جسم نجلت کے راستے میں ایک زبردست رکاوٹ ہے ۔ انہوں لے اپنی اکلوتی بیٹی کو اسی اصول کے ماتحت روحانی تربیت شہزادہ کے جسم کی نشوونا کو روک نہ سکی تھی ۔ حتی کہ اس کے متناسب جسم کے جیج و خم کو شباب نے ساپنے میں ڈھال دیا تھا ۔ اور شہزادہ اس اصول سے ابھر کر ایک حسین مجسمہ بن گئی تھی ۔ جیے وہ جسم اس اصول پر طنزا مسکرا رہا ہو ۔ شہزادہ کی طف دیکھ کر یوں محبوس ہوتا جیے کوئی مخملیں گلابی جسم ابھر ایجر سمٹ کر آپ سے کچھ کہ ربا ہو ۔ جے سن کر یا محبوس کر گئی تھی ۔ جیے وہ جسم اس اصول پر طنزا مسکرا رہا ہو ۔ شہزادہ کی طرف دیکھ ربا ہو ۔ جے سن کر یا محبوس کر کے آپ کا جی چاہتا کہ اٹھ کر کچھ پھوڑ دیس یا رہا ہو ۔ جے سن کر یا محبوس کر کے آپ کا جی چاہتا کہ اٹھ کر کچھ پھوڑ دیس یا تو ۔۔۔۔۔ مگر شہزادہ کی آئکھیں بہت چھوٹی چھوٹی تھیں ۔ اور وہ تسلیم کی کائی موٹی موٹی آئکھوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں جاتی تھی ۔ تو ۔۔۔۔۔ مگر شیخ صاحب کی اکلوتی لڑکی تھی ۔ اور ان کی پہلی بیوی جہاں آدا ہے تسلیم شیخ صاحب کی اکلوتی لڑکی تھی ۔ اور ان کی پہلی بیوی جہاں آدا ہے تسلیم شیخ صاحب کی اکلوتی لڑکی تھی ۔ اور ان کی پہلی بیوی جہاں آدا ہے تسلیم شیخ صاحب کی اکلوتی لڑکی تھی ۔ اور ان کی پہلی بیوی جہاں آدا ہے تسلیم شیخ صاحب کی اکلوتی لڑکی تھی ۔ اور ان کی پہلی بیوی جہاں آدا ہے

تھی ۔ تسلیم کو دیکھ کر شہزادہ خواہ مخواہ غصہ محسوس کرتی ۔ شائد اس کے اپنے تسلیم کی آنکھیں اس کے بہت پسند تھیں ۔ یا اس لئے کہ وہ آنکھیں اس کے اپنے پہرے پرنہ تھیں ۔ یا شائد اس لئے کہ شیخ صاحب تسلیم کے متعلق شہزادہ کی کوئی بھی وجہ ہو ۔ شہزادہ بات بات پر تسلیم کوئی بات نہ سنتے تھے ۔ بہرصورت اس کی کوئی بھی وجہ ہو ۔ شہزادہ بات بات پر تسلیم کو "اندھی ہے کیا ۔۔۔۔۔ دکھائی نہیں وبتا" کہنے کی عادی تھی ۔ تسلیم سن کی پی جاتی اور اس کی آنکھیں ان بہے آنون سے بھیگ کر اور بھی جاذب نظر ہو جاتیں ۔ تسلیم کی عمر کوئی سولہ برس کی ہوگی ۔ مگر اس کا شباب ان خاموش ، ہو جاتیں ۔ تسلیم کی عمر کوئی سولہ برس کی ہوگی ۔ مگر اس کا شباب ان خاموش ، ناواقف رہ گئے جن سے شباب اپنا اظہار کرتا ہے ۔

البت جب مجھی تسلیم کا خالہ ڈاو بھائی ان کے گر آ جاتا تو خدا جائے کہاں سے ایک بلکی سے سرخی آ کر اس کے چبرے پر جھلکی دکھا جاتی ۔ اور کرامت کی کسی نہ کسی بات پر اس کے جونٹ تبسم سے کھل جاتے اور وہ تبسم اس کی آنکھوں میں جا جھلکتا ۔ شہزادہ کرامت سے باتیں کرتے ہوئے تسلیم کی وہ حرکات بن دیکھے محسوس کرتی ۔ حتیٰ کہ اسے یہ بھی یاد نہ رہتا کہ وہ کیا کہنے والی تھی ۔ اور کرامت کی متبسم آنکھوں کو محسوس کرتے سام کی متبسم آنکھوں کو محسوس کر کے اس کے دل میں شاہوں کو دیکھ کر اور تسلیم کی متبسم آنکھوں کو محسوس کر کے اس کے دل میں ان جانا غصہ کھولئے گاتا ۔

پھر جب کرامت چلا جاتا تو شہزادہ یوں محسوس کرتی جیسے اس کھر کی دیواریں بہت اونچی ہوں ۔ اندر لوگ یوں چل پھر رہے ہوں جیسے کسی ویرانے میں بصوت اور وہ خود آیک پریشان ، نہ ختم ہونے والا خواب ہو ۔ اس وقت تسلیم کی مناک آنکھوں کو دیکھ کر اسے ان کا گذشتہ جبسم یاد آ جاتا ۔ اور وہ کسی نہ کسی بات پر کہتی ۔ حمیں نے تم سے کہا نہ تھا کہ انا کا کوٹ جھاڑ دینا ۔ مگر تم سنتی بی نہیں ۔۔۔۔ اور یہ ویکھو میڑ پوش پر وھبتہ لکا کر ناس کر دیا ہے ۔ لکھتے جی نہیں دیتا "۔ کلھتے اور یہ کھائی نہیں دیتا "۔

اس روڑ کرامت کے جائے کے بعد شہزادہ بہت ہی پریشان تھی ۔ وہ یوں محسوس کر رہی تھی جیے وہ لمبی لمبی دیواریس آپس میں ملی جا رہی ہوں ۔ وہ دو

ایک مرتبہ اندر گئی باہر آئی اور پھر اندر چلی گئی ۔۔۔۔۔ آئینہ دیکھ کر اس نے یوں محسوس کیا جیسے اس خواصورت سی تصویر سے اسے کوئی واسطہ نہ ہو ۔ جیسے وہ چہرہ اس کا منہ چڑا رہا ہو ۔ پھر وہ باہر صحن میں آ پیٹھی ، اس کے سر پر ایک پھیکا سا اداس آسمان پھیلا ہوا تھا ۔۔۔ ۔۔ بانو کو آتے ہوئے دیکی کر اس نے مسکرانے کی کومشش کی ۔

"میں کہتی ہوں بانو ، دو روز ہے پڑوس میں زیبدہ کے متعلق کیا جھکڑا ہو رہا ہے" ۔ اس نے بات شروع کرنے کے لئے کہا ۔

"لو بی بی وہ ویسے ہی باتیں بناتی ہے۔ محلے میں کون نہیں جانتا ۔۔۔۔۔ میں نے ان آنکھوں سے انہیں ملتے دیکھا ہے"۔

"سچ كہتى ہو" _ اس نے ايك جرجرى لے كر كبا _

"اور توكيا بي بي مجھ اس سے كوئى لاك ہے كه اسے براكبوں" _

" مگر بانو ۔ لوگوں کو بوں ملنے ملانے کی جرأت کیسے ہوتی ہے۔ توبہ ۔ میں تو اس خیال سے ہی کانب اٹھتی ہوں" ۔ اس نے کانب کر کہا ۔

" بوچھو بی بی مجھے تو اس بیچاری پر ترس آتا ہے ۔ جوان لڑکی ہے ۔ وہ بھلا اپنی جوائی برباد کیوں کرے ، بیاد کے وقت مال باپ کہاں تھے ۔ جو اسے اس بدھے کے سر ہوتے اس بدھوپ دیا ۔ اب لوگ خواہ مخواہ اس بیچاری کے سر ہوتے بیں " ۔

"چاو چھوڑو ہمیں کیا پڑی ہے کہ کسی کو برا کہیں ۔۔۔۔ میں کہتی ہوں اس مقابل وائے مکان میں کون آئے ہیں ؟"

"يبى بات تو ميں كہنے آئى تھى _ مكر جو تم برا مانو بى بى تو ميں كبول كى بى نہيں" _

"آخر بات كيا ب ؟" شهراده في متفكر انداز س يعجما -

بانو قریب تر ہو بیٹھی اور بولی "بات کیا ہوئی تھی ۔ یہی جو سامنے والے کم سی آئے ہیں نا ۔ ایک بڑھیا ہے اور ایک جوان مشتندا سالڑکا ۔ ابھی کل

بی تو آئے ہیں مگر وہ لڑکا کسی وقت بھی تو کھڑی سے نہیں سرکا ، ہر آتے جاتے کو یوں آنکھیں چمکا چکا کر دیکھنا ۔ چاہے تم کچھ بھی کہو ۔ مگر مجھ تو یہ بات بسند نہیں ۔ تمہارے گر میں اللہ دکھ جوان لڑکی ہے ۔ اور پھر اس کے کمرے کی کھڑکیاں بھی تو ان کھڑکیوں کے مقابل کھلتی ہیں ۔ اس میں بڑی بے پردگ ہے گئی ہے۔

ہے بی بی " ۔
"اس میں برا مائے کی کون سے بات ہے ؟" شہزادہ نے جوش میں کہا ۔
"یہ تو التی ہمادے ہی بھلے کی ہے ۔ میں کہتی ہوں اگر تمہیں ہمارے برے بھلے
کا خیال نہ ہو تو پھر ہو کا کیے ۔ تسلیم کے ابا کو تو ان باتوں کا خیال ہی نہیں ۔
کئی دفعہ ان سے کہہ چکی ہوں کہ لڑکی اب جوان ہے اس کی کوئی فکر کھیئے ۔ مگر لڑکی کے متعلق تو وہ میری بات تک سننے کے روادار نہیں " ۔

"یہ بھی کوئی بات ہے بی بی ۔ لو تمہیں لئکی کا فکر نہ ہو تو کسے ہو ۔ آخر ایک روز شادی کرئی ہی ہے" ۔ بانو نے ہاتھ چلاتے ہوئے کہا ۔

"تم نہیں جائتی بانو" ۔ شہزادہ کے بڑھ کر رازدارانہ انداز میں کہا ۔ "ویسے دیکھ لو ہر بات میں میں جو چاہوں کروں ۔ مگر لؤکی کے متعلق وہ کچھ سنتے ہی نہیں ۔ وہ حمید کا جھگڑا ہوا تھا نا ۔ تم تو جائتی ہو ۔ توبہ ۔ لڑکی منہ پر مگر گئی ۔ اور کتنا پاکھنڈ مچایا ۔ اس کے ابا تو صاف کہنے ۔ لئے کہ میں نے لڑکی پر جموٹا بہتان لگایا ہے "۔

"مگر بی بی ، سیج پوچھو تو تم نے بھی بن سوے سیجھے بات کہد دی"۔ بانو آنکھ چکا کر بولی ۔

" مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ بات میرے ہی سرچڑھے گی ۔ میں نے تو ان کے بعلے کی بات کی تھی ۔ ورثہ ایک روز جگ ہنسائی ہوتی" ۔

بانو قریب تر سرک آئی اور کان میں منہ دے کر کینے لکی ۔ " تم بھی سیدھی سادی ہو ۔ یہ کوئی شرافت کا زمانہ تھوڑا ہی ہے ۔ تمہیں تو چاہیئے تھا کہ کوئی خط پکڑ کر ان کے سائے جا رکھتیں " ۔

"يبى توجيح افسوس ب _ مكر بانو اب تو وه بات باتر س كئى _ شهزاده

"میرا ذمته بی بی ۔ تم بے فکر رہو ۔ تم پر آنج نہ آنے دوں گی"۔ "مگر بانو ۔ خط کا جواب کون لائے کا ۔ اس بات میں کسی اور کو نہ لانا

چاہیئے۔

"میں نے کچی کولیاں نہیں کھیلیں ۔ تم بے فکر رہو ۔ بی بی ۔ یہ کر

بانو سوچ میں پڑ گئی ۔ پہلا خط میں کسی لڑکے کے ہاتھ بھجوا دوں گی ۔ لکھ دینا

اور میں اپنی بہن سے نظل کروا لوں گی ۔ وہ اپھی خاصی اردو لکھ لیتی ہے ۔

تین جاعتیں پاس ہے تم خط اس طرح لکھنا جیسے تسلیم کا ہو ۔ اور اس میں لکھ

ربنا کہ اس میٹھک کی کھوئی میں رکھ جائے اور پھر اگلے روز وییں سے اس کا جواب

لے جائے ۔ کھوئی میں سلاخیں تو بیں ہی ۔ رات کو کھوئی کھلی رکھا کرنا ۔ نو وس

جے آکر وہ خط پھینک جایا کرے گا ۔ اور اٹھا کر بھی لے جایا کرے کا ۔ بس

روسوں کی سرورت ہے۔ "ترکیب تو خوب ہے" ۔ شہزادہ نے سوچ کر کہا ۔ "مگر تسلیم اس کے سامنے تو ہوگی نہیں ۔ وہ بھی دل میں کیا کہے کا کہ خط تو آ رہے ہیں مگر لکھنے والی کا یتد ہی نہیں چلتا"۔

"کیوں ۔ اے بھلاکیا پتد کہ تسلیم ہے کون ۔ تمہارے کمرے کی کھڑکی بھی تو گئی ہی میں کھنتی ہے ۔ وہاں کھڑی دو کھڑی کھڑے ، وکر بال بنا لیا کرنا ۔ اسے کیا خاک پتد ہے گا ۔ کہ تسلیم کھڑی ہے ۔ کیا خاک پتد ہے گا ۔ کہ تسلیم کھڑی ہے "۔ کیا خاک پتد ہے گا ۔ کہ تسلیم کھڑی ہے "۔ کیا خاک پتد ہے گا ۔ کہ تسلیم کھڑی ہے "۔ کہ تسلیم کھڑی ۔ میں "۔ شہزادہ بھونچکی رہ گئی ۔

لو بی بی اس میں کیا بات ہے۔ تمہیں کیا اس سے آنکھیں ملائی ہیں ۔ اور بعر دو ایک دن کی تو بات ہے ۔ اور اس بات کا بند بھی تو کسی کو نہ بیلے گا ۔ آخر ایسی باتوں میں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پرتا ہے نا ۔۔۔۔۔"

"در بانو _ مجوست تو ایسا ____" شبراده ف محرا کر کبا _

"الله له كرے تمهارى كوئى برى نيت ب في في ، باتو في كها .. "اور دُر كس بات كا ب _ تم كوئى كھانڈ كا كھلونا ہو جو وہ تمہيں كھا جائے گا" _ بانو چلى گئى تو كچر دير شہزادہ چپ چاپ بيٹھى دہى _ بحر وہ بيساختہ اٹھ کی آنگھیں آنوؤں سے بھیک گئیں۔ باتو ایان سے میری کوئی بری نیت نہیں ۔ تمہارے سرکی قسم میں تو یس یہی چاہتی ہوں کہ لڑکی اب اپنا گھر بسائے ۔ جوان لڑکی کو گھر میں رکھنا ۔۔۔۔"

" لو بی بی ، یه بھی کوئی بات ہے" ۔ باتو نے بات کاٹ کر کہا۔ "تم چاہو تو دو ہی دن میں ان کے سامنے سرفرو ہو جاؤ ۔ فط سامنے جا رکھنا" باتو نے ایک اسرار بھری مسکراہٹ سے شہزادہ کی طرف دیکھا ۔

"خط! وه كيس ؟" شهراده دل تصام كر ره كنى -

"واد بی بی تم بھی بھولی ہو ۔ یہ تو کمبخت رشتہ ہی ایسا ہے ۔ یہاں لاک لپیٹ کے بغیر کام نہیں چاتا ۔ اور تم کوئی بری نیت سے تھوڑا ہی کروگی ۔ اس میں تو اُسی کا بھلا ہے" ۔

"ایمان سے بانو مجھے اس لڑکی سے ئیر نہیں ۔ میں تو ۔۔۔۔ " "لو بی بی میں بھلا سمجھتی نہیں" ۔

"اچھ تو بانو یہ کیسے مکن ہے ۔ بس انہیں میری بات کا قبوت مل جائے ۔ اور لڑکی اپنا گھر جا بسائے ۔ بس میں تو یہی چاہتی ہوں" ۔

"یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ۔ دو دن کا کام ہے" ۔ بانو نے لاپرواہی سے کہا ۔

"مگر کروگی کیسے ؟"

بانو کچر سوچ کر بولی ۔ "یہ جو سامنے مکان میں لڑکا ہے بس اسے ہی لیبٹ لو ۔ اپنی بہن سے خط لکھوا کر اسے بہنچ دوں کی ۔ وہ سمجھے کا ۔ کہ تسلیم نے بھیجا ہے ۔ ان لو تدوں کا یہ بہنے اللہ دے ۔ فوراً جواب کھیجا ہے ۔ ان لو تدوں کا کہ میں ان کو تو ایسی بلت اللہ دے ۔ فوراً جواب کھھے کا ۔ بس وہ خط سنبھال کر رکھ لینا" ۔

"ہائیں" ۔ شہزادہ نے خوشی بھری حیرانی سے کہا ۔۔۔۔۔ «مگر بانو بات فکل گئی تو ؟"

بیتھی ۔ اس کا دل دھڑک دہا تھا۔ توبہ ہے! خدا جانے لوگ ایسی ہاتیں کیے کر لیتے ہیں " ۔ اس نے اپنے آپ سے کہا ۔۔۔۔ وہ کوٹھے پر چلی گئی ۔ سائے بیٹے ہیں " ۔ اس نے اپنے آپ سے کہا ۔۔۔۔ وہ کوٹھے پر چلی گئی ۔ سائے بیڈھب سے مکانوں کا تسلسل دیکھ کر اس نے محسوس کیا جیے زندگی ایک بے معنی سا پھیداؤ ہو ۔ گل عباسی کا پودا دیکھ کر اس نے پہلی مرتبہ یہ محسوس کیا کہ وہ پودا کرد آلود ہو دہا تھا ۔۔۔۔۔ اس نے وہ گلدان اٹھا لیا اور نیجے اتر گئی ۔

"سلیم دیکو فدا جائے گئے دنوں سے تم نے اسے پانی نہیں دیا۔ بچارہ سوکھ کیا ہے" ۔ شہزادہ کو یوں چپ دیکھ سوکھ کیا ہے" ۔ شہزادہ کو یوں چپ دیکھ کر وہ حیران سی ہو رہی تھی ۔ شہزادہ نے اس پیڑ پر پانی چھڑکا ۔ پھر غسلی نے میں چلی گئی ۔ منہ ہاتھ دھو کر اس نے تسلیم کو آواز دی ۔ "مجھے ذرا اپنا دو پٹہ تو دینا ۔ تم جب تک اس کھونٹی سے میرا ہوائی ڈوپٹہ لے لو" ۔ تسلیم کو اپنے کانوں پر یقین نے آ رہا تھا ۔

شہزادہ نے کرے میں جاکر اپنے بال سنوارے اور پھر پلنگ پر یوں جا
میٹھی جیسے اے کوئی کام ہی نہ جو ۔۔۔۔ کرے میں اس نے اندھیرا اندھیرا
سا محسوس کیا ۔ اس کی تکایس ہر پھر کر کھڑکی پر جا ٹھہریں ، کھڑکی بند پڑی تھی ۔
وہ اٹھ میٹھی ۔۔۔۔ کھڑکی کھولتے ہوئے اے مقابل والا مکان یاد آممیا ۔ جھبک کر جیکھے ہٹ گئی ۔ "افوہ میں تو بھول ہی گئی" ۔۔۔۔ مجھ سے تو ایسی بات
نہ جو سکے کی ۔۔۔۔ "مکر دیکھنے میں کیا حرج ہے" ۔ کوئی اُس کے دل میں
کر دیا تھا ۔ "تم کوئی کھانڈ کا کھلونا ہو ہی"

اس نے کھوٹی کے پٹ ڈرا سے کھولے۔
سامنے کھوٹی میں ایک جوان لڑکا کچھ پڑھ رہا تھا ۔ اس کی چوٹری چھاتی ۔
کویا یہاں سے وہاں تک چھیٹی ہوئی تھی اور فراخ ماتھ پر وو کھتے ابرو تنے ہوئے
تھے ۔ اس نے اپنی کہنیاں میز پر ٹیک رکھی تھیں اور دونوں ہاتھوں سے اپنی
ٹھوٹری پکڑے ہوئے وہ اپنے دھیان میں بیٹھا تھا ۔

سمیں بھی کیسی پاکل ہوں" ۔ شہزادہ نے کہا اور پھر کھڑکی کے پٹ کھول دیئے سامنے گوالن دودھ دوھ رہی تھی ۔ خدا جانے کتنی دیر وہ غور سے اس کوالن کو دیکھتی رہی ۔ سعبرادہ کی شکاہ کھڑکی کو دیکھتی رہی ۔ سعبرادہ کی شکاہ کھڑکی کی طرف اٹھ گئی ۔ وہ لڑکا اٹھ بیٹھا ۔ اکون ہے ؟" اس نے بھاری آواز میں پوچھا ۔۔۔۔۔ شہزادہ کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا ۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سبسم بھلک گیا ۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سبسم بھلک گیا ۔ اس کا دل دھڑکنے لگا ۔ اور بھلک گیا ۔ اس کا دل دھڑکنے لگا ۔ اور بھٹ آپ کو چھپانے کی کوسشش میں اس کا دوہ شہ سرک گیا ۔

"کیسا ہرا ہرا پودا ہے" ۔ شہزادہ نے کل عباسی کے پیر کو دیکہ کر کہا ۔
"اب اس میں بھول لگیں گے" ۔ اس نے پیار سے ایک سرخ بھول کو چھوا
"کل عباسی ۔۔۔۔ عباس اس نے یوں محسوس کیا جسے وہ پھول اس کی
انگلیوں کو دیا رہا ہو ۔ اور اس نے اپنا ہاتھ تھینج لیا ۔

شہزادہ میٹھک میں بیٹھی ہوئی تھی ۔ اس کے بال پریشان تھے ۔ آنکھیں نیند سے بھری ہوئی تھیں ۔ اور وہ میٹھی عباس کا خط پڑھ رہی تھی ۔ وہ عباس کا تیسرا خط تھا اس کے بے منکف الفاظ شہزادہ کے روئیں روئیں میں ناچ رہے کے تیسرا خط تھا اس کے بے منکف الفاظ شہزادہ کے روئیں روئیں میں ناچ رہے تھے ، اس وقت وہ یہ بھی بھول چکی تھی ۔ کہ وہ خط «میری تسلیم" سے مخاطب ہے ۔ "میری" اس کے دل میں میری کا ایک دلچسپ اور نیا مفہوم بیدا ہو رہا تھا "میری" اس کے دل میں میری کا ایک دلچسپ اور نیا مفہوم بیدا ہو رہا تھا "میری سے ۔ "میری سے مناطب اور نیا مفہوم بیدا ہو رہا تھا "میری سے سے اور نیا مفہوم بیدا ہو رہا تھا "میری سے ۔ "میری اللہ منہوم بیدا ہو رہا تھا "میری سے ۔ "میری سے سے دل میں میری کا ایک دلچسپ اور نیا مفہوم بیدا ہو رہا تھا "میری سے ۔ "میری سے دل میں میری کا ایک دلچسپ اور نیا مفہوم بیدا ہو رہا

سامنے گل عباسی کے پھول اہرا رہے تھے۔ سرخ سرخ پھول ۔ باہر آسان پر صبح کی سیدی پھیل رہی تھی ۔ گلی ڈور سے دوڑ کر کسی کے آنے کے لئے راستہ بنا رہی تھی ۔ مکانوں کی قطار یوں خاموش تھی جیسے وہ کسی کا استظار کر رہے ہوں ۔ وہ آئینہ کے سامنے جا کھوی ہوئی ۔ کوئی اسے دیکو کر مسکرا رہا تھا ۔ رہے ہوں ۔ وہ آئینہ کے سامنے جا کھوی ہوئی ۔ کوئی اسے دیکو کر مسکرا رہا تھا ۔ "تمہاری آنکھیں کس قدر شوخ بیں " ۔ کسی کاغذ سے حروف شکل کر اس کے سامنے آکھوے ہوئے ۔ اور وہ مسکرا دی ۔ ایک ساعت کے لئے اس کے سامنے

تسلیم کی آنگھیں آگئیں ۔ بڑی بڑی سی اندھی آنگھیں ۔ آئینے میں کوئی مسکرا مسکراکر اس سے کچھ کہد رہا تھا ۔

دو پہر کے وقت شہزادہ نے آپنے کرے کا دروازہ بند کر لیا ۔ ٹرنک کھولا ۔ اور زیور کی ڈیبا میں سے تین کافذ شکالے ۔ ان کو ایک بار پڑھا ۔ پھر کافذ لیا اور کچھ لکھا ۔ اور بانو کے استظار میں بیٹھ گئی ۔

"بر لو" اس نے بانو کو وہ رقعہ دیتے ہوئے کہا ۔ " اسے اپنی بہن سے لکھوا کر مجھے شام تک پہنچا دینا" ۔

بانو نے وہ رقع لے کر سلے میں باندھ لیا۔

"میں کہتی ہوں بی بی ۔ اس کے خطوں میں کیا لکھا ہوتا ہے " اس فے شہزادہ سے پوچھا ۔ اور اس کی آنکھ میں شقرتی چک جھلکنے لکی ۔

"کچھ بھی نہیں ۔ بس اوھر اوھر کی باتیں ہوتی ہیں ۔ ابھی تک اس نے ہمارے مطلب کی کوئی بھی بات نہیں لکھی ۔۔۔۔۔ میرا تو خیال ہے کہ اب کے بار اس کا جواب آئے تو یہ قصہ ختم ہی کر دیں "۔

"مگر بی بی اتنی جلدی بھی کیا پڑی ہے۔ دو ایک خط اور لکھ دیکھو ۔۔۔۔ میں تو جھٹ بات کا دیکھو ۔۔۔۔ میں تو جیران ہوں بی بی ۔ ایسے جوان لڑکے تو جھٹ بات کا بتنگر بنا لیا کرتے ہیں ۔ خدا جانے اس کو کیا ہوا ۔۔۔۔ میں کہتی ہوں بی بی تم وہ خط مجھے تو سناؤ ۔ کچھ بتہ تو چلے ۔

"اچھا" ۔ شہزادہ نے جھبک کر کہا ۔ "تم سے کیا پردہ ہے" ۔ پھر موجی کر اس نے کہا ۔ "اس وقت تو ان کے آنے کا وقت ہے ، کل سہی" ۔

رات کو ٹو ہے جب شیخ صاحب ناز پڑھئے سید میں گئے تو شہزاوہ نے اپنے شرنک سے وہ رقعہ خال اسے ایک بار پڑھا اور بیٹھک میں رکھنے چلی گئی ۔ گھڑی میں اس نے ایک لکڑی کی ظالی صندو تجی رکھ چھوٹری تھی ۔ جس میں وہ رقعہ رکھ دیا کرتی اور عباس اٹھا کر لے جایا کرتا تھا اور جواب ڈال دیا کرتا تھا ۔ اس لے کانیتے ہوئے ہاتھوں سے صندو تجی کھولی ۔ اس کے اندر ایک رقعہ پڑا ہوا دیکھ کر

وہ کھبراگئی ۔ آج تو مجھے جواب رہنا تھا ۔ یہ رقعہ کیساہے اس نے دھر گئے ہوئے دل سے وہ رقعہ اٹھا لیا ۔۔۔۔۔ عین اس وقت اس کے منہ پر برتی روشنی پڑی اور وہ کھبراگئی سامنے عباس کی کھڑکی میں سے کوئی اس پر روشنی ڈال رہا تھا ۔ اس کے دل میں کئی ایک شبہات ہیدا ہوئے گئے ۔

"معمرو سعيد ميں ابھي آيا" - اس نے عباس كو كہتے ہوئے سنا ـ

ایک گرم سے ہاتھ نے سینوں سے نکل کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا ۔ ''خدا کے لئے تسلیم ۔ ایکار نہ کرنا ۔ مجھے یوں پاکل نہ بناؤ ۔ مجھے تم سے ہت ہے'' ۔

اس باتد كى كرى سے اس كا تام جسم بكھل كر خدا جائے كيا ہوكيا ۔ "كچھ توكبو ۔ خدا كے لئے ايك بار بال كبد دد" ۔

شہر ادہ کے منہ پر پھر برقی روشنی پڑی ۔ دور کلی میں پاؤں کی چاپ سنائی بی ۔

"چھوڑیٹے چھوڑیٹے کوئی دیکھ لے گا"۔ اس کے مند سے بیسانند تکلا۔ عباس کی کرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ شہزادہ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اور اندر بھاک آئی۔

وہ رقعہ اس کی مشحی میں تھا اور وہ بھینچ بھینچ کر اسے محسوس کر رہی تھی ۔ خدا جانے وہ اسے بھینچ بھینچ کر معدوم کر دینا چاہتی تھی یا اسے محسوس کر کے اپنے آپ کو یقین دلانا چاہتی تھی کہ وہ رقعہ اس کے پاس موجود ہے بہرصورت وہ اسے پڑھنے سے ڈرتی تھی ۔ مگر وہ رقعہ دبکتے ہوئے کو علے کی طرح اس کے بدن کو جلا دہا تھا ۔

ہی ختم ہوئے کو ہے ۔ اس میں محلاب لگا لیں گے ۔ وہ قمیض لے کر سینے میٹھ گئی ۔ والان میں تسلیم سو رہی تھی ۔ منہ گھلا ہوا تھا ۔ بال بکھرے ہوئے اور آنگھیں تھی ہی نہیں ۔ اس کے ہونٹول پر مسکراہٹ آگئی ۔

"یہ رہی آپ کی تسلیم ، آکر دل بحر کر دیکھ کیجے" ۔ اور وہ ہنس پڑی ۔
گوری کی جگ جگ اسے یوں سٹائی دے رہی تھی ۔ جیسے کوئی چکی چل رہی
ہو ۔ ساڑھے وس نج گئے ۔ '' توبہ وقت کیسے گزرتا ہے ۔ دو ہجے ، دو ہجے آپ

بیٹھک کے دروازے پر کھڑے سوکھیں گے ۔ اور آپ کی تسلیم بہاں خراقے

لے رہی ہوگی ۔۔۔۔۔ خدا جانے کس کس دروازے پر انتظار کیا ہوگا ۔ ان
لڑکوں کا کیا اعتبار ۔۔۔۔ توبہ ہے ۔ خدا جانے میں بانو کی بات میں کیسے آ
گئی ۔ شکر ہے بات یہیں ختم ہوگئی ۔ ورنہ میل جاتی تو خدا جانے کیا ہوتا ۔
اور ابا کو پند چل جاتا تو بس کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا ۔ اللہ نے بچا لیا ۔

"اب سو جاؤں" ۔ اس نے ایک انگرائی لے کر کہا ۔

رزک کھول کر اس نے قبیض رکھی ۔ زیور کو دیکھ کر اس نے اپنے جسم میں ایک سرسراہٹ محسوس کی ۔ "کیسی ہے جیائی کی ہائیں لگتے ہیں ۔ وہ نماز پڑھ کر آئیں تو ابھی ان کو دکھلا دوں اور جھگٹا نختم ہو ۔ مگر وہ اپنی پیاری بیٹی کے خلاف ایسی بات کب ماننے گئے ۔ اور مان بھی گئے تو مجھے سچا ماننا نامکن ہو کا ۔ یہ قصد شروع ہے ہی فضول تھا ۔ اور اس تسلیم کے لئے اتنا کچھ کرن ۔ آخر بہتری تو اسی کی ہے نا ۔ اپنا گھر جو بسائے گی ۔ یہ خط ان کو وکھانا! ۔۔۔۔۔ فضول ۔ ان تلوں میں تیل نہیں ۔ ان کے وظیفے ہی ختم ہوئے میں نہیں فضول ۔ ان تلوں میں تیل نہیں ۔ ان کے وظیفے ہی ختم ہوئے میں نہیں بہتری آئے ۔ میٹی بالاسے ۔ میں بہتری کے لئے نوو کو خوار کر رہی ہوں ۔ آئے ۔ میٹی کیسی یا گل ہوں کہ اس چھوکری کی بہتری کے لئے نوو کو خوار کر رہی ہوں ۔ اس نے تیکود کو خوار کر رہی ہوں ۔ اس نے تیکود کو خوار کر رہی ہوں ۔ اس نے تیکود کو خوار کر رہی ہوں ۔ اس نے دورود شریف پڑھ کم سینے پر ہمونک لئے ۔ ویا سلائی کی اور ان کو آگ

وہ اٹھ مینتھی اور کنتی دیر تک ادھر ادھر گھومتی رہی ۔ پھر اندر حاکر اس نے بتی جلائی اور جلدی جلدی اسے پڑھنا شروع کیا ۔ جیے وہ ان انفاظ کا مفہوم سمجھنا چاہتی ہو ۔ مگر وہ الفاظ اس کی نس نس میں کھب کر اپنا مفہوم واضح کر رہے تھے۔ اس نے وہ رقعہ شرنک میں پھینک دیا اور خود جاریائی پر لیٹ کئی ۔ اپنا دھیان ادھر ادھر لکائے کی کومشش کی ۔ مگر اس رقع کے الفاظ فرنگ سے مکل عكل كراس كى أنكموں كے سامنے ناچنے لكے ۔ "الجما تو دو ماد كے لئے كوجرانواله جانا ہے ۔۔۔۔۔ وو ماہ ۔۔۔۔ مجھے ایک نظر دیکھنے کا شوق ہے ۔۔۔۔۔ رات کو دو بجے مینٹیک کے دروازے پر میرا انتظار کریں کے ۔ یعنی میں وہاں جا كر ان سے ملول _ محبت ہے _ عشق _ أف ____ لاحول ولا توة" _ اس نے اپنے آپ کو بھیجھوڑ کر کہا ۔ "یہ کیا جاقت ہے ۔ جانے دو ۔ مجھے کیا ہے ۔ میرے پاس اس کے تین قط ہیں ۔ کل ہی سلیم کے ابا کے سامنے رکھ دوں گی ۔ کرامت ، کرامت سے مند دھو رکھے ۔ اپنے کھر چلی جائے گی تو یہ روز كا قصد تختم ہو كا ۔ "غير آدميول سے ملايا ۔ توبه ، كيسى بے حيائى كى بات ہے" ۔ اس نے ایک جُرجُری لی ۔ "میری تسلیم" ۔۔۔۔ "میری ۔۔۔۔ " اس کے ول میں کوئی کہد رہ تھ ۔ "میں بھی کیسی احمق ہوں ۔ خواہ مخواہ یہ قصہ چھیر مینتھی ۔ آج کل کے لڑکے بھی کیسے نڈر ہوتے ہیں ۔۔۔۔ زیروستی ہاتھ آ پکڑا ۔ کیسی مند پھٹ ہاتیں کیں ۔۔۔۔۔ اس کے ہاتھ پر کوئی گذشتہ دباؤ تازہ ہو رہا تھا ۔۔۔۔ توب کیسا کرم ہاتھ تھا" ۔ اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھ کر کہا ۔ "ان لڑکول کا کیا اعتبار ہے ۔ آج کسی کے ، کل کسی کے ۔ بعد میں خواہ مخواہ بدنام کرتے پھرتے ہیں"۔

اس نے شرنگ کھوں ۔ اس کا ہاتھ ریور کی ڈیبا کی طرف بڑھا "لاحول ولا"

کہد کر اس نے اپنا ہاتھ کھینج لیا ۔ لو یہ قمیض عرصے سے اوحوری پڑی ہے ۔

اسے سی لوں ۔ یونہی نکمے بیٹھنے سے فائدہ ۔ نکما انسان بھی کس کام کا ۔ وہ

کچھ نہ کچھ سوچنا چاہتی تھی ۔ شائد وہ "نہ سوچنے" سے ڈرتی تھی ۔ اس کی جاہ کل عباسی کے محلدان پر جا پڑی ۔ دو کملائے ہوئے بھول لٹک رہے تھے ۔

مل عباسی کے محلدان پر جا پڑی ۔ دو کملائے ہوئے بھول لٹک رہے تھے ۔ سوکھنے دو ۔ صبح و شام ان پودوں کی دیکھ بحال کون کرے ۔ اب تو ان کی بہار

ماری اور سو گئی ۔

" شهراده ، شهراده ".

اس کی آنکھ کھل گئی ۔ شیخ صاحب اس کے اوپر جھکے ہوئے تھے ۔ مگر اسے ایسا دکھائی دیا جیسے کوئی ڈراؤنی شکل اسے دبا رہی ہو ۔ وہ چیخ مار کر اٹھ میٹھی ۔

"آج تمہیں کیا ہو گیا ہے ، شہزادہ " شیخ صاحب نے کہا ۔ "ڈر گئی تھی کیا ۔ بیمار تو نہیں تم" ۔

"کچھ بھی نہیں" ۔ اس نے شیخ صاحب کو پہچان کر کہا ۔ "بار بار میری تسلیم میری تسلیم بڑبڑاتی ہو کیا ہے تمہیں ؟" "مجھے ؟ ۔۔۔۔۔ میں "

" تم مجر سے چھپا رہی ہو۔ تم مجھ معاف کر دو شہزادہ ۔ میں یہ سمجھتا تھاکہ تنہیں تسلیم سے کوئی دلچسپی نہیں ۔ یہ میری بھول تھی"۔

"نہیں آپ ۔۔۔۔ میں ۔۔۔۔ " وہ حیرانی سے ان کا منہ تک رہی

"نہیں شہزادہ ، میں تم سے شرمندہ ہوں ۔ اب تم جانو اور تمہاری میٹی سلیم آئندہ سے میں کسی بات میں دخل نہ دوں کا ۔ جو جی چلہ کرو" ۔ شہزادہ شیخ صاحب کے دل میں کئی ایک وہم ہیدا ہو رہ تھے ۔ وہ بار بار شہزادہ کی نبض دیکھ رہے تھے ۔ ان کے باتھ اسے تھیک رہے تھے ۔ خدا جائے اسے

سلارہ ہے تھے ۔ یا اپنی دنیا قائم رکھنے کے لئے مضطرب تھے۔
شہزادہ پھر جاک اٹھی ۔ جیسے اے کسی نے جگا دیا ہو ۔ وہ کمرے میں اکیلی
پڑی ہوئی تھی ۔ گھڑی کی آواڈ دنیا بھر میں گونج رہی تھی ۔ ڈیڑھ بچا تھا ۔ گھڑی
کو دیکھ کر اس کے ول میں خیال اٹھنے لگے ۔ " ہاں دو بج وہ آئیں گے ۔
میری تسلیم" ۔ اس نے تسلیم کی طرف دیکھ کر کہا اور مسکرا دی ۔ باہر شکاہ دورائی ۔ باہر گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا ۔ " اس اندھیرے میں کون گھر ے شکانا

ہے۔ سب باتیں ہی باتیں ہیں۔ عبت۔ "وہ طنزا مسکرا دی۔ "لوک بھی کس قدر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ مجھے کیا پڑی ہے اس نے کروٹ لے کر کہا۔ اور آنگھیں بند کر لیں۔ اس نے اپنے ہتھ پر ایک گرم سا دباؤ محسوس کیا۔ شھنگ گئی۔ ہاتھ جھٹک دیا۔ "توب میں بھی کیسی پاکل ہوں۔ یہاں کون آسکتا ہے ؟"

گروی نے دو بھا دیئے "لو دو ج گئے ۔ وہ تو اپنے بستر میں سو رہا ہوگا ۔ اور یہ رہی ان کی تسلیم ۔ میں تو خواہ مخواہ ڈر رہی ہوں" ۔

" الله على الدهيرت ميں بھلا دو بج كون تكلتا ہے" ۔ وہ اٹھ مينٹھى ۔ "تو يہ كبھى ، و ہى اٹھ مينٹھى ۔ "تو يہ كبھى ، و ہى بہيں سكتا" ، بالكل اس كے دل ميں كسى في كہا " چاہ جاكر ديكھ لو ۔ لو ۔

وہ گھبرا کر اٹھ میٹھی ۔ "لاحول ولا قوۃ ۔ تم کوئی گھانڈ کا کھلونا ہو جو تمہیں کھا جائے کا ۔ "کسی نے اس کے ول میں کہا ۔

اس نے باہر دیکھا۔ برآمدے میں تسلیم اور اس کے ایا سو رہے تھے۔
مکان میں بالکل خاموشی تھی۔ نہ جانے کیوں۔ وہ آٹھ میٹھی ۔ باہر گئی ، باور جی
خانہ میں گئی ۔ پھر واپس آئی ۔ برآمدے سے گزری ۔ مگر تسلیم اور اس کے
ایا کہری نیند سو رہے تھے ۔

دفعتاً اسے نیال آیا کہ وہ یوں پریشان کیوں پھر رہی ہے ۔ اس خیال پر وہ بیٹھ گئی ۔ شقابت ، ڈریا ہے بسی کی وجہ سے اس کا دل بیٹھٹے لگا ۔ مین اس وقت اس نے دیکھا کہ وہ ہے فہری میں کہیں سے ایک تالا اٹھا لائی ہے ۔۔۔۔۔ تالد ۔۔۔۔ وہ مسکرا دی ۔ نہ جائے تالا کیوں اٹھا لائی ہوں ۔۔۔۔ معاً اس کی نگاہ میٹھک کے دروازہ کی زنجیر پر جا پڑی ۔۔۔۔ لگا دو اس کے دل میں کی نگاہ میٹھک کے دروازہ کی زنجیر پر جا پڑی ۔۔۔۔ لگا دو اس کے دل میں کسی نے چیکے سے کہا ۔ اسی وقت اس کا دل پھر سے بیٹھ گیا ۔۔۔۔ ڈوبٹے لگا ۔ اس نے شرم کی ایک دو محسوس کی ۔ شن شن ۔۔۔۔ گری نے دو بیائے ۔ بوش کی شدت میں وہ اٹھ میٹھی ۔۔۔۔ میں گیوں تالا لگا دوں ۔ میں کیوں سال اٹھا دون ۔ میں کیوں سالا اٹھا دون ۔ میں کیوں سالا اٹھا دون ۔ میں کیوں

سبارا

"صفویہ کیا کر رہی ہے تو ۔ دیکھ تو سارا کرتہ ناس کر دیا ۔ یاں آ ۔ آ ادھر
" ۔۔۔۔ صفیہ نے نانی اسال کی آواز سنی ۔ اس کے ناچتے ہوئے پاؤں دک گئے ۔ گیت ہو نٹوں پر خشک ہو گیا ۔ بایاں ہاتھ جو وہ جھلا رہی تھی ینچ کر گیا ۔ چہرے پر مسرت کی جگہ زردی چھا گئی ۔ لیکن اس کے باوجود وایاں ہاتھ شدت ہولی کو تھا ہے رہا ۔ بلکہ اس کی گرفت اور بھی مضبوط ہوگئی ۔

"كبھى كسى نے جھولى ميں بھى جامن ڈالے ہيں كيا ؟" بڑھيا اس كا شاند جھنجھوڑ كر بولى ۔ "ديكھ تو سارا كرتہ نيلا ہو رہا ہے ۔ جيے دوات ميں ڈيوكر شكالا ہو ۔ اب كيا يہ رنگ جائے كا ۔ اونہوں ؟" ۔۔۔۔ نائى امال سے صفوكو كندھے سے پكڑ كر تھسينتے ہوئے كہا ۔

" لے ڈال اس میں" ۔۔۔۔ بڑھیا تھالی کو آئے بڑھا کر بولی ۔ ڈال اب ۔ ڈال ۔۔۔۔ "اس نے پیر اے جھنجوڑا ۔ صفید کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور جاسن تھالی میں کر گئے ۔ "توبہ کیسی ضدی لڑکی ہے" ۔ نافی امال نے اسے آخری مرتبہ بھنجھوڑ کر تھپڑ دیا ۔ جامنوں کو تھالی میں گرتا دیکھ کر صفید کے چہرے کا شاؤ ٹوٹ گیا ۔ آنگھیں بھیگ گئیں اور وہ رونے لگی ۔ صفید کے چہرے کا شاؤ ٹوٹ گیا ۔ آنگھیں بھیگ گئیں اور وہ رونے لگی ۔ «بس" بڑھیا چلائی ۔ "کوٹی عقل کی بات کرو تو بنو لگی بورنے ۔ دیکھو تو کیے گلا پھاڑ رہی اے ۔ جیے کسی نے مار ماد کر حلال کر دیا ہو ۔ توبہ ہے ۔ اوھر آ میں شیرا کرتہ اتار دوں ۔۔۔۔ "نانی امان نے شرم لہجہ سے اے اسے بھرمانے کی کوشش کی ۔

"اوں _ ہوں" _ _ صفو اکر کر کھری ہو گئی _ برھیا نے یہ دیکد اس کے سر پر بیاد سے ہاتھ بھیرا اور بولی _ "ند میشی _ ضد نہیں کیا کرتے _ یہ تو میری

ڈروں کسی سے ۔ میری بلا سے ۔ کس کی ہمت ہے جو یہاں آئے اور آ بھی جائے تو کیا ہے ۔ شیخ صاحب جو ہیں ۔ میں کیا اکیلی ہوں یہاں ۔ اسے خیال آیا کہ شیخ صاحب کوجکا وے ۔ پھر وہ رک گئی ۔ خواہ مخواہ جگا دوں ۔ کوئی بات بھی ہو ۔ بڑا آیا ہے وہ ہماری دیوار پھاند کر آئے والا ۔ یہاں آئے تو وہ کروں اس سے کہ پھر بھولے سے ایسی بات کا خیال نہ لائے ۔ کیا سمجھا ہے مجھے ۔ وہ اٹھ بیٹھی اور تن کر بیٹھک کی طرف چل پڑی ۔ خاال سمجھ رکھا ہے اس نے ۔ میں کیا کھانڈ کا کھلونا ہوں ۔ یہ کہد کر وہ میٹھک میں داخل ہوگئی ۔

"وہاں تو نہیں ہے" ۔
"ویکے بغیر ہی ۔ توبہ ۔ کیسے بہانے بنانا آتے اس ۔ کیا زمانہ آیا اے ۔
منہ میں وانت نہیں پر ہائیں سنو ہائیں ۔ جا دیکھ جاکر وہاں ۔ اتنی بڑی ہوگئی اے نہانے کہ سمجھ آئے گی ۔

"دیکو تو آئی ہوں" ____ "تو پھر زمین کھا گئی کیا ؟"
"مجھے کیا معلوم" ____ "تجھے نہیں تو ہو کا کیے ؟"

" مائى بھائى ئے اٹھا ليا ہو كا ۔ وہ اٹھا لياكر تا ہے ميرى چيزين - كل اس "

"براد بارکبا میں نے ۔۔۔۔ بیچ کی خبر او ۔ پر تمہاری ماں تو آنکھیں موند
"براد بارکبا میں نے ۔۔۔۔ بیچ کی خبر او ۔ پر تمہاری ماں تو آنکھیں موند
کر میٹھی اے ۔ اب کوئی کیا کرے ۔۔۔۔ او ۔ سنا تم نے ۔ "وہ ساتھ
والے کمرے سے لوکیوں کی ہنسی سن کر بولی ۔ یہاں تو دن بھر کچی کھی کے
سوائے کچھ ہوتا ہی نہیں ۔ جیسے میلے پر آئی ہوئی ہوں ۔ بات کرو تو منہ کو آتی
دیں ۔ کیوں نہ آئیں ماں کی شہ جو ہوئی ۔ اس نے آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے
عقل کی بات بتاؤ تو اللہ ماری آزادی ۔ نہ جانے کیا بلا ہے یہ آزادی ۔ آج کل
تو ہر کوئی آزادی کی دیوائی ہے نہ شرم نہ حیا ۔ یہ دیکھ لو آزادی کے کچھن "۔
ملحقہ کمرے سے وئی دبی ہنسی کی آواز نے اس پھر اوھر متوجہ کر دیا ۔ "یہ کیا جوان
لڑکیوں کے سے کچھن ہیں ان کے ۔ تو یہ ہے !!" معاً اس کی شکاہ رضو پر پڑی ۔
بڑھیا نے پیاد سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا ۔ "اللہ رکھے آک یہی میری بیٹی
بڑھیا نے پیاد سے اس کے صر پر ہاتھ پھیرا ۔ "اللہ رکھے آک یہی میری بیٹی
جوما ۔۔۔۔۔۔ "جا میری بٹو ۔ اپنا جوتا لے آ ۔ وہیں غسل خانے میں پڑا
ہوگا ۔ جام کے جیچھے ۔ جا میری میٹی ۔ بڑی پیادی میٹی ہے یہ "۔

رضو کے جائے کے بعد وہ الحمینان سے میٹھ کر پرانی جراب ادھیڑنے لگی ۔ اور آپ ہی آپ بڑبڑائے لگی " ۔ چاہے ادھر ہنڈیا جل رہی ہو ۔ لیکن ماں کی لاڈلیاں اپنے کمرے میں مگن میٹھی ہیں ۔ نہ جائے کیا جادو ہے اس کمرے میں ۔ بیباری بیٹی اے ۔ ایسی اچھی اے یہ لڑکی آ میں حیرا کرتہ اُتار دوں ۔ لے دیکھ ہو ریا اے ناسارا پنڈا نیلا ۔ میں نے کہا نہ تھا"۔ وہ اس کا کرند اتارتے ہوئے بولی ۔ اور پھر بیبارے باتیں کرنے لگی ۔

"اوں ۔ ہوں ۔ میں اپنے جامن لوں گی"۔ صفیہ روقعے اندازے بولی ۔
"در میری بچی ۔ زیادہ جامن نہیں کھاتے ۔ اللہ مارے خشک "۔
"اوں کھشک ۔ اور ماٹی بھائی جو کھاتے ہیں "۔

"دفع کر" ۔ نائی امال نے ہاتھ چلا کر مند بنا کر کہا ۔ "اسے تو سر پر چڑھا رکھا ہے ۔ لنڈور کہیں کا ۔ اللہ نہ کرے تو اس جیسی ہو ۔ توبہ ہے ۔ تو تو میری بیاری کی ہے نا ۔"

"اور آیا نے بحی تو کھائے تھ" ۔ صفو بسورنے لکی ۔

"بڑی آئی ہے وہ ۔ آیا ۔ لٹکو کہیں گی ۔ تواس کی بات چھوڑ ۔ لے جا ۔ اس کے پاؤں کی طف جا ۔ اری تو تنظے پاؤں پھرتی ہے ؟ ۔۔۔۔۔ "بڑھیا اس کے پاؤں کی طرف دیکھ کر ازسرنو چینی اور پھر غصے میں ہاتھ سر پر دکھ کر میٹھ گئی ۔ "بائے ری کنتی بار کہا اے تجھے نہ پھرا کر تنظے پاؤں ۔ نہ پھرا کر پر ۔ کئی ۔ "بائے ری کنتی بار کہا اے تجھے نہ پھرا کر تنظے پاؤں ۔ نہ پھرا کر پر ۔ بہاں کوئی سنے بھی کسی کی ۔ بہاں تو سبھی کانوں میں روئی ٹھونے بٹھے ایں " ۔ بڑھیا ہا واز بعند بڑبڑانے لگی ۔ جیسے گھر کے جمد لوگوں کو سنا رہی ہو ۔ "ہزار باد کہا ہے ہے کو تنظے پاؤں نہ دہنے دو ۔ بیمار ہو جاتے ہیں ۔۔۔۔ کہاں ہے تیرا جوتا" ۔ وہ پھر لڑکی ہے مخاطب ہوئی ۔۔۔۔ " پھر کھو آئی ہے کہیں ۔ توب کیسی نٹ کھٹ اے یہ چھوکری ۔ اب کون تجھے نت نئے جوڑے خرید کر کیسی نٹ کھٹ اے یہ چھوکری ۔ اب کون تجھے نت نئے جوڑے خرید کر دی ۔ ابھی کم ۔ نہ جانے کرتی کیا اے یہ ۔ جااب ڈھونڈ اپنا جوڑا ۔ جا ۔ " بڑھیا نے ایک اس کی کمر میں وی ۔

"اوں ۔ اوں ۔ میں کہاں سے لاؤں" ۔ صفو رونے لکی
"جہاں رکھا تھا ۔ اور کہاں سے" ۔
"جہاں رکھا تھا ۔ اور کہاں سے" ۔
"میں نے تو غسل خانے میں اتارا تھا" ۔۔۔۔۔ "تو دیکھ وہاں جاکر" ۔

باہر شکنے کو جی تہیں چاہتا ، ان کا ۔ اور پوچھو تو کتاب کا بہانہ ۔ چاہے کتاب کو ہاتھ بھی نہ انکائیں ۔ ہتنے کتاب کا ہوش بھی ہو ۔ باہوں میں باہیں ڈالیں اور لگیں کانوں میں گھسر پھسر کرنے ۔ پھر کھی کھی کھی کھی کھی سے

بغل والے کرے سے بنسی کی آواز سن کر ۔ اس کی آواز اور بھی بلند ہو گئی ۔ اس نے محسوس کیا کویا وہ اس پر بنس رہی تھیں ۔ سمیری طرف سے چاہی باک پر اٹکلی رکھ کر ناچیں ۔ ہاں ۔ میری بلاسے ۔ انہیں کے بھلے کی کہتی ہوں ن ۔ پر کوئی جانے بھی ۔ میری بھی کیا بری عاوت ہے ۔ چپ نہیں رہ سکتی ورنہ مجھے کی اے رہی اور ان کے کام ۔ کسی کو کیا واسطہ ۔ پر دل ہی ایسا برا اے میرا ۔ کسی کو کیا واسطہ ۔ پر دل ہی ایسا برا اے میرا ۔ کسی کو بیا واسطہ ۔ پر دل ہی ایسا برا اے میرا ۔ کسی کو کیا واسطہ ۔ پر دل ہی ایسا برا اے میرا ۔ کسی کی بردی بنستی ہیں ۔ لاؤو کہیں کی پردی بنسیں ۔ مجھے کیا ۔ کوئی لینا وینا ہے ۔ "

"لو ۔۔۔۔۔ ٹائی امال ہم کیا تم پر ہنس رہی ہیں" ۔ صادقہ نے دروازے سے سر شکال کر کہا ۔ اس پر اندر سے پھر کھی کھی کی آواز آنے لگی ۔

"دبنستی ہو تو میراکیا لیتی ہو" ۔ برصیا سیخ پا ہو کر بولی ۔ "اپنا ہی بگاڑوگی کچھے ہاں کچے دیتی ہوں میں ۔ اس کی آواز اور منہ کی جھربوں میں ان کہی دھکی تھی ۔ پھر وہ خاموش ہو گئی ۔ اس کا غصہ منہ کی جھربوں سے شکل کر ہاتھوں میں اُس آیا ۔ نہ جائے جوش سے یا بے بسی سے اس کے ہاتھ کا نیٹے لگے ۔ وہ ویر اُس آیا ۔ نہ جائے جوش سے یا بے بسی سے اس کے ہاتھ کا نیٹے لگے ۔ وہ ویر شک چپ چپ چاپ میں مال کا اوھیڑتی رہی جسے اپنی سے بسی کو بھولنے کی اشد کو مشش میں کھی ہو ۔

ملحقہ کرے سے انگریزی پڑھنے کی آواڈسن کروہ چونکی ۔ چہرے کی جھریاں گویا جاگ اٹھیں ۔۔۔۔۔ ''ہس'' اس انگریزی نے نہ کھر کا رہنے دیا نہ گھاٹ کا ۔ دو حرف پڑھ لو دماغ بگڑ جائے ۔ یہ کیا تعلیم ہے ۔ تہ اللہ کا خوف نہ بڑوں کا لحاظ ۔ آنگھیں وھل کر کوری ہو جاتی ایس ۔ منہ جیسے ہنڈیا میں ڈال کر پکایا ہوا ہو ۔ بھولا پن تو نہ جانے کہاں آڑ جاتا اے ۔۔۔۔۔ اس انگریزی سے تو اللہ بی بچائے ہائے کیا زمانہ آیا ہے ۔ اب پکانے کھانے کا وقت آیا تو لے بیٹھیں انگریزی ۔ توب ان کے بہانے ۔ اب پکانے کھانے کا وقت آیا تو لے بیٹھیں انگریزی ۔ توب ان کے بہانے ۔۔۔۔۔ میرا بس چلے تو سب کو اٹھا لوں سکول انگریزی ۔ توب ان کے بہانے ۔۔۔۔ میرا بس چلے تو سب کو اٹھا لوں سکول

ے۔ خرے کے سوا وہاں وھرا ہی کیا ہے !" اِس کی شکاہ صحن میں پڑی " یہ لو"۔ وہ غرائی ۔ "صفو ۔ تو پھر کھیل میں لگ گئی ۔ تہ جائے کب عقل آئے گی تجھے " ۔۔۔۔ معاً باہر خاموشی چھا گئی ۔ صفو کے ساتھیوں نے نانی امال کو ویکھا اور چیکے سے ادھر ادھر ہو گئے ۔ صحن میں صرف صفو کھڑی رہ گئی ۔ "صفو" نانی امال پھر چائیں منہ میں انگلی نئے دیوار سے سہارا لگائے وہ یول معصوم بنی کھڑی تھی ۔ جسے کچھ ہوا ہی نہ ہو ۔ " یہ کیا گھیل کا وقت ہے " ۔ برھیا اٹھ میشمی کھڑی تھی ۔ جسے وقت و کھو گھیل میں لگی ہے ۔ میں کہتی ہوں کبھی دو حرف پڑھ بھی لیا کر" جس وقت ویکھو گھیل میں لگی ہے ۔ میں کہتی ہوں کبھی دو حرف پڑھ بھی لیا کر" اس نئی امال نے دروازے میں گھڑی ہو کر کہا ۔ "ادھر آ تو اور پھر ہاتھ لمبا کر گھائے میں ایک اسے کے شائے سے پکڑ اسے اندر گھسیٹ لیا ۔ "میٹھ یہاں" ۔ بڑھیا نے اسے جھٹکا ۔ کہاں ہے تیری کتاب ۔ ہر گھڑی کا کھیلنا لچھا نہیں" ۔ شوی اور وہ جو گھیلتے ہیں" ۔ صفو ہوئی ۔ "اور وہ جو گھیلتے ہیں" ۔ صفو ہوئی ۔ "اوں ۔۔۔۔ اور وہ جو گھیلتے ہیں" ۔ صفو ہوئی ۔ "اور ۔۔۔۔ اور وہ جو گھیلتے ہیں" ۔ صفو ہوئی ۔

" بہاڑ میں گئے وہ ۔ تجھے ان سے کیا ۔ ان کی بات پر گئی تو کدھی کی کدھی رہ جائے گی ۔ بال بیٹھ جا یہاں ، یہ تو میری بیاری کچی ہے ۔ کیا مجال جو شوخی یا ضد کرے " ۔ بڑھیا نے اسے پیکارا ۔ " آج کا پڑھا کل تیرے کام آئے گا ۔ پڑھئے کے بغیر تو آدمی جابل دہ جاتا ہے ۔ جابل ۔ پڑھ جائے گی تو تمیزدار بہو بڑھ نے گی ۔ لوگ عزت کریں کے ۔ اور یوں ننڈور رہی تو کوئی بات کرنے کا رواوار بن یہ ہو گا ۔ کبیں کے پھوبڑ ۔ آ میری میٹی ۔ یہاں میرے باس بیٹھ کر یاد کر ایا سبق "۔

"اچھا ؟ ____ صفو چلائی لیکن جلد ہی بونی '' پر میں پڑھوں کیسے واتی اماں ؟"

"اے ہے اپنے مند سے پڑھ کی اور کیے"۔
"نہیں ۔ مجھے پڑھائے کا کون" ؟

"اے ہے" ۔ بڑھیائے جواب دیا ۔ "ہر وقت پڑھا نہیں کرتے ۔ کبھی پڑھا ہوا یاد بھی کرتے ہیں" ۔

وو تو میں آیا ہے پڑھ لوں" ۔ صفو بولی ۔

" تھیک طور پر پڑھ بھی تو" ۔۔۔۔ بڑھیا گھورنے لگی ۔

"اول رجیے تمہیں پتہ ہو" صفو نے ایک انداز سے کہا۔ " یہ انگریزی ب نانی اسان ، انگریزی " ۔۔۔۔۔ ؟ تمہیں آتی تو ہے نہیں " ۔۔۔۔۔ ؟ تمہیں آتی تو ہے نہیں " ۔

"اے ہے آتی نہیں تو کیا میں سمجھتی بھی نہیں کہ ٹھیک پڑھ رہی ہے تو کے نہیں ۔ ہوں ؟ آخر اتنی دیر سے جو سُن رہی ہوں اللہ ماری یہ زبان" ۔ "او میں تو کہررہی ہوں ۔ اے مین دین ۔ اے مین دین یہ کیا غلط ہے ؟"

"ہاں ہاں اب تو شمیک ہے ۔ جب د جانے کس طریقہ سے کہ بہی تھی ۔۔۔۔ کے اب دیکھ تو اپنی اٹکلیوں کی طرف ۔ اس ورق نے کیا بکاٹرا ہے تراجو اسے مروڑ رہی ہے "۔

سیں کیا توڑ رہی ہول اسے ۔ میں تو ۔۔۔۔" "

"یس اب لکی بہانے بنانے" ۔۔۔۔۔ "بہانے کہاں کرتی ہوں ۔ نافی امان"۔

"بہت ربان کھل گئی ہے تری" ۔۔۔۔ "اوں ۔ اول"

"اوں ہوں کیا ہوا ۔ وہ جلال میں بولی ۔۔۔۔ "اور یہ فانگیں کیوں جھنانے

لکی تو ۔ توبہ ۔ نہ جائے کب عقل آئے گی تجھے ۔ سنا نہیں تو نے " ۔ بڑھیا

نے اسے شائے سے پکڑ کر جھنجھوڑا ۔ نہ جھلا فانگیں ۔ کہہ جو رہی ہوں ۔ سیدھی

ہو کر دیتھ ۔۔۔۔۔۔ اور یہ پاجلہ ۔۔۔۔۔ اس ہے سب فاک میں اس پت

"اے ہے" ۔ نافان میٹھی آپ ہی آپ بڑرا رہی تھیں ۔ "ناوان بچی اے ناوان بچی اے ناوان بچی اے ناوان بچی اے ناوان بچی اے نہ جائے کہاں بھیج دیا ہے اسے ۔ انہیں تو ڈرا خیال نہیں آتا ۔ لواور سنو لاکیوں کو بھی میلے میں بھیجتا ہے کوئی آج تک تو سننے میں نہ آیا تھا ۔ لیکن اب تو ایسا الثا ذمانہ آیا ہے کہ توبہ میری ۔ میں پوچھتی ہوں بہاں نہیں آئی بسنت

"بس تجھے تو آپاکی لکن لکی ہے۔ نہ جانے وہاں کیا سلے کا تجھے ۔ نہ میٹی یہاں بیٹھ کر پڑھ لے میرے پاس"۔

"اون تمہارے پاس - تمہیں تو آتی ہی نہیں انگریزی - آتی ہے کیا ؟"
"اے ہے اس میں آئے نہ آئے کی کیا بات ہے - تو پڑھیو میں پاس
میٹھی تاکا ادھیروں گی ۔"

صفوتے ہونٹ لٹکا گئے ۔

"بس کوئی بات نہ کرے" ۔ نانی نے باتھ بلا کر کہا ۔ " بات کی اور بسورتا شروع کر دیا ۔ میری طرف سے پڑھ یا نہ پڑھ ۔ تیرا ہی بگڑے کا کچھ ۔ میرا کیا اے جابل رہ جائے گی ۔ اور آج کل جابل کو جانتا ہی کون اے ۔ پڑھ لے گی ۔ تو اللہ اچھا گھر ملے گا لے جا منٹی لے آ اپنی کتاب ۔ میری منٹی کیسی اچھی ہے ۔ جا میری بنو ۔ " جا میری بنو ۔ "

کتاب لاکر صفو پڑھنے گئی اور ٹائی اس اطمینان سے تاکا ادھیرتی رہی ۔
اگرچہ صفیہ نے "اے مین رہن" کی رٹ لکا رکھی تھی ۔ لیکن اس کا دھیان کتاب
کی طرف نہ تھا ۔ شکاییں دیوار پر لکتے ہوئے کانڈر پر جمی تھیں ۔ انگلیاں ورق
سے کھیل رہی تھیں ۔ اور زبان اے مین رہن کا ورد کر رہی تھی ۔

ملحظہ کرے میں سرگوشیاں ہو رہی تھیں ۔ دبی دبی باتیں ہوتیں پھر دبا دبا قبقہہ سنائی دیتا لیکن نائی امال کا دھیان کسی اور طرف لگا تھا ۔ باتھ تاگا ادھیرٹ فریس مصروف شکاہیں دور ۔ نہ جانے کہال کھوئی ہوئی تھیں ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جسے وہ کوئی خوش کن خواب دیکھ رہی ہو ۔ منہ پر بلکی سی مسکراہٹ تھی ۔ اور آنکھوں میں کھوئی کھوئی سی چک ۔

صفید نے بے خبری میں اپنی چوکی تفسیشی آواز سن کر بڑھیا بیدار ہو گئی ۔۔
صفید کی طرف دیکھا اور چڑ کر بولی ۔ "اے ہے ڈرا خیال سے پڑھ ۔ کتاب کہیں
دھیان کہیں ۔ غلط تو پڑھنا ہی ہوا ۔ کیسی ٹری عادت ہے جیری "۔
دھیان کہیں ۔ غلط تو پڑھنا ہی ہوا ۔ کیسی ٹری عادت ہے جیری "۔
دھیاک تو پڑھ رہی ہوں " صفو بولی ۔ "اور کیسے پڑھوں " ۔

کیا ۔ جو چیا کے ہاں جھیج ویا صفو کو ۔ یہیں دیکھ لیتی یہ اللہ مادی پتتکیں ۔ يبال بھي تو كينے ميں نہيں آئيں ۔ د جانے وہاں كيا خاص بات تھي اللہ دکھے جوان ہونے کو آئی ہے ۔ جوان لڑکیاں اچھی لکتی ہیں کوٹھے پھلانگتی ہوئی ۔ پوچھے کوئی ۔ لیکن اس کھر میں کوئی سنے بھی کسی کی ۔ نہ جائے کیا ہو گیا ہے ان کی مسمجھ کو اور بھیجنا ہی تھا تو دو پہر کو بھیج ویتے دو گھڑی دیکھ کر چلی آتی واپس _ اتنی سویرے لڑکی کو بھیج دینا ۔۔۔۔ اللہ نہ کرے ٹھنڈ لگ جائے تو ۔ نہ جانے کب آئے کی وہ ۔ نہ کھانا نہ بیٹا ۔ اور پھر کوئی اسے مکاہ میں رکھے نہ رکھے ۔ اللہ فہ کرے اگر کو تھے ہے کر پڑے تو ۔ ابھی عمر ہی کیا ہے اس کی ۔ دور سے ہاتھ کاٹ لے ۔ ہاں ۔ اے سمجھ بھی ہو ۔ بالکل بجی ہے وہ تو ۔ اور الله ماری یه دور کم بخت وهار کی طرح میز ہوتی ہے ۔ لڑکی کی مال نے تو جان بوجھ کر آنگھیں بند کر رکھی ہیں ۔ پھر مجھے کیا پڑی ۔ میری بلا سے ۔ غصے میں وہ ریوار کی طرف ہیٹھ موڑ کر بیٹھ گئی ۔ جیسے دیوار سے روٹھ گئی ہو ۔ صادقہ اور عقیلہ باتیں کرتی ہوئی یاس سے گذریں تو اس کی توجہ ان کی طرف منعطف ہو كئى _ اس في صادق كو آواز دى _ "صادق" ليكن دونوں لؤكياں ياتوں ميں اس قدر مصروف تھیں کہ انہوں نے برحیا کی آواز نہ سنی ۔ "صادقہ" وہ جلال میں بولی - "کون ہے" ؟ عقیلہ نے کہا ۔ "کوئی بھی نہیں نانی اساس ہے" ۔ صادقہ نے جواب دیا ۔ اور وہ ہنستی ہوئی کرے میں واعل ہو گئیں ۔

نانی امال کا ہاتھ جیزی سے چلنے لگا۔ "کانوں میں روئی ٹھوٹسے پھرتی ہیں درگ ورگ ورگ ورگ ورگ ورگ ورگ ورگ اور کیا ۔ چاہے کسی کا گلا خشک ہو جائے آوان میں دس درے کر ۔ کیا مجال جو انہیں خبر ہو ۔ کیا زمانہ آیا اے ۔ مزاج ہی ٹھکائے نہیں ان کے ۔ توبہ یہ آج کل کی لڑکیاں !!"
مانی نے بڑھیا کے پاس آکر زور سے سیٹی بجائی تو وہ چونک پڑی ۔ مانی مانی نے بڑھیا کے پاس آکر زور سے سیٹی بجائی تو وہ چونک پڑی ۔ مانی کی کھکھلا کر بنسنے لگا ۔ "ڈرگئی نانی امال ڈرگئی ۔" "چل دور ہو" ۔ وہ غرائی ۔ شرم شیطان کہیں کا ۔ وہاں جاکر بجا اسے اپنی ماں کے کان میں ۔ بال ۔ شرم نہیں آئی ۔ مجھ سے خراقی کرتے ہوئے " ۔ مانی بڑھیا کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا نہیں آئی ۔ مجھ سے خراقی کرتے ہوئے " ۔ مانی بڑھیا کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا نہیں آئی ۔ مجھ سے خراقی کرتے ہوئے " ۔ مانی بڑھیا کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا نہیں آئی ۔ مجھ سے خراقی کرتے ہوئے " ۔ مانی بڑھیا کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا نہیں اتی ۔ مجھ سے خراقی کرتے ہوئے " ۔ مانی بڑھیا کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا اور سیٹی بجانے لگا ۔ " میں کہتی ہوں ۔ جائے گا تو یا کہوں حیری امال

ے ؟" مانی نے جواب میں ایک قبقید لکایا ۔ "اجھا ٹھہر تو" بڑھیا نے دھمکی دی لیکن مانی نے چلے جانے کی بجائے جھک کر اس کے کان کے قریب سیٹی بجانی شروع کر دی ۔ "اجھا پڑا بجا" ۔ وہ بولی ۔ "اپنے کان بہرے کرے کا ۔ میراکیا فیروع کر دی ۔ "اچنے اور وہ شدت سے تاکا ادھیڑتے میں مصروف ہوگئی ۔

جب صادقہ کرے سے باہر شکلی تو بڑھیا اس پر برس پڑی ۔ "میں کہتی ہوں ۔ تم نے کانوں میں روئی ٹھونسی ہوئی ہے کیا ۔۔۔۔۔ ؟"

" بہم نے تو کوئی نہیں تھونسی ۔ تمہارے ہی مزاج ٹھکانے نہیں نانی اللہ" ۔

"میرے مزاج یہ کیوں کیا ہے مجھے ؟ صبح سے چلا رہی ہوں کہ ۔۔۔۔ "
"تمہاری تو عادت ہو گئی ہے نائی" ۔ صادقہ یہ کہد کر چلی گئی ۔

"صفو کی ماں ڈرا یہاں تو آ۔ بات سن کر جا میری ۔" اس نے اسے آتے ہوئے دیکو کر کہا ۔۔۔۔۔ "اس نے اسے آتے ہوئے دیکو کر کہا ۔۔۔۔۔ "ابھی آئی امان ۔" اس نے جواب دیا اور بغل والے کر سے میں داخل ہو گئی ۔ یہ دیکھ کر مائی دبے پاؤں آیا اور چیھے کھڑا ہو کر بڑھیا کا منہ چڑانے لگا ۔

بڑھیا نے حسرت بھری شاہ اٹھائی ۔ چاروں طرف دیکھا اور ایک کمبی آہ بھر کر کام میں لگ گئی ۔ اس کا سر جھک گیا ۔ چہرے پر جھریاں یوں سمٹ گئیں ۔ جیبے بے بسی کی لہریں چل رہی ہوں ۔ کمرے میں لڑکیاں اپنی ماں کے ساتھ باتیں کر رہی تھیں ۔ باہر دیوان خانے میں قبقیم گونج رہے تھ ۔ صحن کے ایک کونے میں مغیاں چوں چوں کر رہی تھیں ۔ پھتوں پر بچ شور کیا رہی تھیں ۔ پھتوں پر بچ شور کیا رہی تھیں ۔ پھتوں پر بچ شور کیا رہے تھے ۔ وہ کانا ۔ اس کہما کہمی کے باوجود وہ محسوس کر رہی تھی جیبے کوسوں دور تک ویرائی چھائی ہوئی ہو ۔ جیبے صور پھنک جانے کے بعد لوگ شفسا شفسی میں کھوئے ہوئے ہوں ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیبے ارد کرد کی دنیا کو اس کے کوئی تعلق نے ہو اور اس کی اپنی دنیا ہے سہارا اوندھی پڑی ہو ۔ اس نے تاکا ادھیڑتا بند کر دیا اور کٹھڑی سی بن کر کھٹونے پر دھوپ میں لیٹ گئی ۔ ویوان دھوپ میں لیٹ گئی ۔ ویوان خانے میں مردوں کے قبقیم بے معنی سنائی دیتے تھے ۔ ملحق کرے میں لڑکیوں خانے میں مردوں کے قبقیم بے معنی سنائی دیتے تھے ۔ ملحق کرے میں لڑکیوں خانے میں مردوں کے قبقیم بے معنی سنائی دیتے تھے ۔ ملحق کرے میں لڑکیوں خانے میں مردوں کے قبقیم بے معنی سنائی دیتے تھے ۔ ملحق کرے میں لڑکیوں

"ہوں ۔ نروس بریک ڈاؤن"۔ ڈاکٹر نے میرا یبان سن کر کہا ۔ تکمب سے انکھ لکی ہے"۔

"پندرہ منٹ ہوئے ہوں کے"۔ میں نے جواب دیا ۔

"ہوں ۔ جگانا مناسب نہیں ۔ میں انتظار کروں گا ۔ کوئی محبت و حبت کا تضیہ تو نہیں "۔

"معلوم نہیں"۔ میں مسکرایا ۔ "قالباً جوان ہے ۔ خوش شکل ہے ۔ جاذب نظر ہے"۔

می دشته بستری کیا ہے ۔ وہ ڈاکٹرانہ انداز سے پوچھنے کیے ۔

"ویکھئے نا"۔ میں نے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو اپنی پوزیشن سمجھاتا ہوں ۔ "تہیں نہیں جاہئے ۔ "آپ کی پوزیشن نہیں چاہئے ۔ میض کی گذشتہ ہسٹری"۔

"دیکھٹے نا ڈاکٹر صاحب ۔ بات یہ ہے کہ میں مریضہ سے تطعی ناواقف دں"۔

"بالكل نبين جائت آپ ____ بون" انبون في سنے ب معنى شكاه سے ميرى طرف ديكھا _ "جوان ہے وش شكل ہے" _ اس سے بہلے بھى تو آپ كي اس آتى جاتى ہوگى" _

"ڈاکٹر صائب !!! میں چالیا ۔ "غضب کر رہے ہیں آپ"۔ "لیکن جب تک آپ مجھے حالات نہ بتائیں کے میں آپ کی مدو نہیں کر 4774

کی بھی بھی ارد کرد کی اداسی کو اور بھی بھیانگ بنا رہی تھی ۔

"امال" ____ صفو کی آواز سن کر وہ چونک پڑی _ اٹھ بیٹھی ۔ "تو آگئی میٹی _ آ میرے لال _ آجا " راس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے " اے ہے اتنی دیر رہی وہاں _ جی لگ گیا تیرا _ میری طرف دیکھ ۔ منہ کیوں نیچ کر دکھا ہے تو نے _ خیر تو ہے ۔ بولتی نہیں" _

صفو کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر ثانی اساں نے اسے گود میں اٹھا کر سینے سے الکا لیا ۔ "تُو تو میری جان کا سہارا ہے ۔ میں تو صرف حیرے لئے جیتی ہوں ۔"

محبت واقعی ایک بیماری ہے۔ جیسے برقان یا پائیوریا"۔
"تو آپ اس کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں نا"۔ میں نے ازراہِ مذاق سوال
کیا ۔
"بالکل ، وہ بولا۔ "تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے "۔

"بالکل"۔ وہ بولا۔ " تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے"۔ دیمیا آپ کو بھی یہ مرض ہوا ہے کبھی" میں نے مسکرا کر اس کی طرف یکھا ۔

> "مجھے ؟" وہ مسکرا دیا "ہاں آپ کو"۔

حمیں بھی تو آخر انسان ہوں"۔ ڈاکٹر کے چبرے پر بشاشت چکی ۔

د کروٹی نرس ہوگی"۔ میں نے اسے چھیڑا ۔ "نہیں"۔ وہ ہنسا اور سٹینٹھو سکوپ پھینک کر ااک تاپنے لگا ۔ "نبہت خوبصورت ہوگی وہ ؟" میں نے بات چلائی ۔

"کون ؟" ایک ساعت کے لئے وہ چوبکا ۔ اچھا "وہ ۔ پھر مسکرانے لگا۔ شاید خوبصورت ہو ۔ میں نے سنا تھا کہ وہ واقعی بے حد خوبصورت ہے"۔ "سنا تھا ؟" میں نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا ۔ وہ میری حیرانی کو سمجھ کر بنسٹے لگا ۔ "ہاں سنا تھا ۔ دیکھا مہیں"۔

آپ نے اسے دیکھا تک نہیں ۔

"نہیں" وہ بولا۔" دیکھنے کی توبت نہ آئی"۔

"اور آپ کو اس سے محبت تھی"۔ میری ہنسی مکل ملی ۔

"محبت نہیں عشق عشق"۔

"بن ويكم عشق ہوكيا تھا كيا"؟۔

"ہاں"۔ اس کے ہوتاوں پر شرارت آمیز ہنسی کھیلنے لگی ۔ "ایسے حالات

غضے سے میرا منہ لال ہوگیا۔ "لاحول ولا قوۃ ۔۔۔۔ کس غلط قہمی میں ہیں آپ ۔ سنٹے بھی ٹا ۔ مریضہ میری ہیوی کی سہیلی ہے ۔ میری ہیوی گھر پر نہیں آپ ، مریضہ اس سے ملنے کے لئے آئی تھی ۔ کہیں باہر سے آئی ہیں آپ ، پہیں ہے ۔ مریضہ اس سے ملنے کے لئے آئی تھی ۔ کہیں باہر سے آئی ہیں آپ ، چونکہ ہمیں آج شام کو مجمی کا استظار تھا ۔ فیال تھاکہ وہ شام کی سروس سے آجائیں کی ۔ اس لئے مریضہ اس کے استظار میں ہیتھی رہی ۔ پھر وہ واقعہ ہوگیا جو میں ہیان کر چکا ہوں ۔ ان حالات میں میں نے مناسب سمجھاکہ آپ کو بلا لوں "۔ ہیان کر چکا ہوں ۔ ان حالات میں میں نے مناسب سمجھاکہ آپ کو بلا لوں "۔

"ہوں"۔ ڈاکٹر نے سوچنے ہوئے کہا۔ "تو آپ مریضہ سے ہالکل ناواقف
ہیں"۔ پھر وہ ربڑ کی ٹوٹیوں سے کھیلنے میں مشغول ہوگیا ۔ کچھ دیر ہم دونوں
خاموش بہتھے رہے ۔ دفعتا وہ بولا "مریضہ سے دریافت کئے بغیر میں کوئی رائے قائم
نہیں کر سکتا ۔ آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ بے ہوش نہیں"۔
"جی ہاں"۔ میں نے جواب دیا ۔

"اچھ تو میں انتظار کروں کا ۔ اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا ۔ آدھ گھنٹہ تک انتظار کر سکتا ہوں میں "۔

بہر ہوا روروں پر تھی ۔ درختوں کے پتے شائیں شائیں کر رہے تھے ۔

کہمی کبھار بجلی کے چکنے سے آنکھیں چندھیا جاتیں ۔ پھر گھٹا ٹوپ اندھیرے میں خوفناک کوک کو نجتی جسے سن کر دل پر منوں بوجھ پڑ جاتا ، پھر ہوا ٹہنیوں سے لیٹ کر چیختی اور تھک کر کراہنے گئتی ۔ اف دہ رات ۔ کمرے میں ایک طرف وہ خوب صورت اجنبی مریضہ یوں منہ ڈھانے پڑی تھی جیے کل کی مری ہوئی ہو ۔ میر کے پاس ڈاکٹر ریڑی ٹو ٹیوں سے کھیل رہا تھا ۔ اس وقت وہ اپنے خیالات میں کھویا ہوا تھا ۔

"کیوں فاکٹر کیا آپ اس عجیب بیماری کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں جے محبت کہا جاتا ہے ۔" میں نے بات چھیڑنے کی غرض سے کہا ۔

"كيا"_ ۋاكثر چوشكا _

"کیا میٹریا میٹہ کا میں محبت کا بیان ہے" میں نے پوچھا ۔ "نہیں"۔ وہ خشک اندازے کہنے لکا ۔ "لیکن میری ذاتی رائے ہے کہ

میں صرف عشق ہو سکتا ہے عشق ، محبت نہیں ہو سکتی "۔

"یه محبت اور عشق کا فرق بھی خوب رہا ۔ اگر برا نہ مانیں آپ تو میں بھی سنوں وہ واقعہ"۔

"میری زندگی کا عجیب ترین واقعہ ہے" اس نے کرسی آگ کے قریب تر سرکاتے ہوئے کہا ۔ "عجیب ترین واقعہ"۔

"تو آپ بھی اس مرض کے ہاتھوں لاچار ہو چکے ہیں کبھی"۔ میں کنگنایا ۔
"اب عک ہوں"۔ ڈاکٹر بنسنے اکا۔

"سچ ؟" واقعی _ دو سال ہو چکے ہیں دو سال" _ اس نے ایک آہ بھری _ بنتے بنتے میری شظر مریضہ پر جا پڑی _ رضائی ہلتی دیکھ کر خیال ہوا کہ وہ جاک پڑی ہے ۔ ڈاکٹر سے کہنے والا ہی تھا کہ وہ بولا _ "وہ ایک عجیب ترین واقعہ تھا" _ اس عجیب ترین واقعہ کو سننے کے لئے میں بے تاب ہو دہا تھا اگر میں ڈاکٹر کی توجہ مریضہ کی طرف ولا دیتا تو اس واقعہ کو سننے کا کوئی امکان نہ رہتا _ اس لئے خاموش ہو دہا ۔

"ان دنوں میں رضا پور ڈسپنسری سے جبدیل ہو کر سیالکوٹ جا رہا تھا۔
رضا پور ایک چھوٹی سی ڈسپنسری ہے۔ جبال میں انجارج کی حیثیت سے کام کر
رہا تھا۔ لیکن سیالکوٹ کے ہسپتال میں مجھے سب انچارج کے فرائض سر انجام
دینے تھے۔ قدرتی بات تھی مجھے یہ تبدیلی پسند نہ تھی سب انچارج کی حیثیت
کون پسند کر تا ہے۔ رضا پور میں سب سے پہلے تھانے دار نے مجھ سے اس
کا ذکر کیا بولا۔ ڈاکٹر صاحب ۔ سیالکوٹ میں جاکر مزے کرو کے نا"۔

"مزے ؟" میں نے حیرانی سے دہرایا ۔ مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے وہ معنی خیز شظروں سے بچھے دیکھنے لگا ۔ جیسے کچھ پتہ ہی نہ ہو ۔ "آخر بات کیا ہے" میں نے پوچھا ۔ کہنے لگا ۔ "اس ظالم پر تو سارا سیالکوٹ مرتا ہے ۔ اُف کیا چیز ہیں ہے ۔ وہ لاکھوں میں ایک ہے " " د بھٹی وہ کون ہے" میں نے حیرانی سے پوچھا"۔ "وہی لیڈی ڈاکٹر"۔ وہ مسکرایا ۔ "جو ڈنائے ہسپتال میں ہے وہاں ۔

لیکن ڈاکٹر ایسی شاطر ہے وہ کہ کسی کے ہتھے نہیں چڑھتی ۔ اچھا بھٹی سیالکوٹ جا کر ہمیں یاد دکھنا''

پر کواپریٹو انسکیٹر آگئے ۔ وداع ہوتے وقت وہ بڑی سنجیدگی سے کہنے گئے ۔ "برا نہ مائٹے لیکن میرا فرض ہے کہ میں آپ کو آگاہ کر دوں"۔ "فرمائیے" ملک صاحب میں نے کہا ۔ ملک صاحب اپنے طبعی بزرگانہ انداز سے کہنے گئے ۔ "نزہت سے زیج کر رہئے گا ۔ وہاں سیالکوٹ میں" ۔ نزہت ، کون ملک صاحب"۔ وہی لیڈی ڈاکٹر ۔ برے بھلے کے متعلق تو خدا جانتا ہے لیکن وہ بدنام صاحب"۔ وہی لیڈی ڈاکٹر ۔ برے بھلے کے متعلق تو خدا جانتا ہے لیکن وہ بدنام سے "۔ ان کی باتیں سن کر میں نے اس موضوع میں ولچسی لینی شروع کر دی ۔ میں نے کہا ۔ وہیا وہ آوارہ ہے"۔ "نہیں نہیں"۔ وہ بولے ۔ "آوارہ نہیں"۔ میں خواصورت نہیں لیکن چونک بھر میں نے پوچھا ۔ "جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ بری عورت نہیں لیکن چونک خواصورت ہے ۔ اس لئے ہر ایک کی نظر پر چڑھی ہوئی ہے ، کیا افسر ، کیا چیڑاسی ، ذرا ڈیال دکھنا"۔

سیالکوٹ وفتر میں پہنچا تو ایک کارک بولا۔ "لو جی یہ آگئے ہسپتال کے سب چارج" ہیڈ کارک نے اپنی عینک سنواری اور مجھے یوں دیکھا جیے کوئی سائینسدان کسی نئی قسم کے جر تومہ کو دیکھتا ہے۔ کوئے میں سے ایک صحب چلائے۔ "بھٹی واہ یہ جوڑا ٹھیک رہے کا ۔ پہلا سب انچارج تو انچارج کی طرح قابل پنشن تھا"۔ لالہ جی ہنے ۔ "یہ تو بہت چست معلوم ہوتے ہیں ۔ ہم تو جب مانیں گے ۔ لالہ جی کلرک بولا ۔ جب ان کی چستی کا نتیجہ شکلے گا ۔ فیر بھٹی جوڑا برابر کا ہے"۔ دوسرا گنگنایا اجی نہیں ۔ تیسرا مجھے گھور کر کہنے لگا ۔ وہ تو بھلی ہے بجلی ہے بکی "۔ اس بات پر میں سمجھ گیاکہ وہ لیڈی ڈاکٹر کا ذکر کر رہے تھے ۔ لیڈی ڈاکٹر کے متعلق باتھیں سن کر میرے دل میں اسے دیکھنے کا شوق پیدا ہوگیا ۔ جب کبھی اکیلا میٹھا ہوتا مجھے اس کا فیال آجاتا ، ایک خوبصورت مجسمہ ہوگیا ۔ جب کبھی اکیلا میٹھا ہوتا مجھے اس کا فیال آجاتا ، ایک خوبصورت مجسمہ ہوگیا ۔ جب کبھی اکیلا میٹھا ہوتا مجھے اس کا فیال آجاتا ، ایک خوبصورت مجسمہ

میری آنکوں تلے آ کوا ہوتا ۔ یا میرے سامنے کرسی پر میٹھ جاتا یا برآمدے میں

مہلنے لکتا اور میں چپ چاپ اس کی طرف دیکھتا رہتا ۔ غرضیکہ میں نے لوگوں کی

باتیں سن سن کر اکیلے میں اندازے لکا لکا کر اپنی خواہشات کو بحرما بحرما کر دل

بی ول میں لیڈی ڈاکٹر سے عشق بیدا کر لیا۔ اب میں بے تابی سے اس وقت کا انتظار کرنے لگا جب میں اسے دیکھنے والا تھا۔ آخر ایک روز ہمیں ملنا ہی تھا ٹا۔ کب تک سامٹے نہ آئے گی۔ لیکن سیالکوٹ آئے مجھے پانچ ون ہو چکے تھے لیکن ابھی تک اسے ملنے کا موقع نہ ملا تھا۔

میری زندگی میں ایک عجیب بات واقعہ ہوتی رہی ہے ۔ ڈاکٹر میری طرف دیکھ کر مسکرایا جب کبھی میرے دل میں کسی خاص عورت کی محبت یا آرڈو پیدا ہو جاتی ہوتی ہے عین اس وقت کوئی اجنبی عورت خواہ مخواہ میری زندگی میں داخل ہو جاتی ہے اور ایسے حالت پیدا کر دیتی ہے کہ نہ میں ادھر کا رہتا ہوں اور نہ آدھر کا"۔ ہے اور ایسے حالت پیدا کر دیتی ہے کہ نہ میں ادھر کا رہتا ہوں اور نہ آدھر کا"۔ ہے اور ایسے حالت پیدا کر دیتی ہے کہ نہ میں سے دلچسپی محسوس کرتے ہوئے کہا ۔

"ہاں"۔ ڈاکٹر ہنسنے لگا۔ "ہارہا ایسا واقعہ ہو چکا ہے۔ ایک دن شام کے وقت میں صحن میں ٹہل رہا تھا۔ گرگی بتیاں تک روشن نہ کی تھیں ۔ نہ جائے کس خیال میں کھویا ہوا تھا میں ۔ مختصر سا کوار فر تھا وہ ۔ در حقیقت میرا مکان کوار فر نہ تھا بلکہ مریضوں کا ایک کوار فر مجھے دے دیا گیا تھا۔ اس کا ایک دروازہ بسیتال میں کھلتا تھا اور دوسرا باہر گلی میں "۔

"مریض کہاں ہے ؟" سُریلی آواز میرے کان میں پڑی ۔ شام کے دھند کے میں میرے روبرو دروازے میں ایک چٹا سفید چرا جھلملا دہا تھا۔ د جسنے اسے دیکھ کر مجھے گیا ہوا ۔ میں نے سمجھا شگفت آگئی ہے ۔ شگفت میری ایک پراٹی آشنا ہے ۔ کبھی کبھی وہ یونہی اطلاع دئے بغیر آجایا کرتی ہے اور دو ایک پراٹی آشنا ہے ۔ کبھی کبھی وہ یونہی اطلاع دئے بغیر آجایا کرتی ہے اور دو ایک دن میرے پاس تھہر کر چلی جاتی ہے ۔ ہرباد وہ نیا بہانہ بنا کر آتی ہے ۔ کبھی مریضہ بن کر اور کبھی ڈاکٹر ۔ اسے دیکھ کر میں سمجھا کہ وہ شگفتہ ہے لیکن اس کے باوجود میں اپنی چگہ کھڑا دہا ۔ میں نے کہا ۔ کون مریض ؟" ۔

"میرا مصب ہے" وہ بولی " اس وقت تک مجھے یقین ہو چکا تھا کہ وہ شگفتہ ہے ۔" میں نے کہا ۔ "میں جاتنا ہوں تمہارا مطلب " اور پیشتر اس کے کہ وہ کچھ کے میں نے کہا ۔ "میں جاتنا ہوں تمہارا مطلب " اور پیشتر اس کے کہ وہ کچھ کیے میں نے بڑھ کر اسے دوٹوں بازوؤں پر اٹھا لیا ۔ "صاحب؛" وہ چلائی "میں بتاتی ہوں تمہیں "۔ اس نے دو ایک بتاتی ہوں تمہیں "۔ اس نے دو ایک

پلکی پلکی چینیں مادیں ۔ لیکن میں قبقہ ماد کر بننے لگا ۔ "کس غط فہمی میں بیں آپ"۔ وہ چلائی "لو سب غلط فہمیاں دور کئے دیتا ہوں"۔ میں نے اسے بے تھاشا چومنا شروع کر دیا ۔ بھر وہ خاموش ہوگئی تو میں نے بتی جلائی اور کہنے لگا ۔ "لو اب کہو مزاج کیسے ہیں"۔ ادے ۔ اسے دیکو کر میرے پاؤں تلے سے زمین شکل گئی ۔ شکھتہ کی جگہ ایک اجنبی عورت میرے بستر پر گھڑی بنی پڑی تھی ۔ یہ دیکو کر میں گھبراگیا ۔ "جھے بے حد افسوس ہے ۔ معاف کیجیئے گا"۔ تھی ۔ یہ دیکو کر میں نادم ہوں یا ڈرگیا ہوں تو وہ بچم جائے گی ۔ ڈاکٹر بن کر عورت کی دلایا کہ میں نادم ہوں یا ڈرگیا ہوں تو وہ بچم جائے گی ۔ ڈاکٹر بن کر عورت کی مفسیات سے کچھ واقفیت ہو ہی جاتی ہے ۔ ڈاکٹر بنسٹے لگا ۔

یعنی آپ کا مطلب ہے اگر آپ گھبرا جاتے تو ۔۔۔۔ میں نے اپنا فیال الفاظ میں پریش کرنے کی کومشش کی ۔

بالکل ۔ وہ بولا اگر میں گھبرا جاتا تو وہ بپھر جاتی ۔ اف ۔ کس قدر بدنامی وتی ۔

"عجيب بات ہے" ميں نے كہا -

بالكل حقيقت پر مبنی وہ بولا ۔ اتنی زيادتی كر دينے كے بعد يہ كہنا كہ مجھ سے غلطی يا بھول ہوئی ۔ عورت كی بے عزتی كرنے كے مترادف ہوتا ہے ۔ ايسے حالات ميں اسے اپنائے كے سوا چارہ نہيں ہوتا ۔ تو صاحب ميں نے جھٹ كہم ديا ۔ ان پياری كستاخيوں كا افسوس نہيں مجھے بلكہ اس بات كا افسوس ہے كہ اتنی جلدی بتی جلا وی "۔

"عجیب انسان بیں آپ"۔ غضے سے اس کا مند لال ہو رہا تھا۔ "تم بھی تو عجیب ترین عورت ہو۔ عجیب اور بے حد پیاری" میں نے پیاد سے اس کی طرف دیکھا۔

اب میں کیا کہوں ۔ اس کے ہونٹوں پر موہوم مسکراہٹ جھلکی ۔ «کہنے کی ضرورت بھی ہو" میں چلایا ۔ «نیچی شظر سے دیکھنا ہی کافی ہے ۔ ييدا جي نهيں ہوتا"۔

"اجها" وه مسكران لكي ، "بها بتاؤ تو ميس كون بوس" اس بات پر ميري بنسی مکل کئی ۔ میں نے کہا مجھے نام سے گیا واسطہ ، مجھے تو تم سے غرض ہے چاہے تم کوئی بھی ہو تم میری ہو ۔ تم وہ ہو جس کا تجھے انتظار تھا ۔ یہ سن کر وہ قبقبہ ماد کر بنس پڑی ۔ کہنے آئی "بات بنانا تحتم ہے آپ پر" میں نے کہا ہاں بشرطیکہ تم سن رہی ہو ۔ اچھا اسی بات پر اپنا نام بتا دو ۔ نام کا کیا ہے ۔ وہ بولی _ "آپ کو تو مجر سے غرض ہے _ جاہے کسی نام سے بلالیا کرو"۔ تو تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں"۔ میں نے بگر کر کہا ۔ وہ ایک دم سنجیدہ ہوگئی ۔ وہ میری طرف دیکھ کر چلائی "۔ ناراض نہ ہو جانا کہیں ۔ میرا نام صندلی ہے ۔ "صندلی" میں نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا ۔ "فی البدیہ معلوم ہوتا ہے ۔ خوب نام تجویز کیا ہے"۔ قسم ہے جھوٹ بولنے کو جی نہیں چاہتا"۔ وہ بولی ۔ پھر تو میں بڑا آدمی ہوں"۔ میں نے بن کر کہا "نه جائے کیا ہیں آپ" وہ مسکرائی ۔ لیکن ایسا محسوس کرتی ہوں جیے آپ کے سامنے کوئی پردہ ٹھبر نہیں سکتا ۔ صندلی میرا نام نہیں لیکن بالین میں مجھے سب ہی صندلی کہا کرتے تھے"۔ اس کی آنکھوں میں صداقت جھلک رہی تھی ۔ بس صاحب مختصریہ ہے کہ میں فے ایسی ایسی بایس کیں کہ دھاک بٹھا دی ۔ اگرچہ تبھی تبھی وہ میری طرف ویلھتی تو میں محسوس كرنے لكتاكہ اس كے انداز ميں تفريح كى جگه سنجيدكى كى جملك بے ۔ ليكن يہ تو صرف وقت کئی کر رہا تھا ۔ یہ کہہ کر ڈاکٹر خاموش ہوگیا اور اسٹیتھی میں اتھتے بوٹے شعلوں کو غور سے دیکھنے لکا ۔ کویا ان شعلوں میں اسے کسی کی تصویر نظر آري تحي -

میری منظر مریضہ پر جا پڑی ۔ یقینی طور پر وہ جاک رہی تھی ۔ مجھے اچھی طرح پاد ہے کہ پہلے وہ سیدھی لیٹی ہوٹی تھی لیکن اب وہ بائیں پہلو پر پڑی تھی ۔ منہ جاری طرف تھا ۔ اگرچہ لحاف سے ڈھاٹیا ہوا تھا ۔ شاید وہ بھی ڈاکٹر کی آپ منتی سن رہی تھی ، یا ویسے ہی لیٹی ہوئی ہو۔

"اگر وه اس قدر خوبصورت اور پیاری نه بوتی تو شاید میں اس کی محبت کا

اور پیشتراس کے کہ وہ اپنا گھویا ہوا تواڈن صاصل کر سکے ۔ میں نے اسے پھر سے چومٹا شروع کر دیا ۔ پہلے تو اس نے اپنے آپ کو میری گرفت سے چھڑانے کی کومشش کی ۔ لیکن صاحب میری گرفت بھی تو ڈوبتے کی گرفت کے مصداق تھی "۔

"دُوبَ كَلَ كُرفت ؟" میں نے دُاكٹر كى طرف دیکھا ۔
"الله صاحب" وہ مسكرایا ۔ اگر وہ ڈرا بھى بگڑ جاتی تو كس قدر بدنامی ہوتی ۔
میرا سارا كيربر برباد ہو جانا ۔ يقينی طور پر وہ مجھے نوكری سے برطرف كر ديتے ۔
بال ۔ تو جلدى ہى اس كى كوششيں دُھيلى پر گئیں حتیٰ كہ اس نے مكمل طور پر اپنے آپ كو ميرے حوالے كر دیا ۔

پھر تو آپ نے من مائی کی ہوگی"۔ میں مسکرا دیا ۔
"قطعی نہیں"۔ وہ بولا۔ "اسے یول پاکر میں نے اس سے دوستی کانٹھنی
شروع کر دی"۔
"وہ کیسے ؟"

"باتين" _ وه بنسنے لكا _ عورت كو برمائے كے لئے باتوں سے بہتر كوئى دريد نہيں _

"آپ نے تو میری سدھ بدھ مار دی ہے" ۔ وہ مسکرائی ۔ "سدھ بدھ تو مجھ نہیں رہی جب سے تمہیں دیکھا ہے"۔ میں نے جواب دیا ۔

"کیول مجھے کیا ہے" وہ بولی "مجھے کیا معلوم" میں نے کہا "ویکھ لو ایک پڑھا لکھا سمجھدار ڈاکٹہ ایک حملک سے اپنا دماغی تواڑن کھو بیٹھا ہے" "ریسا معلوم ہوتا ہے - جبسے آ لے فہمی سے ایسا کیا ہے" وہ بولی ۔

"غلط مہر ی غلط فہی ۔ میں انجان بن گیا ۔ "شلید آپ کسی کے احتظار میں بیٹھے تھے ۔ جب میں آئی آپ سمجھے میں وہ ہوں"۔

"پنگلی" میں بنسنے لگا۔ "ساری عمر تمہارے استظار میں میشھا رہا۔ آخر تم آبی گئیں۔ میں جانتا تھا تم آؤگی۔ ضرور آؤگی۔ اس میں غلط فہمی کا سوال

دم بحرفے لکتا" ڈاکٹر کنگنایا ۔

خوبصورت نه ہوتی تو ؟" میں چوشکا ۔

"بال" وہ بولا "بهم رسمی خوبصورتی یا حسن کی بلکی سی جھلک سے متافر ہو جاتے ہیں ۔ لیکن اگر کسی کا حسن آنکھیں خیرہ کر دینے والا ہو تو دل میں جھبک اور بیکانگی پیدا ہو جاتی ہے ۔ ایسے حسن کو ہم شک کی شظر سے دیکھتے ہیں یا شاید اس کی وجہ وہ انوکھی ملاقات ہو ۔ بہر حال میرے دل میں صندلی کے متعلق شکوک پیدا ہو گئے ۔ ایسا معلوم ہوئے لگا جسے وہ ایک عام عورت ہو ۔ میرا مطلب ہے بیدا ہو گئے ۔ ایسا معلوم ہوئے لگا جسے وہ ایک عام عورت ہو ۔ میرا مطلب ہے ہر ہاتھ کا کھنونا ۔ حالانکہ اس کی باتیں اور انداز نہایت مہذب اور پاکیزہ تھے لیکن اس کا حسن ۔ آئ

حسن بذات خود ایک بد قسمتی ہے ایک افتاد ۔ اگر میں صندلی کو دور سے دیکھتا ۔ چند دن اے پاس سے دیلفنے کی آرزو لئے پھرتا ۔ چند مرتب وہ بے پروائی اور بے بیازی سے میرے پاس سے گذر جاتی تو میرے دل میں اس کے لئے عزت بيدا ہو جاتى ۔ اور شايد ميں ليڈى ڈاكٹر كا خبط چھوڑ وبتا ۔ ليكن ايسا نه ہونا تھا نه ہوا ۔ صندلی کو دیکو کر معا مجھے لیڈی ڈاکٹر کا خیال آجاتا ۔ کس قدر مختلف تھی ۔ خاموش اور شرمیلی ۔ اس کا سب سے بڑا جبوت یہ تھاکہ وہ اس روز تک میرے روبرو نہ آئی تھی ۔ اس کے بعد صندلی اکثر مجد سے ملنے کے لئے آجایا کرتی تھی ۔ عموماً وہ شام کو آتی اور آدھی رات کے قریب لوث جاتی ۔ پہلے دن تو اس بات كى ضرورت تمى كه ميں اس سے اظہار بحبت كروں _ ليكن اس كے بعد مجھے ايسا وصونک ریانے میں کوئی وہسی نہ رہی ۔ تو صاحب اس کے آنے پر ہم دونوں يينه كر ادهر ادهر كى باتول مين مصروف بو جاتے وه چائے بناتى اور جم دونوں مل كر چائے بيتے اور ريث يو سنتے يا تاش كھيلتے ۔ اور نہيں تو رضائی ميں ميشھ كر كبيں باكتے رہتے شايد آپ مجھتے بوں كه ميں بات چھپا رہا بوں - ڈاكٹر ميرى طرف دیکھ کر مسکرایا "نہیں نہیں"۔ میں نے کہا" اس کی کیا ضرورت ہے ۔ ویسے بات کر رہا ہوں ۔" وہ بولا ۔ "اس کے حسن کو دیکھ کر ولولہ تو اٹھتا تھا لیکن اس کا یوں آپ ہی آپ آجانا ۔ مجھ سے بے محلف لڑتے جھکڑتے رہنا ۔

اس کا بے پناہ حسن یہ سب یاتیں مجھے روک لیتی تھیں ۔ نہ جانے گون ہے ۔ کہاں سے آتی ہے ۔ شاید یہ اس کا کام جو ہزاروں خیال دل میں آتے"۔

"جے"! ایک گھٹی ہوئی بچکی کی آواز آئی ۔ ڈاکٹر چوشکا اس نے کرے میں چاروں طرف دیکھا ۔ مریف بے حس و حرکت پڑی تھی ۔ "کیسی آواز تھی"۔ وہ بولا ۔ معلوم نہیں "۔ میں نے کہا ۔ عین اس وقت باہر بجلی کئی ۔ پہاڑوں میں وہ کڑک کو تجی ۔ گونجتی چاتی گئی ۔ اُف کس قدر طوفائی رات ہے ۔ ڈاکٹر بولا ۔ ہوا کس قدر ڈوروں پر ہے" میں نے کہا ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بہاڑیاں طوفان کی ڈو میں آکر کراہ رہی ہوں "۔ ہوں وہ خاموش ہوگیا ۔ مریف کا لیا آہستہ آہستہ ہل دہا تھا ۔ جیسے اس کے شلے لہریں اٹھ رہی ہوں ۔ عجیب سی حرکت ہے ۔ میں نے موچا ۔ جیسے وہ بچکو لے کھا رہی تھی ۔ ہاں تو وہ لیڈی گائٹر کیا ہوئی میں نے آہ بحر کر کہا ۔ "آپ تو صندلی کے بعنور میں پھنس گئے گئر کیا ہوئی میں نے آہ بحر کر کہا ۔ "آپ تو صندلی کے بعنور میں پھنس

"ہاں" ڈاکٹر مسکرایا ۔ "واقعی وہ ایک بھنور تھی ایک حسین پراسرار بھنور بس میں ہالآخر ہم دونوں ڈوب گئے ۔ لیڈی ڈاکٹر اور میں ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے مجھے کہ قدرت نے النزاماً وہ بھنور میری راہ میں پیدا کر دیا تھا ۔ اف کس قدر زبردست چیز ہے قدرت ۔ ڈاکٹر نے آہ بحری ۔ نہ جانے وہ اس کی آہ تھی جو کردست چیز ہے قدرت ۔ ڈاکٹر نے آہ بحری ۔ نہ جانے وہ اس کی آہ تھی جو کرے میں چاروں طرف کو نجنے لگی یا باہر کی ہوا تھی ۔ بہر حال میں محسوس کر زبا تھا جیے اس کرے کا انتفاق تھا جیے اس کرے کا انتفاق تو ہوا ہوگا ہی میں نے بات چلائے کی خاطر کہا ۔

"بال" وہ مسکرایا "جلد ہی وہ دن آگیا ۔ اس روز مجھے اپریشن کرنا تھا ۔ راہ یا شاید کوئی اور بات تھی ، میں بھاگا بھاگا اپریشن روم کی طرف جا دہا تھا ۔ راہ میں مجھے کمپاؤنڈر ملا ۔ میں نے ویسے ہی اس سے پوچھا"۔ ڈاکٹر صاحب آئے ہیں کیا" "جی نہیں "۔ وہ بولا ۔ "اندر لیڈی ڈاکٹر ہیں "۔ لیڈی ڈاکٹر ؟ میں اور بھی تیز چلنے لگا ۔ ابھی دروازے کے پاس ہی تھا کہ اندر سے ایک چپڑاسی آیا کہنے لگا تیز چلنے لگا ۔ ابھی دروازے کے پاس ہی تھا کہ اندر سے ایک چپڑاسی آیا کہنے لگا داندر سے ایک جبڑاسی آیا کہنے کہا داندر سے ایک در ایک در ایک درائی کے درائی سے درائی سے

ایشی ڈاکٹر ہیں "۔ وہ بولا۔ "پھر کیا ہے"۔ میں نے غضے سے کہا ۔ وہ سہم کر ایک طرف ہو گیا۔ "جبی انہوں نے کہا تھا"۔ ڈاکٹر صاحب سے کہد وو اندو و آئیں "۔ یہ کیا مذاق ہے میں نے سوچا ۔ "لیڈی ڈاکٹر کیا مجھ سے پردہ کرس گی ۔ کیا کر رہی ہیں وہ"۔ میں نے اپنے آپ کو مشکل سے روکا ۔ آپریشن کا سلمان لے رہی ہیں ۔ ہم خود دس کے انہیں سلمان ، یہ کہہ کر میں اندر داخل ہوگیا ۔ فریکھتا ہوں کہ وہ دوسرے ورواڑے سے باہر جا رہی ہے ۔ لیڈی ڈاکٹر ۔ لیڈی ڈاکٹر میں چانیا لیکن وہ نہ مڑی ۔ میں اپنا سا مُنہ لے کر رہ کیا ۔ اُف کس قدر بے دی ہوئی ۔ ہسپتال کے ملازمین بغلوں میں منہ ڈال کر ہنس رہے تھے ۔ "کیوں کہاؤنڈر" میں نے برسبیل حذکرہ پوچھا کیا لیڈی ڈاکٹر پردہ کرتی ہیں ؟ نہیں تو کوہ بولا"۔

اس روز مجد سے ذرا کام نہ ہوا ۔ رہ رہ کر خیال آتا کہ بات کیا تھی ۔ رہ رہ كر خفت كا احساس بوتا _ شام كو صندلي آكثي _ أف كس قدر غفر آيا مجم صندنی کو دیکھ کر لیکن پی گیا ۔ جس قدر مغموم تھا میں اسی قدر بشاش تھی وہ ۔ اس روز بات بات پر ہنستی ۔ چہکتی مجھے چھیرتی ۔ اس کی باتوں سے مجھے خواہ مخواہ شک پڑنے لکا ۔ ایسا محسوس ہونے لکا ۔ جسے وہ میرا راز جاتنی تھی ۔ مجھے کھوٹے ہوئے دیکھ کر ول ہی دل میں خوش ہو رہی تھی ۔ میں خوب جاتنا تھا کہ اس کے دل میں میرے لئے محبت کا جذبہ بیدا ہو چکا ہے ۔ صاف بات تھی ۔ سیلے روز میرا وہ رنگین اور دلیرانہ رویہ وہ دلچسپ اظہار محبت اور پھریہ شان بے نیازی ۔ ایسے حالات میں کوئی عورت متافر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی "۔ وہ بنسا ۔ "جب ہم اکھنے بیٹیے ہوتے ہیں اس کے خوبصورت یاؤں یا ہاتھ سے کھیلتا ربتا _ اس وقت وہ میرے منہ کی طرف تکتی رہتی _ حیران ہوتی ہوگی کہ یہ متوالا اپنی دلیسب کھیل یاؤں اور ہاتھ تک محدود کیوں رکھتا ہے ۔ میں سب سمجمتا تھا۔ اس کی بے قراری اور شوق کو خوب سمجھتا تھا لیکن اس کے یاوجود بوکھلا بن كر بيٹھ رہتا _ اس كے اشارے اور كنائے رنكين اور واضح ہوتے _ ليكن ميں ظاہر كرتاك ميں كچھ ند سمجھتا تھا۔ مثلًا وہ جائے كا بيال اٹھانے كے لئے اس طریقہ سے جھکتی کہ اس کا چہرہ میرے منہ سے فکرا جاتا یا اس کا جسم مجھ سے چھو

جاتا ۔ یا وہ اپنا ہاتھ مجھے وگھا کر کہتی دیکھو تو میری قسمت میں کیا ہے ۔ میں جھوٹ موٹ ہوٹ ہاتھ دیکھتا رہتا اور پھر سوچ سوچ کر کہتا ۔ رسوائی ، بدنائی ، بہت ہے ۔ میں مجنوں اور ، اور ہنگاے ۔ آف تمہاری قسمت تو ایک مسلسل جھیلہ ہے ۔ جھوٹ کہتے ہو وہ ہنستی ۔ جھوٹ کسے میں جواب میں پوچھتا ۔ ہے تیامت کا حسن ورثہ میں ملا ہو اس کی قسمت میں اطمینان کہاں ۔ جو دیکھے کا عقل و خرد کھو بیٹھے کا ۔ ہر کوئی قرب کی آرزو کرے کا ۔ قرب سے ڈرے کا ۔ ہر کوئی حبت اور شک کی شظر سے دیکھے گا ۔ یہ سن کر اس کی آنکھوں میں آشو آجاتے ۔ کبت اور شک کی شظر سے دیکھے گا ۔ یہ سن کر اس کی آنکھوں میں آشو آجاتے ۔ کاش کہ میں ایک سیدھی سادی عام عورت ہوتی "۔ کاش کہ میں ایک سیدھی سادی عام عورت ہوتی "۔ نظر مریضہ پر بیٹی ۔ دیا تھا ۔ نہ جائے مریضہ کو کیا ہے ۔ بیٹری ۔ لیا تھا ۔ نہ جائے مریضہ کو کیا ہے ۔ بیٹری ۔ لیا تھا ۔ نہ جائے مریضہ کو کیا ہے ۔ بیٹری ۔ لیان سے سوچا ۔ نہ جائے مریضہ کو کیا ہے ۔ میں نے سوچا ۔ نہ جائے مریضہ کو کیا ہے ۔ میں نے سوچا ۔ نہ جائے مریضہ کو کیا ہے ۔ میں نے سوچا ۔ نہ جائے مریضہ کو کیا ہے ۔ میں میں نے سوچا ۔ نہ جائے مریضہ کو کیا ہے ۔ میں میں نے سوچا ۔ نہ جائے مریضہ کو کیا ہے ۔ میں میں نے سوچا ۔ نہ جائے مریضہ کو کیا ہے ۔ میں میں نے سوچا ۔ نہ جائے مریضہ کو کیا ہے ۔ میں نے سوچا ۔ نہ جائے مریضہ کو کیا ہے ۔ میں بیک کھی میں نے سوچا ۔ نہ جائے مریضہ کو کیا ہے ۔ میں ایک کھی میں نے سوچا ۔ نہ جائے مریضہ کو کیا ہے ۔ میں نے سوچا ۔

ڈاکٹر نے بات جاری کی "اس دوز بار بار مجھے خیال آتا اگر یہ ہاتھ صندنی کے بحائے لیڈی ڈاکٹر میرے پاس ہینٹھی ہوتی"۔

بحائے لیڈی ڈاکٹر کا ہوتا ۔ اگر اس کی جگہ لیڈی ڈاکٹر میرے پاس ہینٹھی ہوتی"۔

لحاف سلے مریفہ نے مرحم سی چیخ ماری ۔ میں گھبرا کر اٹھ میٹھا۔ تکیوں کیا بات ہے"۔ ڈاکٹر نے مجھے گھبرائے ہوئے دیکھ کر کہا ۔ آپ نے نہیں سنی آواڈ ۔ "ہاں" وہ ہنس دیا ۔ "ان پہاٹریوں کے طوفان ایسے ہی ہوتے ہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جسے پنڈورا کا صندوق گھل گیا ہو"۔ لیکن مریضہ" میں نے اس کی طرف اشارہ کیا جمعی شروع کی بولا ۔ "ہی مریضہ سے بستر کو دیکھ کر بولا ۔ "ہی مریضہ سے بستر کو دیکھ کر بولا ۔ "ہی مریضہ سے بہتر ہے ۔ ڈاکٹر نے اپنی کہائی بیان مریضہ کے بستر کو دیکھ کر بولا ۔ "ہی مریضہ کرتی شروع کی ۔

اس روز صندلی کی باتیں مجھے بڑی بامعنی معدم ہوتی تھیں ۔ کہنے لگی ۔ آج آپ اس قدر کھوٹے کھوٹے سے کیوں ہیں ۔ نہیں تو میں سنے بنسنے کی کوشش کی ۔ یوں کھور رہبے ہیں آپ جیسے مجھ میں کسی اور کو دیکھ رہبے ہوں ۔ تمہارا وہم ہے میں مسکرایا ۔ تمہارے ہوتے ہوئے کسی اور کی طرف دیکھتا ۔ میں نے بات ٹالنے کی کوشش کی ۔ اسی طرح پریشائی میں چند آیک

دن گذر گئے ۔ پھر ایک روز پینام آیا کہ بڑے ڈاکٹر صاحب بلا دیے ہیں ۔
آپریشن روم میں آجائے ۔ میں فوراً تیار ہو کر ہسپتال چلاگیا ۔ اپریشن روم کے دروازے میں اسٹنٹ سرچن گوڑے تھے ۔ مجھے دیکھتے ہی بولے ۔ آپ آرام کیئے ڈاکٹر ۔ آپریشن ہو گیا ہے ۔ ہوگیا ہے ؟ میں نے جرائی سے پوچھا لیوٹے نہیں ہوا نہیں لیکن میرے ساتھ لیڈی ڈاکٹر بین جب عک آپ راؤنڈ کر لیکئے ۔ کیسا آپریشن ہے ۔ میں نے پوچھا ۔ جسم میں رسولی ہے وہ بولے ۔ لیکئے ۔ کیسا آپریشن ہے ۔ میں نے پوچھا ۔ جسم میں رسولی ہے وہ بولے ۔ تو محمل کروں جو ۔ نہیں وہ بولے پھر سہی کبھی ۔ ترج ہی کیا ہے ۔ میں بھی فائدہ مصل کروں جو ۔ نہیں وہ بولے پھر سہی کبھی ۔ ترج ہی کیا ہے ۔ میں نے کہا ۔ لیڈی ڈاکٹر کا شامل ہونا ضروری ہے ۔ وہ بولے ۔ پیشک شامل ہوں میں کہا ۔ لیڈی ڈاکٹر کا شامل ہونا ضروری ہے ۔ وہ بولے ۔ پیشک شامل ہوں میں ان ۔ میں تو کٹ کر رہ گیا ڈاکٹر مسکرائے گئے ۔ ہرا یہ ماتنا اور وہ درواڑہ بند کر کیا اعتراض ہو سکتا ہے ۔ پلیز ڈاکٹر اندر سے آواز آئی ۔ ڈونٹ کم کے اندر سے گئے ۔ اسی شام کو میں زخمی شیر کی طرح صحن میں ادھر ادھر چکر لکا رہا تھا ۔ عبیب تہ شا ہے ۔ ساری دنیا کے سامنے شکے مذ پھرتی ہے لیکن مجد کے اندر ہے ۔ جیب تہ شا ہے ۔ ساری دنیا کے سامنے شکے مذ پھرتی ہے لیکن مجد کے براہ تھا ۔ عبیب تہ شا ہے ۔ ساری دنیا کے سامنے شکے مذ پھرتی ہے لیکن مجد کے براہ تھا ۔ عبرہ ہے ۔ حرام زادی !!

اود ، آپ تو کالیال دینے سلکے صندلی نے اندر واضل ہوتے ہوئے کہا ۔ اس روز صندلی کا آنا مجھے ناکوار گذرا ۔ اس صد تک ناکوار گذرا کہ میں نے اس سے کوئی بات نہ کی ۔

اوگوں کے مذہ سے لیڈی ڈاکٹر کی تعریفیں سن سن کر میں پہلے ہی شوق سے بھرا دیٹھا تھا ۔ اس کے میرے روبرو آئے سے انکار کرنے پر وہ شوق وفعتاً عشق کے ورجہ تک بہنچ گیا ۔ آپ جانتے ہیں ۔ نیا نیا عشق ہو تو ولچسپ بائیں نہیں سوجھتیں ۔ پہلے تو صندلی مجو سے فاموشی کی وجہ پوچھتی رہی ۔ پھر وہ بھی بار کر چپ ہو رہی ۔ بھر وہ بھی بار کر چپ ہو رہی ۔ بھر وہ بھی بار کر چپ ہو رہی ۔ بھر فرہ بھی عبال آیا کہ صندلی کو راز بنا کر اس سے کام لوں تو صاحب میں نے تام واقعہ اسے سنا دیا ۔ وہ بنسی کھلکھلا کر بنسی ۔ بولی مرد بھی عجیب مناوی ہو جائے ہیں جو چھپ جائے اس سے مخلوق ہے جو سامنے آجائے اس سے لاہروا ہو جاتے ہیں جو چھپ جائے اس سے عشق لکا لیتے ہیں بنستے بنستے اس کی آنکھوں میں آنو آگئے میں نے بات کرنے عشق لکا لیتے ہیں بنستے بنستے اس کی آنکھوں میں آنو آگئے میں نے بات کرنے

کی خاطر کہا یہ تو محض دل گئی ہے ۔ تم ہی سوچو ، صندلی اس کمبخت نے مجھ سے چھپ کر مجھے کتنی اہمیت وے دی ہے ۔ ہاں ، وہ مسکرائی بات تو ٹھیک ہے ۔ میں نے کہا ۔ اچھا کیسی ہے وہ لیڈی ڈاکٹر ۔ صندلی نے منہ بنا دیا ۔ عام سی ہے وہ بولی ۔ جیسے آپ اور میں ۔ تم سی ہے میں نے دہرایا ۔ پھر تو قیامت ہوگی قیامت ۔ اس کے بعد صندلی کو چپ لگ گئی ۔ اگر میں لیڈی ڈاکٹر قیامت ہوگی قیامت ۔ اس کے بعد صندلی کو چپ لگ گئی ۔ اگر میں لیڈی ڈاکٹر کی بات کرتا تو وہ جل بھن جاتی ۔ بات بات پر آبیں بھرتی اور میری طرف دیکھتی ۔ ہوں تو آپ کو اس سے محبت ہے ۔ وہ کہتی شکر ہے آپ کو بھی کسی سے محبت ہوئی ۔

"جند بى ونوں كے بعد ايك اور واقعد جوا ڈاكٹر ارسرتو مسكرانے كا ۔ "جيراسي آكر كين اكا ـ سول سرجن صاحب پوست مارتم كر رہے ہيں آپ كو بدايا ہے ۔ میں وہاں پہنچا تو واکٹر سہلے ہی سے موجود تھا ۔ ہم نے میاری مکمل کر نی تو سول سرجن بھی آ کئے ۔ آتے ہی پوچھا ۔ لیڈی ڈاکٹر ٹہیں آئی ؟ میرا ول سینے میں اچھلا ، اس کا آنا ضروری ہے وہ بولے ۔ خاتون کی ناش ہے بڑا اہم كيس ہے ۔ اس نے چيراسي كو دوڑايا ، جاؤ انہيں بلا لاؤ ۔ ابھى آجائيں ابھى ۔ چیڑاسی کو دوڑائے دیکھ کر خوشی سے میری باچھیں رکھل گئیں ۔ کیسے نہ آئے گی آج ؟ خوشی سے میرے ہاتھ بافل پھول رہے تھے چند ہی منٹ کے بعد چیڑاسی اوث آیا ۔ بولا ۔ وہ کہتی ہیں ۔ میری طبیعت اچھی نہیں ۔ بیمار ہیں کیا سول سرجن نے پوچھا ۔ جی ۔۔۔۔۔ چیڑاسی کہتا کہتا رک گیا ۔ کیا بات ہے صاحب بولا ۔ جی وہ تو آرہے تھے ۔ پھر صاحب نے پوچھا ۔ پھر مجھ سے پوچھنے کے کون کون ہیں وہاں ۔ میں نے کہا حضور بڑے صاحب ہیں ۔ انچارج ہیں اور سب انچارج ہیں ۔ یہ سن کر وہ رگ گئیں ۔ بولیں کہد دو ہماری طبیعت انچھی شہیں ۔ استنت مسكرائے اور سول سرجن كے ياس جاكر زيرلب لجي كما _ نہيں ، نہيں صاحب چلایا انہیں آنا پڑے کا ۔ ہم اس کے بغیریہ کام ٹہ کر سکیں کے ۔ چیراسی جاؤ ان سے بولو صاحب کہتے ہیں جس حالت میں بھی ہیں آپ آجائیے ۔

" "کچھ دیر کے بعد چپڑاسی واپس لوٹا ۔ اس کے ہاتھ میں ایک کاغذتھا۔

یہ دیا ہے انہوں نے وہ بولا ۔ صاحب نے کاغذ کی طرف دیکھا ۔ ماتھے پر تیوری پڑھ کئی ۔ پڑھ ڈاکٹر کیا ہے ۔ انہوں نے مجھ سے کہا ۔ پڑھ کر میرے پاؤل سنلے کی زمین سرک گئی ۔ استعفے بھیجا ہے صاحب ۔ مجھے دو وہ غضے میں چلایا اور پن جال کر اس پر لکھنے ۔ کیے ۔ چپڑاسی 'بیٹہ کلرک سے بولو ۔ یہ استعفے آج بی منظور کیا جائے ۔ لیڈی ڈاکٹر کو اطلاع کر دی جائے ۔

"اس واقعہ پر میرے دہ سبے اوسان بھی کھو گئے ڈاکٹر نے بات جاری
کی ۔ اس نے میری خاطر استعفیٰ دے دیا ہے ۔ سارے ہسپتال میں باتیں ہو
رہی تھیں ۔ میری طرف انکلیاں اٹھتیں ۔ میری آمد پر لوگ چپ ہوجاتے ۔ اک
ہنگامہ بریا ہوگیا ۔ نہ جانے لوگ کیا شخصتے ہوں گے ۔ نہ جانے وہ مجھ سے مجھنے
پر مصر کیوں تھی ۔ نہ جانے وہ کون تھی ۔ شاید وہ مجھے جاتتی ہو ۔ لیکن مجھنے
پر مصر کیوں تھی ۔ نہ جانے وہ کون تھی ۔ شاید وہ مجھے جاتتی ہو ۔ لیکن مجھنے
دروازے پر وستک ہوئی ۔ کون ہے میں نے پوچھا ۔ لڑے نے ایک بڑا سا لفافہ
میرے ہاتھ میں دے دیا ۔ کہنے لگا ۔ یہ انہوں نے بھیجا ہے یہ کہ کر وہ چلاگیا ۔
میں سمجھاکوئی سرکاری کافذ ہوگا ۔ اندر آیا بجلی جلائی ۔ لفاف میں اس کی تصویر
میں سے انگریزی میں لکھا تھا ۔ گڑ بائی ڈاکٹر زیئت "۔

کیا لیڈی ڈاکٹر کی تصویر تھی وہ ؟" میں نے پوچھا۔ "ہاں" ڈاکٹر ہنسا۔ قبقبہ مار کر ہنسا۔ "تصویر!" "خوبصورت تھی کیا۔"

"خوبصورت" وه پر قبقبه مار کر بنسا ب حد خوبصورت تصویر تھی صرف اس کا منہ پرلی طرف تھا"۔

"پرلی طرف تھا ؟" میں نے پوچھا ۔

میں نے کئی ہار اس کا چہرہ دیکھنے کی امید پر تصویر کو الٹایا بھی ۔ یہ حاقت کی انتہا تھی" وہ پھر بنٹے لگا ۔ حتیٰ کہ اس کی آنکھیں بھر آئیں ۔ "یہ بھی عجب خاق تھا اس کا ۔ وہ تصویر اب بھی میرے پاس موجود ہے ۔ میں نے اس

انلارج كرك كرك كرب ميں اٹكاركائے بياد دوست است ديكھ كر بنساكرتے ہيں ۔ چو دُرے شائے پہلى كر اور لمبى چو ٹى اس تحف كو ديكھ كر بنسى نه ركتى تھى ۔ كچھ دير كے بعد صندلى آگئى ۔ اس دور است ديكھ كر مجھ غصه نه آيا ۔ ليدى ڈاكٹر تو باتھ سے ديكل چكى تھى ۔ چلو چند دن كى دل تكى ہى سہى "۔ ليدى ڈاكٹر تو باتھ سے ديكل چكى تھى ۔ چلو چند دن كى دل تكى ہى سہى "۔ قریب ہى كوئى كراہتے لكا ۔ میں سنے مریضہ كى طرف دیكھا وہ ویسے ہى پردى تھى ۔ منہ كى طرف ديكھا وہ ویسے ہى پردى

"واکثر نے پھر بات جاری کی بولا "اس روز میں نے صندلی کو بھرمانے کی بہت کوششیں کیں ، لیکن ظالم بے حد سنجیدہ تھی ۔ کہنے لکی اس کے بعد شاید میں آپ سے مل نہ سکوں ۔ ابھی تو تمہاری ضرورت پڑی ہے مجھے ، میں نے اسے چھیڑا ۔ اچھا اس نے آہ بھری ، میں ایک ضروری بات پوچھنے آئی ہوں وہ بولی ۔ بصد شوق میں نے ہنس کر کہا ۔ نہیں وہ کہنے لکی ۔ مذاق نہیں ڈاکٹر بے حد اہم بات ہے ۔ اہم اور منجیدہ ۔ کہو میں نے منہ پکا کر لیا ۔ بولی ۔ میرے جیون ساتھی بنو کے ؟ میں قبقب مار کر ہنس پڑا ۔ اور کس کا جیون ساتھی بنول كا _ وه شيطان تو استعفىٰ وے كر چلى كئى _ ميں جانتى بول آب كو اس سے عبت ہے ۔ وہ بولی ۔ ہاں معاً میری شوخی معدوم ہوگئی ۔ مجھے اس سے محبت ہے لیکن تم سے بھی تو ہے ۔ "ڈاکٹر" وہ غضہ میں چلائی ، کیا تم مجھے بازاری عورت سمجھتے ہو ؟ تم میری توہین کر رہ ہو"۔ میرا مطلب ہے"۔ مجھے پھر شرارت سوجھی ، میں جانتا ہوں تمہارا مطلب" میں نے اسے دونوں بازوؤں پر اٹھا لیا اور اندر کے جا کر چومنے لکا ۔ ڈاکٹر ، وہ چلائی ۔ اس کی چیخ سن کر میں محبرا کیا"۔ محبت نہیں نہ سہی لیکن میری توبین نہ کرو"۔ پھر جو میں اس کی طرف بڑھا تو اس نے میری طرف ایک کتا سا چھینکا ۔ کتے کا سخت کونہ میری آنکھ میں پہو گیا ۔ کچھ دیر کے بعد میں نے آنکھ کھولی تو وہ جا چکی تھی ۔ میرے سلمنے ایک تصویر پڑی ہوئی تھی ۔ نیچے اردو میں لکھا تھا بصد شوق و محبت ۔ صندلی ۔ بالکل ویسا ہی انداز ۔

چرہ کدھرتھا میں نے پوچھا۔

بيبارأ بإكتو

سلیمان نے انگرائی کی اور آنگھیں کھول کر اردگرد دیکھا ۔ وہ بوٹ سمیت کاؤج پر پڑا تھا ۔ سر تلے وو ایک کدیاں رقمی تھیں ۔ کمر تلے کاغذ اور کتابیں پڑی تھیں ۔ فرش پر جابجا کتابوں اور کاغذوں کی ڈھیریاں لکی ہوٹی تھیں ۔ پرلی طرف دو تین کرسیاں گڑ ہر ہو رہی تھیں ۔ دو ایک کرسیوں پر کیڑے پڑے تے ۔ ایک کرسی پر گدیاں یوں نیج أوبر رفی تھیں جیے چنگیر میں روفیال ۔ اس نے کافیج پر پڑے پڑے کرے کا جائزہ لیا ۔ اور اس کہما کہمی کو دیکھ كر مسكرا ويا يحر ايك اور انكرائي ليتے ہوئے اپنے نوكر كو آواز دى ----تنجے ۔۔۔۔۔ او تنھے!" پھر کوئی فلمی وُحن گنگناتے ہوئے وہ منحو کو دیکھنے میں کھو کیا ۔ مٹھو سفید رنگ کا جانور تھا ۔ جو اس نے کسی دوست سے بطور تحفہ لیا تھا ۔ اگرچہ اسے جانور رکھنے کا شوق نہ تھا ۔ لیکن اس سفید طوسطے کو دیکھ کر اس كا دل للجاكيا _ اس في طوط كے لئے ايك پنجره بنوايا _ جوكسى بلكى ، سفید اور چکیلی وحات کا تھا۔ اس روز سے وہ اور منھو ساتھی بن گئے۔ اکثر بیٹھے بٹھائے وہ مٹھو کو دیلھنے یا اس سے باتیں کرنے لگتا ۔ مصیبت یہ تھی کہ مٹھو کو بولنا نه آتا تھا ۔ وہ کبھی کبحار چیخ مار کر سلیمان کی توجہ مبذول کر لیتا اور پھر خاموش بیٹھا اس کی ہاتیں سنا کرتا ۔ سلیمان کو طوطے کا نہ بولنا اور بھی پسند تھا ۔ کیونکہ اس نے کئی ایک ایسے طوطے دیکھے تھے جو ہر وقت میال مٹھو چلا چلا كر سركها جاتے تھے ۔ اس طوط كى سب سے برى خصوصيت جو سنيمان كو يسند تھی کے تھی کہ اس کی نشست کے انداز تھے ۔ کبھی اداس ہو جاتا اور تبھی کسی فدسفر كى طرح سوچ بجار ميں كھويا جوا _ يا اے مبتھے ديكھ كر ايسا محسوس ہوتاكويا وہ ابھى اٹھ كر ناچنے كي كا _ اس كا ہر انداز اظہار كيفيت سے بحرا ہوا تھا _ سليمان اكثر كماكرتا _ يه طوطا تو آل ايكسيريشن بي - اس مك علاوه اس كم برانداز

میری طرف _ وہ مسکرایا _ "بس وہ آخری دن تھا _ اس کے بعد وہ بھی کہیں کم ہوگئی ۔"

"آپ نے صندلی کا پتہ نہ لکایا ۔" میں نے پوچھا ۔
"اس کی کیا ضرورت تھی ۔" وہ طنزاً مسکرایا ۔
"اس کی تصویر ؟" میں نے پوچھا ۔

"اس کی تصویر اب بھی میرے پاس ہے"۔ وہ بنسا دونوں تصویروں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے ۔ جیسے وہ ایک ہی تصویر کے دو رخ ہوں ۔ غالباً ایک ہی فوٹو گرافر سے کھنچوائی ہوں کی ۔ یہ کہد کر وہ خاموش ہوگیا ۔

وفعتا مریضہ کے بستر میں حرکت ہوئی ۔ مریضہ اٹھ کر بیٹھ گئی ۔ سیاہ لحاف میں اس کا سرخ و سفید چہرہ چک دہا تھا ۔ نہ جائے کیے ۔ میرے منہ ے ان جانے میں جکا ۔ "صندلی کی تصویر بھی انلاج کروائی ہوگی"۔ اونہوں"۔ ڈاکٹر بولا ۔ "اسے نہیں لگایا"۔ وہ منہ بنا کر ہنسا ۔ "میرا گھر پان والے کی دوکان نہیں"۔ قریب بی ہے ایک چیخ سنائی دی ۔ مریضہ دھم سے بستر پر گر پڑی ۔ کون تھا ڈاکٹر چلیا ۔ "بائے کتنی مصیبت ہے"۔ نجمی کمرے میں واخل ہو کر بولی ۔ اسے دیکھ کر بھم اٹھ بنٹیج ۔ "اوہ ڈاکٹر" نجمی بولی"۔ آپ باہر چلئے ذرا"۔ بولی ۔ اسے دیکھ کر بھم اٹھ بنٹیج ۔ "اوہ ڈاکٹر" نجمی بولی"۔ آپ باہر چلئے ذرا"۔ ڈاکٹر چیکے سے کمرے سے باہر جل گیا ۔ "اچھا میں جاتا ہوں"۔ وہ گنگنایا ۔ تم ہو بولی سنجالے واپس بھمی مریضہ کو دیکھ کر خوشی سے چلائی ۔ مریضہ نے ہو تیوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا ۔ باہر بجلی کی دوشنی میں ڈاکٹر اپنا پینڈ بیگ سنبھالے واپس جا دہا تھا ۔ مریضہ کی خیران کھری تھی ۔ باہر ہوا ٹہنیوں سے لیٹ لیٹ کر چیخ دہی تھی ، کراہ بیاس تجی حیران کھری تھی ۔ باہر ہوا ٹہنیوں سے لیٹ لیٹ کر چیخ دہی تھی ، کراہ بیاس تھی ۔ باہر ہوا ٹہنیوں سے لیٹ لیٹ کر چیخ دہی تھی ، کراہ بیاس تھی ۔ باہر تھی ۔ باہر ہوا ٹہنیوں سے لیٹ لیٹ کر چیخ دہی تھی ، کراہ بیاس تھی ۔ باہر تھی ۔ باہر ہوا ٹہنیوں سے لیٹ لیٹ کر چیخ دہی تھی ، کراہ بیاس تھی ۔ باہر تھی ۔ باہر ہوا ٹہنیوں سے لیٹ لیٹ کر چیخ دہی تھی ، کراہ بیاس تھی ۔

شام ، صبح و شام اور بعض اوقات ہفتوں کتاب تک نہ کھولتا ۔ چائے ہینے پر طبیعت آ جاتی تو دن میں چھ چھ چائے دانیاں پی جاتا ۔

مسکرانا ۔ "اپھا تھے میز پر رکھ دو" ۔

اس روز وہ خاص طور پر خوش تھا کیونکہ زندگی میں پہلی مرتبہ امال اس کے پاس رہنے کے لئے آ رہی تھی ۔ اس سے پہلے اس نے گئی مرتبہ امال سے منت کی تھی کہ اس کے ساتھ رہ پاکن بوڑھی مال کو اتنی دور جانا گوادا نہ ہوا ۔ وہ چاہتی تھی کہ اپنے سلیمان کے لئے ایک خوبصورت سی دلہن لائے ۔ اسے چاف چونچلے سے بیاہ ہے ۔ اس لئے وہ اکیلی اتنی دور جانے پر رضامند نہ ہوئی تھی ۔ پونچلے سے بیاہ کرنا چاہتی تھی ۔ قرض لینا اسے کوادا نہ ہوا اور رویہ جمع کرنا دھوم دھواکے کا بیاہ کرنا چاہتی تھی ۔ قرض لینا اسے کوادا نہ ہوا اور رویہ جمع کرنا اس کی مرشست میں نہ تھا ۔ ان حالات میں وہ بیاہ نہ کر سکتا تھا ویسے بھی اس کے بیاہ نہ کر سکتا تھا ویسے بھی اسے بیاہ سے چندال دلچسپی نہ تھی ۔ اس روز وہ خوش تھاکہ مال نے اس کے ساتھ رہنا منظور کر لیا ہے ۔ لیکن اسے معلوم نہ تھاکہ امال کے آنے کا مقصد صرف رہنا منظور کر لیا ہے ۔ لیکن اسے معلوم نہ تھاکہ امال کے آنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح بیٹے کو بیاہ پر مائل کرے اور اس مقصد کے لئے کچھ

نشست میں جالی کیفیت موجود رہتی ۔ شائد اسی لئے طوطے کو دیکھنے سے اس کے ول میں راحت سی بیدا ہوتی ۔ اور وہ محبوس کرنے لکتا کویا یہ طوطا صحیح معنوں میں جی رہا ہے ۔ اس بات پر وہ اپنے آپ میں وہ کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کرتا اور شاید اسی لئے ہرسے خوش باش رہنے کا عادی ہوگیا ۔

ایک موٹا سا آدمی کشتی ٹا ٹوپی سنبھالتا ہوا دروازے میں آ کھڑا ہوا ۔ "بجور ۔۔۔۔۔!"

وہ چونک پڑا اور تنھے کو درواڑے میں کوئے دیکھ کر بولا۔ "ہوں ۔۔۔۔ کیا ہے ۔۔۔۔۔ کیا ہے ۔۔۔۔۔ کیا

"بجور!" شعے نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھا ۔۔۔۔ "بجور، آپ ہی نے بلایا ہے" ۔

"اوه!" وه مُسكرايا - "اچھا تو ميں لے بلايا ہے - ہوں -اچھا ،اچھا ---- تو چائے ہي بنا لاؤ -

"چائے" ۔ شھے نے سر کھجاتے ہوئے کہا اور پھر گھڑی کی طرف دیکھ کر گویا اپنے آپ سے کہنے لکا ۔ "ابھی تو تین ہی جج ہیں" ۔

"ہوں ۔ تو تین بجے ہیں" سلیمان کے مسکرا کر گھڑی کی طرف دیکھا ۔
"ابھی تین بجے ہیں ۔ اچھا تو ہم سوا تین بجے چائے ہیش کے ۔ جاؤ ۔"
"معا سر کھجاتا ہوا باہر تکل کیا ۔ سلیمان کھلکھلا کر ہنس پڑا اور پھر صوفے پر
دراز ہوتے ہوئے اس نے محسوس کیا جیسے وہ کسی ریاست کا نواب ہو ۔

سلمان کی طبیعت بلاکی آزاد تھی ۔ رسموں ، شکفوں اور اصولوں سے بے بیاز ۔ متواتر آٹھ سال اس سنے آزاد فضا میں گذارے تھے ، چھ بوردنگ میں جب وہ کالج میں پڑھتا تھا اور دو سال جب سے وہ پروفیسر تھا ۔ اب اسے صرف کالج جانے کی پابندی تھی ۔ وہ بھی کڑی نہیں ۔ کیونکہ پڑھانا یا نہ پڑھانا اس کی اپنی مضود تھا ۔ مرضی پر منحصر تھا اور طبعاً اس کی طبیعت میں پابندی کا احساس قطعی مفقود تھا ۔ مرضی پر منحصر تھا اور طبعاً اس کی طبیعت میں پابندی کا احساس قطعی مفقود تھا ۔ جب جی چاہتا پڑھنے لگ جاتا ۔ کئی کئی دن وہ مسلسل مطالعہ کرتا رہتا ۔ صبح و

روبيد جمع كرسكے -

اگلے دن صبح سوبرے اس کی آنکھ کھل گئی ۔ باور جی خالے میں شور سن گر اسے غصہ محسوس ہوا اس نے ایک انگرائی لی اور شھ کو آواز دے کر پوچھنے ہی والا تھا کہ سرہانے ماں کی شکل دکھائی دی ۔ لمبا سا جھریوں بھرا چہرہ گویا بے بسی کی تصویر تھا ۔ انداز میں وکھ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا ۔ آواز میں لجاجت تھی ۔ اس کی ہر جنبش پر محسوس ہوتا کویا چینی کی بیبالی چور چور ہو گئی ہے ۔

"سلیمان بیٹے تھوڑا سا ناشتہ کر لو" ۔ امال نے منت سے کہا ۔ معاً وہ اُٹھ بیٹھا ۔ روز صبح اسے نتھے جیننا پروتا ۔ جب کہیں چائے نصیب ہوتی ۔ اور اسی چیخ پُکار میں اسے کالج سے دیر ہو جایا کرتی تھی ۔ لیکن اس روز اسنے سویرے سبھی کچھ تیار تھا ہی اس کے اٹھ کر بیٹھ جانے کی دیر تھی ۔ واقعی گھر میں جان پڑگئی تھی ۔ اس کا جی چاہا کہ اٹھ کر اس بڑھی جان کو گلے لکا لے ۔ میں جان پڑگئی تھی ۔ اس کا جی چاہا کہ اٹھ کر اس بڑھی جان کو گلے لکا لے ۔

چائے پتے ہوئے اس کی شکاہ طوطے پر جا پڑی ہو بڑے مزے سے کٹوری میں سے کچھ کھانے میں مصروف تھا۔ "اوہ ۔۔۔۔ یہ تو ساری دنیا جاگ اٹھی ہے اوراتنے سوبرے دیکھ اس "۔ اس نے ماں سے کہا۔ "ذرا مٹھو کو دیکھنا کیے انداز سے کھا رہا ہے ۔ خدا کی قسم اسال پیرس کی میم کو بھی مات کر دیا ہے ظالم نداز سے کھا رہا ہے ۔ خدا کی قسم اسال پیرس کی میم کو بھی مات کر دیا ہے ظالم نے ۔ تہمارے آئے پر اسے کس قدر خوشی ہوئی ہوگی ۔ ورنہ اسے کچھ کھانے کو مل جائے ۔ روڑ بار بار شھے کو یود دلانا پڑتا تھا پھر کہیں جا کر بے چارے کو کھو نصیب ہون لیکن آب تو دنیا ہی بدل گئی ہے ۔"

رہا۔ اور طوط کو غور سے دیکھتا رہا۔ تکیوں مٹھو اب تو مزے ہو گئے نا دوست ۔ بڑی سوچ میں پڑے ہو ، وہ مٹھو کے پاس جا کھڑا ہوا۔ توریکھا دنیا بدل گئی نا ۔ بیں ؟"اس نے مٹھو سے ہائیں کرنے کے دوران میں کپڑے بدلنا شروع کر دیا ۔

ابھی اس نے سیننے کے لئے کوٹ اٹھایا تھاکہ اساں آگئی ۔ "اوہ بیٹا تم نے تو بہن بھی سائے کوٹ اٹھایا تھا کہ اساں آگئی ۔ "اوہ بیٹا تم نے تو بہن بھی سائے کپڑے ۔ میں سمجھی ۔۔۔۔ " یہ کہد کر وہ یوں مڑی گویا واپس جا رہی ہو ۔

المان ؟ اس نے مان کو آواز دی ۔ "میں نے تو نہیں پہنے کہ اس کے مان کو آواز دی ۔ "میں نے تو نہیں پہنے کہ رہا تھا ۔ کیوں کیا بات ہے ۔ "

د کھھ بھی نہیں بیٹے " ۔ ماں نے کہا ۔ " یہ کپڑے گھ خراب سے تھے میں نے کہا دوا صاف کر دول ۔ برش کر کے لائی تھی یہ " ۔ اس نے ایک جوڑا دکھاتے ہوئے کہا ۔

"اوہ امال !" وہ خوشی سے چلایا۔ "یہ تو بہت صاف ہو گیا"۔

اگرچہ وہ سوٹ سلیمان کو پسند نہ تھا اور وہ اسے کیننے سے احتراز کیا کرتا
تھا۔ امال سے سوٹ لے کر اس نے پہنا۔ اس دوڑ وہ سوٹ بھی نیا نیا ساملوم
ہوتا تھا۔ اس نے محسوس کیا گویا اس سوٹ کو خواہ مخواہ ترک کر رکھا تھا۔ حالانگہ
ایسا اچھا سوٹ تھا وہ ۔

کالج سے واپسی پر اماں بیٹھی راہ دیکھ رہی تھی گھانا تیار تھا۔
"بہت دیر لکا دی بیٹا"۔ اماں بولی۔ "اتنی دیر تک لکتا ہے تمہارا
کالج ۔ تم تو کہتے تھے کالج دو ایک گھنٹے لکتا ہے اور یس۔۔۔۔ اچھا بیٹ"۔
اس نے سلیمان کو خاموش دیکھ کر کہا ۔۔۔۔۔ "اب ابها لو تو گھانا اتار دوں ۔
تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا بیٹے"۔

اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ حسب معمول کاؤچ پر وہم سے جا پڑے ۔ کوٹ

اتاد کرکسی کرسی پر پھینک دے ۔ پڑا پڑا ٹو پی گھونٹی پر ٹائنے کی کومشش کرے اور اس دوران میں نتھے کو آوازیں دے اور کھانا نہ تیاد ہوئے پر برا بھلا کے ۔ اور طوسطے سے کھانا تیار نہ ہوئے کی شکائت کرے ۔ نہا کر کھانا کھاتے ہوئے اس کا خوشی تو ہوئی لیکن اس کے دل کے کسی کوٹے میں افسوس سا ہوا کہ اس کا بہترین مشغلہ اس سے چھین لیا کیا ہے ۔

"بس ؟" امال نے اسے کھانے سے ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھ کر کہا۔
"کیوں بیٹا ؟ تمہیں بھوک نہیں لگتی کیا ؟" اسکی آواز میں فکر ٹایاں تھا۔ "صبح
چائے کے ساتھ بھی تم نے کچھ نہ کھایا تھا"۔ ایک نظر اس نے امال کی طرف
حیرانی سے دیکھا۔ چونکہ وہ یقین سے کہد سکتا تھاکہ اس روز اس نے بڑی اشتہا
سے کھانا کھایا تھا اور یقیناً روز سے زیادہ کھا گیا تھا۔ پھر وہ مسکرا پڑا۔ امال کے چرے پر تشویش اور پریشائی دیکھ کر اسے ہنسی آگئی۔

"میں جانوں تمہیں پسند نہیں آیا" ۔ امال نے دکھ بھری آواز سے کہا ۔ اس کی آواز لجاجت بھری تھی "کیوں بیٹے ہ"

"نہیں امال" ۔ وہ ہنسا ۔ " میں تو روز پھوٹ پھوٹ کر کھاتا ہوں اور آج بھی میں نے محوث کر کھاتا ہوں اور آج بھی میں نے محونس کر کھایا ہے ۔ تم تو ویسے ہی گھبرا گئی ہو اساں " ۔ اس لے بنستے ہوئے اٹھ کر کئی کی اور پھر کرسی پر آ بیٹھا ۔

اس روز کرے میں ہر چیڑ سلیقے سے پڑی تھی ۔ تام کتابیں الماری میں رکھی ہوئی تھیں ۔ میروں پر دھلے ہوئے میں بوا گویا وہ کتابیں بیکار میں براوش پڑے تھے ۔ نہ جانے کیوں خواہ اسے محسوس ہوا گویا وہ کتابیں بیکار ہو چکی ہوں اور مر جانے کے بعد الماری میں دفن کر دی گئی ہوں اور وہ کرا بے جان پڑا ہو ۔ اگرچہ کرے کی صفائی پر وہ خوشی محسوس کر رہا تھا ۔ لیکن اس کے باوجود اسے رہ رہ کر خیال آتا گویا وہ کرا کسی غیر آدی کا ہو ۔ جسے سلیمان سے دور کا بھی تعلق نہ ہو ۔ اس نے اٹھ کر الماری سے ایک کتاب اٹھا کی ۔ گویا وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آیا واقعی وہ کتابیں مر چکی تھیں یا ابھی جان باقی تھی ۔ تنظریکا وہ کتاب کی ورق گروائی کرنے لگا ۔

پاؤں کی آہٹ سن کر وہ چوننا ۔ سامنے اماں یوں کھڑی تھی ۔ کویا حزن و ملال کی ایک تصویر فتگی ہو ۔

"بنینے!" ماں نے منت سے کہا۔ "آبھی کھانا کھایا ہے۔ ذرا آرام کر لے ۔ اللہ مادی یہ کتابیں ، تو نے تو پڑھ پڑھ کر جان ہلکان کر لی ہے ۔ آرام کر لے ذرا پیٹا"۔

وہ زبروستی مسکرایا ۔ "تو کیا ہے آرامی کر رہا ہوں ۔ ہیں اماں ؟"

"نہیں بیٹے ۔ میں کہہ رہی تھی ۔ ابھی تو سر کھپا کر آیا ہے ۔ اور پھر
کمانے کے بعد تھوڑا سا آرام تو بہت ضروری ہوا بیٹے ، ویسے تو آپ سیانا
ہے ۔ اللہ رکھے سمجھدار ہے ۔ جو بی چاہے کر ۔ میں تو ویسے ہی کہہ رہی
تھی" ۔ اللہ رکھے سمجھدار ہے ۔ اللہ وبٹرہا آئے ۔ "دیکھو تو کیسا لاغر ہو گیا ہے ۔
تدکھانا ، نہ پیٹا اور کام ہی کام ۔ اللہ ماری یہ کتابیں" ۔ اس نے الماری کی طرف اشارہ کر کے کہا ۔ "آیک وو ہوں تو بھی ہے ۔ یہاں تو پورا کباڑ خانہ اترا ہوا

"واہ امال !" وہ ہنسا ۔ "میں کیا دبلا پتلا ہوں یہ دیکھو" اس نے چھاتی کے بٹن کھول کر امال کو دکھایا ۔ دیکھا امال پورا پہلوان بن گیا ہوں ۔ کھایا بیا اور پھر سازا دن میٹھا مکھیال مارتا رہا ۔ اور یہ کتابیں ، میں کیا پڑھتا ہوں انہیں ہونہہ ! امال تو تو ویسے ہی فکر کرتی رہتی ہے"۔

"آفرید کتابیں پڑھی ہی ہوں گی نا"۔ وہ بولی۔ "اب نہیں پڑھتا توکیا ہوا ۔ "اب نہیں پڑھتا توکیا ہوا ۔ یہ ایک ہی کتاب سر پھرا دینے کے لئے کافی ہے۔ توبہ کتنی بڑی بڑی بیس ۔ اچھا پیٹا ڈرا آرام کر لے ۔ دو گھڑی سو لے توکیا حرج ہے تیرا ؟ اماں نے مزید لجاجت سے کہا ۔

سلیمان بادل ناخواستہ اٹھ کر چاریائی پر جا پڑا اس روز گویا اس کی آنگھیں نیند سے قطعی خالی تھیں ۔ لیکن اس خیال پر کہ امال کا دل نہ دیکھے وہ چپ چاپ پڑ کیا ۔ اور سوچنے لگاکہ امال کو کس قدر خیال ہے میرا ۔ بے چاری ہر گھڑی میری

بہتری سوچتی رہتی ہے لیکن اس کے باوجود چوری چوری اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اٹھ کر ادھر ادھر فہلے ۔ مٹھو سے ہاتیں کرے یا کچھ گنگنائے ۔ اور پھر تنھے سے چائے کا بذاق رہے ۔ لیکن اس روز تو کمرے کی شکل ہی بدلی ہوئی تھی ۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ کتابیں ادھر ادھر پھیلا دے ۔ کرسیاں گڈیڈ کر دے ۔ حتیٰ کہ وہ کمرہ اس کا اپنا کمرہ ہو جائے ۔

نہ جائے کب تک وہ انہی خیالات میں کھویا پڑا رہا ۔ پھر امال کی آواز سن کر چونک پڑا ۔۔۔۔۔ دکیوں بیٹے ؟ تمہیں ٹیند نہیں آئی ۔ پنکھا کروں ؟"

"نہیں نہیں امال ۔ پنکھا کرنے کی ضرورت بھی ہو ۔ میں تو بالکل آرام
کر رہا ہوں" ۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا ۔ "تم کیوں فکر کرتی ہو" ؟

"میں فکر تو نہیں کرتی بیٹے ۔ ویسے ہی ویکھنے آئی تھی کہ تم سو گئے ہو یا نہیں ۔ بس اب میں جاتی ہوں تم آرام کرو" جاتے ہوئے وہ آپ ہی آپ بڑبڑا رہی تھی ۔ "ناحق نے آرام کیا میں لے" ۔

اماں کے چلے جانے کے بعد اس نے محسوس کیا گویا وہ بیمار ہو۔ امال کے انداز کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی مہلک بیماری کا شکار ہو اور صرف اماں اس بھید کو جانتی ہو۔ اس خیال پر وہ مسکرا دیا۔ "یہ عورتیں! وہ بنسا انہیں بچوں اور بیماروں سے کس قدر لگاؤ ہوتا ہے۔ کسی بے بس کی دیکھ بھال کرٹے ہے کس قدر وہ بیماروں ہے کس قدر تھاؤ ہوتا ہے۔ کسی بے بس کی دیکھ بھال کرٹے ہے کس قدر وہ بیماروں ہے کس قدر سے کس قدر سے س

"تم جاکتے ہو بیٹا" ۔ نہ جانے گتنی دیر کے بعد وہ پھر آگئی ۔ "چائے سنگواؤں" ۔

د کیوں نہیں امال" ۔ سلیمان اٹھ بیٹھا ۔ "میں تو چائے کے استظار میں بیٹھا ہوں" ۔

چائے پتے ہوئے اماں نے غور سے سلیمان کی طرف دیکھنا شروع کر دیا ۔
سلیمان اس محبت اور بے بسی کو دیکھ کر گھبرا گیا ۔ نہ جائے امال اس قدر دکھی
اور بے بس کیوں منظر آتی تھی ۔ وہ جانتا تھا ۔ کہ امال کی زندگی میں بڑے بڑے

مصائب آئے تھے ۔ وہ کثرت ازدواج کی شکار تھی ۔ لیکن ان ہاتوں کے ہاوجود اب تو ایک عرصہ سے اسے کوئی شکلیف نہ تھی ۔ کسی کی محتاج نہ تھی ۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کا موجودہ غم گزشتہ زندگی کی تنام تر شکلیفوں سے زیادہ جانگسل ہو ۔ سلیمان کا شادی سے یوں بے نیاز ہونا اس کے لئے سب سے بڑا دکھ تھا ۔ چونکہ اس کی خواہش تھی کہ اپنی زندگی میں بیٹے کو آباد دیکھے ۔ بہرحال اس وقت وہ اساں کی طرف دیکھے کی ہمت نہ رکھتا تھا ۔ اس لئے خواہ مخواہ اپنی توجہ ادھر ادھر مبذول کرنے میں لگ گیا ۔ تاکہ ماں کی طرف نہ دیکھ سکے ۔

جب سلیمان نے تیسرا پیالہ بنایا تو امال بولی ۔ "بیٹے تو برا نہ مانے تو کہوں ۔ اتنی چاء پینا اچھا نہیں ۔ یہ اللہ ماری ۔۔۔۔ "اس نے چاء دانی کی طرف اشارہ کر کے کہا ۔ "بدن کی ساری چربی پکلا کر رکھ ویتی ہے ۔ ویکھ تو منہ پر بڈیاں شکلی ہوئی ہیں تیرے "۔

"نہیں امال" ۔ وہ خواہ مخواہ چڑ گیا ۔ "میں تو چھ چھ پیالے پی جاتا ہوں ۔ اس میں کیا ہے ؟"

"اچھا بیٹے!" مال نے آہ بھر کر کہا۔ "جیسے تیری خوشی۔ پریہ گری خشکی تیرے کئے اچھی نہیں۔ آگے تو آپ سمجھدار ہے۔ میں تو پاکل ہوں جو تجھے ایسی بات کہد دیتی ہوں"۔ اس وقت اس کی آواز پٹے ہوئے آنسوؤں سے بھیکی بھیگی سنائی دے رہی تھی ۔ سلیمان نے زیردستی طوطے کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ وہ ان تا شرات سے بچنا چاہتا تھا جو اماں کی آواز اور چھریوں بھرا چہرہ پیدا کر دہ سے ۔ خوش قسمتی سے باور چیخانے سے تراخ کی آواز آئی۔ "دیکھنا تو دہ اس نہ جائے تھے ۔ خوش قسمتی سے باور چیخانے سے تراخ کی آواز آئی۔ "دیکھنا تو اماں نہ جائے تیجے نے کیا توڑ دیا ہے"۔ سلیمان نے بے پروائی سے کہا ۔

اماں کے جانے کے بعد دو ایک ساعت وہ خاموش بیٹھا رہا ۔ گویا چائے کا پیالہ چنے سے چکچا رہا ہو ۔ پھر اس نے دل کڑا کیا اور چائے کا تیسرا بیالہ غث غث پی گیا ۔ اور پھر جلدی جاتھا بنا کر معصوم انداز سے یوں طوطے کو دیکھنا شروع کر دیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو ۔

"لو بيني" - امال كرے ميں داخل بوت بوئ بولى - تھورا سامكون كھا

CE _ 1

وسکون ؟" سلیمان لے تعجب سے نماں کی طرف دیکھا ۔

"بال بینے" ۔ وہ بولی ۔ "چائے کی زیادتی کے ساتھ ساتھ مکمن کا استعمال کر لیا کرو تو اچھا رہے ۔ ورد یہ کم بخت تو استوبال سکھا دیتی ہے ۔ رس بسکٹ پر لیا کرو تو اچھا رہے ، ورد یہ کم بخت تو استوبال سکھا دیتی ہے ۔ رس بسکٹ پر لکاؤ کے یا ٹوسٹ بنا دوں" ۔ اس وقت نہ جائے سلیمان کو وہ مکمن کا ٹکڑا اس قدر ڈراؤنا کیوں دکھائی دیا ۔ اس کی طبیعت مالش کرنے لگی ۔

"ليكن المال ____ " وه رك كيا _ معاً اس فيال آياكه المال كا ول وكمانا اليهن المال كا ول وكمانا اليهن _ بادل ناخواسته اس في وه ككرا المال ك باته س لي الد بولا _ "نهيس المال ثوست كى كيا ضرورت ب" _ اس في تصورًا سا مكمن رس بسكث بر الكا ليا _

"ذوا سا اور الكالو" _ اسال فے لجابت سے كہا _ "آت سے مكمن سے كيا ہو كا ؟" سليمان فے محسوس كيا _ كويا اس وقت دنيا كى چيزوں ميں صرف ايك مكمن ہى تھا _ بس كے خلاف اسے اس قدر نفرت تھى _ اسے پسينہ آكيا _ پر اسے سوجھى _ چرى يوں چلائى كويا مكمن الكا دبا ہو ليكن سادے كا سادا مكمن پر اس سادے كا سادا مكمن براتر آيا _ جحث چرى والے باتھ كو ميز سطے چيا كر وہ ايك نوالے ہى ميں بسكث شكل كيا _ مال سامنے دينھى مسكرا رہى تھى _ ليكن وہ محس كر دبا تھا مكويا اس فى معصوم كو دحوكا ديا ہو _ كويا وہ چور ہو _ ايسى معمولى سى بات پر فرب كرنا ، يہ احساس اس كى نظر ميں اس كے چرم كو اور بھى جبيح بنا دبا تھا _ پر فرب كرنا ، يہ احساس اس كى نظر ميں اس كے چرم كو اور بھى جبيح بنا دبا تھا _ اسے دہ دہ كر خيال آتا كہ وہ بودا آدى ہے _ اس ميں اس ي جرأت بحى تہيں كہ مال سے دل كى بات كہد دے _

چائے کے بعد اس نے محسوس کیا گویا وہ ٹوسٹ اس کے معدے میں پھول پھول کر آفت بنا دیا ہو ۔ پہلے تو وہ کرے میں ٹہلتا دیا ۔ مگر وہ اس مکمن کے فکوے کو ٹھلا نہ سکا ۔ پھر مال سے کہنے لگا ۔ "کمال میں قدا سیر کر آؤل"۔

"بال بال بيني" _ وه يولى _ درا شهل آو _ ليكن جلدى لوث آنا ورد كمانا شندًا بو بائ كا _

کمانا ٹھنڈا ہو جائے گا سے اسے پڑتھی ۔ وہ یہ بات سن کر اکثر طنزا ہنسا کرتا ۔ یہ عورتیں کمانا ٹھنڈا ہو جائے گا کا پاکھنڈ کرنا خوب جاتتی ہیں وہ اپنے دوست سے اکثر کہا کرتا تھا مسٹر تعبیم ، میکم صاحبہ کا مطلب ہے کہ تم آوادہ گردی نہر کرو ۔ ورز کھائے کا کیا ہے ۔ ٹھنڈا ہو بھی جائے تو کیا کھایا نہیں جاتا ۔ اور سے پوچھو مسٹر نعبیم تو میکم صاحبہ کا تمہیں آوادہ گردی سے پھلنے کا ورحقیقت یہ مطلب ہے کہ تم جلدی واپس آ کر میکم کردی کر سکو ۔ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا تو مطلب ہے کہ تم جلدی واپس آ کر میکم کردی کر سکو ۔ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا تو محض بہانہ ہے ۔ مطلب تو صرف اپنی طرف متوجہ کرنا ہے ۔ پھر وہ ہنس پڑتا ۔ میکم گردی کا سوال ہیدا ہی نہ ہوتا تھا ۔ وہ تو امال کی بات پر وہ ہنس بھی نہ سکا ۔ میکم گردی کا سوال ہیدا ہی نہ ہوتا تھا ۔ وہ تو امال تھی ۔ اس کی اپنی مال ۔ وہ تو امال تھی ۔ اس کی اپنی مال ۔

عام طور پر وہ سیر کا عادی نہ تھا۔ اُگرچہ سینما جایا کرنا تھا۔ لیکن سیر ۔۔۔۔ سیر ے آسے نفرت تھی اگر اس کا کوئی دوست اس سے پوچھتا مسٹر سلیمان تم سیر کو ٹہیں جاتے تو وہ ہنس پڑتا اور کہتا ۔ "پھٹی میرے لئے تو صرف یہ احساس ہی ضروری ہے کہ میں ایسے شہر میں رہتا ہوں جہاں اتنی سیر کاییں ہیں ۔ جب اور جہاں چاہوں جا سکتا ہوں لیکن چل کر جانا ۔۔۔۔ نہ بھٹی کوئی اس کا تعاقب کر دیا ہو یا جسے وہ کسی خطرے سے بھاکا جا دیا تھا ۔ لیکن جلد ہی وہ مکمن کا گلڑا اس کے پیٹ میں گرہ سی بن گیا اور ناچار اسے واپس آنا جلد ہی وہ مکمن کا گلڑا اس کے پیٹ میں گرہ سی بن گیا اور ناچار اسے واپس آنا

و کھانا کھاؤ کے ؟" امال نے پوچھا ۔ "طبیعت تو ایکی ہے تم اس قدر چپ کیوں ہو ؟ سلیمان " ۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں اساں" ۔ وہ بولا اور نڈھال ہو کر چاریائی پر جا پڑا ۔
"ویکھا ، میں نے کہا تھا نا" ۔ اساں وکھی انداز سے بولی ۔ " بید اللہ ماری چائے ، بس چائے چائے د کھانا نہ پرینا ۔ تمہارے وشمنوں کی انتریاں سوکھ

ممتی بیں اور گیا ہے کرمی اور خشکی" ۔

سلیمان کو خواہ مخواہ عصد آ رہا تھا۔ لیکن وہ چپ چاپ پڑا تھا اور کوسشش کر رہا تھا کہ اماں کی ہائیں نہ سنے ۔ لیکن وہ ہائیں اس کے سرمیں ہتھوڑے کی طرح نج رہی تھیں ۔ پھر اسے سوجھی بولا۔ "امال! تم فضول فکر کرتی ہو ادھر نعیم کی ہاں چلا گیا تھا انہوں نے کھانا کھلا دیا"۔

"اوہ یہ بات ہے" ۔ اساں بولی ۔ "تم نے مجھ سے بہلے ہی کیوں نہ کہد دیا ۔ فیر گھائے کی بات ہے اساں بولی ۔ "تم فیری طبیعت اچھی نہیں وگھتی ریٹا" ۔ اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اساں سرہائے کھڑی اس کے دن سویرے اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اساں سرہائے کھڑی ہے ۔ اور ہاتھ سے اس کا ماتھا محسوس کر رہی ہے ۔ پہلے تو وہ چونک پڑا ۔ پھر انگرائیاں لینے اٹکا ۔

"و بیٹے اٹھو نہیں" ۔ وہ بولی ۔ "بہیں ناشتہ لے آتی ہوں میں ۔ ویکھو تو سر تنور کی طرح سپ رہا ہے ۔ میں جانتی تھی تیری طبیعت اچھی نہیں" ۔ اس نے ایک بار پھر اس کی پیشائی پر ہاتھ رکھا ۔ "و جائے کتنا بخار ہے" ۔ " نہیں امال !" اس نے بنسنے کی ناکام کوسٹش کی "ویسے ہی گرمی ہے ۔ بخار کہاں" اس کا جی چاہتا تھا کہ اٹھ کر حسب معمول کمرے میں گھوے ۔ کوئی کتاب اٹھا کہ ہے وہاں رکھ دے ۔ طوطے سے گپ شپ اڑائے لیکن امال کتاب اٹھا کہ بیراں سے وہاں رکھ دے ۔ طوطے سے گپ شپ اڑائے لیکن امال کے خیال سے وہ پڑا رہا ۔ اگرچہ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا گویا چاریائی پر کاشٹے بول ۔ بھے ہوئے ہوں ۔

ماں نافتہ لینے گئی تو وہ طوطے کی طرف متوجہ ہوگیا ۔ جو پنجرے میں میشھا ہوا گچھ کھا رہا تھا ۔ نہ جانے کیوں اس وقت اُسے طوطے کی انداز نشست میں وہ جالی گیفیت مظر نہ آئی ۔ اس کے اطمینان بحرے انداز کو دیکھ کر پہلی مرتبہ اسے خیال آیاکہ شائد وہ اطمینان محض ظاہری ہو ۔ اس خواہ مخواہ شک پڑنے لگا ۔ کہ طوطا خوش نہیں ہے ۔

جب وه چائے کا پیالہ بٹائے لگا تو مال لجاجت سے بولی ۔" بیٹے سلیمان!

آج چائے نہ پیو تو کیا ہرج ہے ۔ دودھ کا پیالہ پی لو ۔ طبیعت ٹھیک ہو جائے گی تمہاری

"دودھ" اس کی طبیعت مالش کرنے گئی ۔ اسے دودھ سے چڑتھی ۔ اس روڑ تو اس کا جی چاہتا تھا کہ سارا کا سارا پاٹ دودھ بغیر پی جائے ۔ اتنفاق سے امال کک لینے چلی گئی ۔ سلیمان نے قبوہ کا پیالہ بھرا اور اسے طشتری میں ڈال کر پی گیا ۔ پھر اس نے جلدی جلدی منہ پونچھا ۔ اور یوں پیٹھ گیا گویا امال کا احتظار کر رہا ہو ۔ پھر آپ ہی آپ وہ غصے میں آگیا ۔ اس کا جی چاہا کہ امال آ جائے تو اس کے روبرو دودھ ڈانے بغیر ایک پیالہ بنا کر پٹے لیکن امال کو دیکھ کر اس نے اپنی خواہش دہا کی اور ازسرتو امال کا دل در دکھائے کا ادادہ کر لیا ۔ اس نے اپنی خواہش دہا کی اور ازسرتو امال کا دل در دکھائے کا ادادہ کر لیا ۔

ابھی اس نے مرید کی پھانگ اٹھائی ہی تھی کہ وہ بولی ۔ "نہ بیٹے ! آج میں تمہیں یہ کھانے نہ دوں گی ۔ اللہ ماراکس قدر کھٹا ہے اور تم ساری رات کھانستے رہے ہو" ۔

سلیمان شرمنده سا ہو کر بیٹھ گیا پھر وہ اسے خاموش دیکھ کر بولی ۔ "اچھا بیٹے جیسی تمہاری مرضی ۔ اگر ضرور ہی پینی ہے چائے تو دودھ زیادہ ڈال لو ۔ خشکی نہ کرے " ۔ اس نے ایک آہ بھر کر کہا ۔ " دودھ ہی سے چائے کی خشکی کم ہو جاتی ہے ۔ لیکن آج کل تو لوگ چائے میں دودھ ڈالنا حرام سمجھنے گئے ہیں ۔ بس بوند گرائی رگ بھی نہیں بدلتا اور پی گئے " ۔

سلیمان بنسنے لگا۔ لیکن اس کی بنسی وحشت بھری سنائی دے رہی تھی۔ "اچھا امال"۔ وہ بولا۔ "یہ دیکھو" اور آدھ بیالہ دودھ سے بھر لیا۔ "شھیک ہے نا ؟"

"جیسے میری مرضی بیٹے !" مال نے مسکرا کر کہا ۔ "میں تو میری خوشی میں خوش ہوں ۔ میراکیا ہے ؟"

"نہیں نہیں" وہ چلایا۔ "ٹھیک تو کہد رہی ہوتم ۔ میں گیا بچہ ہوں جو استا بھی نہیں سمجھتا کہ چائے خشکی کرتی ہے اور کھانسی کی وجہ سے مجھے مارملیڈ نہ

كهانا جابيتي" -

"نہیں بیٹے ۔ میں تو ڈرتی ہوں کہیں تومیری بات کا برا نہ مان جائے "۔
اس روز کالج سے چھٹی تھی ۔ سلیمان نے کتاب اٹھائی تو امال نے اسے
پڑھنے سے منع کر دیا ۔ وہ لیٹے لیٹے تھک گیا پر دن تھا کہ ختم ہونے ہی میں نہ
آنا تھا ۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ اور کچھ نہیں تو تھے کو آواز دے کر چاء کے لئے
ہی کہہ دے لیکن امال کے خیال سے دک جاتا ۔ کچھ گنگنانا چاہتا تو نہ جانے کیوں
آواز طلق میں اٹک جاتی ۔ پھر وہ چپ چاپ طوط کو دیکھنے میں لگ جاتا لیکن
اس روز طوطا بھی یوں بیٹھا تھا جیے طنزاً اس پر ہٹس دہا ہو ۔ آخر اکتا کر اس نے
کتاب اٹھا ہی لی ۔ نہ جانے کون سی کتاب تھی وہ اور اس میں تصویریں دیکھنے
دیکھنے پڑھنے لگا ۔

"بيني سليمان !" امال كى لجاجت بحرى آواز سنائى وى _ " اف ____ !" وه ترب كر الله بيشما _

امال گھبرا گئی ۔ " نہیں نہیں بیٹے تو آپ سمجھدار ہے ۔ جو حیرا جی چاہے کر میری تو ویسے ہی بری عادت ہے کہ تجد سے حیرے بھلے کی کہتی رہتی ہوں ۔ جو جی چاہے کر ، اللہ رکھے آپ سمجھدار ہے"۔

"كيا كرول المال _ ميں تو ليٹے ليٹے تھك كيا" _ اس لے طبيعت كو قابو ميں كرتے ہوئے كما _

"نېيى ئېيى جو تيرى خوشى بوكر" - امال بولى -

"میری خوشی" وہ ہنسا ۔ "اساں میری خوشی تو رہی ہی نہیں ۔ میرا مطلب بے بے بی نہیں ۔ میرا مطلب بے بے بی نہیں ۔ ویسے میرا جی چاہتا ہے ۔۔۔۔ "اور وہ چپ ہو گیا ۔
"کیا جی چاہتا ہے بیٹے ؟" اساں نے پوچھا ۔

"بتاؤں ؟"وہ نداقاً کہنے لگا۔ "جی چاہتا ہے اپنے کمرے میں چلا جاؤں"۔
"اپنے کمرے میں ؟" اماں نے حیرانی سے دہرایا۔ "یہی تو ہے حیرا کمرہ ۔۔۔۔۔!"

"ہے تو یہی ۔۔۔۔ لیکن رہا نہیں" وہ اٹھ میٹھا۔"ویکھو اسال میں وکھاؤں اپنا کرہ تمہیں ؟"

اس نے الماری میں سے سب کتابیں جمال کر انہیں ڈھیریوں میں اوھر اوھر بکھیر دیا ۔ دو ایک کرسیاں الث پلٹ کر دیں گدیاں ایک طرف پھینک دیں اور پھر بوٹ سمیت صوفے پر گر کر بنسنے لگا ۔ " دیکھا امان یہ ہے میرا کرہ!"

اس کی ہنسی میں دیوانگی کی جھلک محسوس کر کے امال نے چیخ سی ماری ۔ "سلیمان ۔۔۔۔۔ کیا ہے تمہیں بیٹا ۔ ڈرا تیرا سر دیکھوں" ۔ اس نے سلیمان کے ماتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا ۔ "میں جانوں بخار دماغ کو چڑھ گیا ہے ۔ ہائے اللہ ماری یہ جائے کی خشکی ۔ کیوں بیٹے ۔ کیسی ہے طبیعت ؟" وہ بولی ۔ ماری یہ جائے کی خشکی ۔ کیوں بیٹے ۔ کیسی ہے طبیعت ؟" وہ بولی ۔

طوطے نے یوں چیخ ماری جیسے وہ سلیمان پر ہنس رہا ہو ۔ سلیمان نے محسوس کیا جیسے طوطا اسے طعنہ دے رہا ہو ۔ وہ امال سے کہنے لگا ۔ "میرا جی چاہتا ہے ۔۔۔۔۔ اس طوطے کو اڑا دوں" بنستے ہوئے وہ اٹھ کر پیٹھ کیا اور لیک کر پیٹھ کیا اور لیک کر پیٹھ کیا اور لیک کر پیٹھ کا دروازہ کھول دیا ۔ طوطے نے پر پھڑ پھڑائے اور میٹھا رہا ۔

" شی شی ہے ۔۔۔۔ شی" ۔ سلیمان نے تالی بجاکر اُسے اڑائے کی کومشش کرتے ہوئے کہا ۔

"اے ہے سلیمان ، کیا ہے تجھ" ۔ اماں لجاجت سے بولی ۔ "ایسے بیادے یالتو کو اڑاتے ہوئے دکھ نہیں ہوتا تمہیں ؟ بائے بائے کیسا بیادا ۔۔۔۔۔"

"بيارا پالتو ـــــ" وه يکلکهلا کر ديوانه وار پنسا ـــــ "بيارا پالتو ـــــ "

"سلیمان ۔۔۔۔ !" امال نے وُر سے چیخ ماری ۔ "میرے اللہ کیا ہے میرے بیٹے کو ؟"

"بيارا پالتو!" ____ وه ازسرِنو جوش سے بننے لکا ____ "بيارا پالتو ____ !!"